تحقیق وتصنیف

سید مہر حسین بخاری

امام اعظم فاؤنڈیشن کراچی

سیاستِ معاویہ
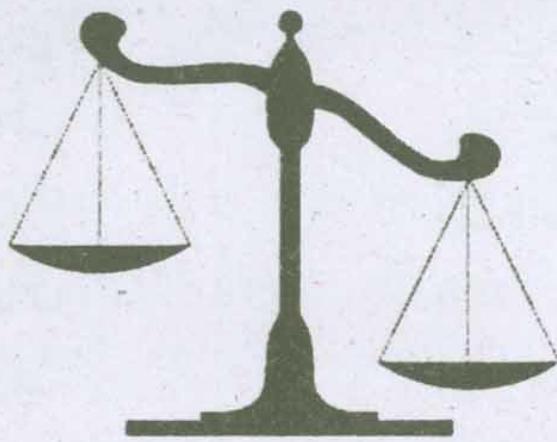
تحقیق وتصنیف

سیّد مہر حسین بخاری

امام اعظم فاؤنڈیشن کراچی

کتابیاتی معلومات

عنوان کتاب	سیاستِ معاویہ
مصنف	سید مہر حسین شاہ بخاری
تعداد	ایک ہزار
صفحات	198
پہلا ایڈیشن	ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ
دوسرا ایڈیشن	۱۴۳۹ھ
ہدیہ	200/-

ناشر

امام اعظم فاؤنڈیشن کراچی

سچی بات، دل کی آواز

ضروریاتِ دین سے متعلقہ مسائل سے آگاہی شناسائی ہر باشعور مسلمان کے لیے لازمی وضروری ہے لیکن بہت ساری غیر ضروری باتوں کو دین بنا کر پیش کر دینا ظلم وزیادتی ہے۔ دینی طبقات میں یہ زیادتی مسلسل دہرائی جارہی ہے۔ یہ مذہبی دہشت گردی ہے۔ ایسے ہی مسائل میں تجاوز کرنے والے خود ساختہ امیر اہلسنت ملاں الیاس عطار بھی ہیں جنہوں نے مسواک، ٹوپیاں، نگینے اور عطر بیچنے سے اپنی زندگی کا آغاز کیا کھارادر، میٹھادر کراچی سے نوری مسجد ریلوے اسٹیشن لاہور کا سفر سنی تبلیغی جماعت ''دعوتِ اسلامی'' میں رکنیت سازی اور پھر اس کی قیادت تک کا سفر پوری داستان ہے۔ اکابر اہلِ سنت نے تو بڑے اچھے مقاصد کو پیشِ نظر رکھ کر ''دعوت اسلامی'' کی بنا رکھی مگر شیطان نے دوسرے ہی قدم پر اس پلیٹ فارم کو یوں ہائی جیک کیا کہ وہی ناصبی فکر جو تبلیغی جماعت میں تھی اسی کا حامل فرد الیاس عطار ناصبی اس پر مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ مسلط کر دیا گیا۔ ناصبی کو قادری کا لباس پہنانے کی سعی کی اور اسی ناصبی نے قادریت کا لبادہ اوڑھ کر ایک طرف عظیم روحانی سلسلہ کو بدنام کیا اور دوسری طرف بنوامیہ سے اپنی نسبی وحسبی نسبت کو خوب نبھایا۔

یاد آیا مشہور حکایت ہے کہ بدنصیب شخص شدید گرمی کے موسم میں دوپہر کے وقت جنگل بیابان میں گھنے درخت کے نیچے سستا رہا تھا نیند نے غلبہ کیا۔ گندی مکھی بار بار اس کے منحوس منہ پر بھنبھنا رہی تھی جو اس کی نیند میں خلل کا باعث بن رہی تھی۔ اس کا وفا شعار ساتھی پالتو بندر اس کے سرہانے بیٹھا دیکھ رہا تھا اور مکھی کی اس حرکت پر غصے میں لال پیلا ہوا جارہا تھا آخر اس سے رہا نہ گیا تو اس نے اپنے پیارے ساتھی اور

مالک کی محبت میں مکھی کو مارنے کے لیے زور سے جھپٹا مارا مکھی تو ہاتھ نہ آئی مگر اس کے پیارے مالک کا چہرہ مسخ ہو گیا اور اس کے ہاتھ اپنے مالک کے خون سے رنگین ہو گئے ۔یہی حشر الیاس عطار ناصبی نے اپنے ساتھی اور مالک کا کر دیا ہے شاید ''خاموشی'' اور ''سکوت'' کا فیصلہ کسی مصلحت کے تحت کیا گیا تھا مگر مشیّت کے فیصلے بھی عجب رنگ دکھاتے ہیں۔علم سے کورے اور عقل سے پیدل عطار ناصبی نے نادان دوست کا کردار ادا کرتے ہوئے امیر شام کے نام سے موسوم 122 مساجد بنانے کا اعلان کر کے اپنے بچوں کے نام اس کے نام پر رکھنے کی خواہش کے اظہار کے ساتھ وہی کچھ کر دیا ہے۔ باغی کو بے خطا اور بے گناہ قرار دینا فکری جبر اور مذہبی دہشت گردی ہے خلافت راشدہ علیٰ منہاج النبوۃ کے خلاف صریح بغاوت کرنے والے کو من پسند ہونے کے سبب بے خطا اور بے گناہ کہنا کہاں کا انصاف ہے؟

یقیناً زندگی بنتی ہے انساں کی عقیدت سے
فقط درس عمل دینا کہاں ایمانداری ہے
بغاوت کی سزا دوزخ محبت کا صلہ جنت
ازل سے اپنی فطرت نور ہے ابلیس ناری ہے

اکابر کے اس فیصلہ سکوت پر اچھی خاصی خاموشی تھی اس کم نصیب شخص نے سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت عقائد اہل سنت پر شب خون مارا ایک نئے فتنے کی بنیاد رکھی ایک دبے ہوئے فتنے کو از سر نو زندہ کیا، بے شمار بھولے بھالے ان پڑھ سادہ مزاج عقیدت کے مارے سنیوں کو ناصبیت اور خارجیت کی دلدل میں دھکیلنے کی کوشش کی اور فتنہ پرور قاتل سے زیادہ خطرناک و سزاوار ہے الفتنة اشد من القتل۔

اس نادان دوست نے اہل ایمان کی غیرت کو للکارا ہے جواباً ہر طرف سے

مولائے کائنات حضور تاجدارِ ھل اتیٰ سیدنا علی ابن ابی طالب علیہ السلام کہ جن کے لئے ارشاد نبوی ہے۔

الحق مع العلی علی مع الحق

کے نعرے گونج اٹھے اور اموی سیاست پر برستی لعنتوں کا ذمہ دار الیاس عطار ناصبی ہے اور جب تک یہ سلسلہ جاری رہے گا اس کا ذمہ دار پوری طرح یہی ناصبی رہے گا اب بھی یہ جنگ بند ہوسکتی ہے کہ یہ ناصبی اپنے ناصبی چینل پر جنگ بندی کا اعلان کرے۔

فقیہ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا
نکل جاتی ہے سچی بات جس کے منہ سے مستی میں

از ! مفتی وسیم اشرف

ایک ضروری گذارش

محترم قارئین! زیرنظر کتاب میں قرآن وسُنّت اور تاریخ اسلام کے اصل حقائق پیش کیے گئے ہیں اس لیے گذارش ہے کہ کم از کم ایک بار ضرور اس کتاب کو اول تا آخر پڑھیں، شیطان اور شیطان کے چیلے آپ کو وسوسہ ضرور ڈالیں گے کہ آپ اس کتاب کو مکمل طور پر نہ دیکھ سکیں مگر آپ اس وسوسہ میں نہ آئیں اپنے ایمان کی حفاظت اور حقائق سے باخبر ہونے کے لیے اس کا مطالعہ کریں اور جہاں تک ہو سکے اس کے حوالہ جات کو خود چیک کریں مصنف مرحوم نے بڑی ایمانداری کے ساتھ یہ حوالہ جات جمع فرمائے تھے اور اصل اسلامی تاریخی حقائق کو سامنے لانے کی کوشش فرمائی تھی۔ 1986ء میں جب کچھ دشمنان اہل بیت نے تحقیق کے نام پر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی اور اُس کے نتیجے میں عوام اور بعض علماء ناصبی فتنہ سے متاثر ہونے لگے اس وقت علامہ سید مہر حسین بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غیرت سادات کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کتاب میں اسلامی تاریخ کے اصل حقائق کو منظرِ عام پر لانے کے لیے مواد جمع فرمایا اور اُمت کے ایمان اور یقین کے سرمائے کو بچانے میں اہم کردار ادا فرمایا۔ اللہ تعالٰی مرحوم کو جزائے خیر عطا فرمائے اُس نازک دور میں برصغیر کے تین مکاتب فکر بریلوی دیوبندی اور اہلِ حدیث کی طرف سے ذمہ دار علماء نے فتنہء ناصبیت کے خلاف تحریری اور تقریری طور پر جو کام کیا اُس کی تفصیل بھی پیش کی جائے گی

سببِ اشاعت

نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ 1986ء میں یہ کتاب خاندانِ

نبوت کے ایک دشمن محمود عباسی کے گمراہ کن نظریات کے رد میں لکھی گئی تھی اور آج 2018ء میں سُنی کہلانے والے ایک غیر عالم شخص اور غیر سیاسی تنظیم دعوت اسلامی کے امیر مولانا الیاس عطار صاحب کی حرکتوں کی وجہ سے دوبارہ شائع کی جارہی ہے۔

دُنیا جانتی ہے کہ ۲۲ رجب المرجب کو اہل ایمان حضرت سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتے ہیں اور خصوصاً بریلی شریف میں سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں نیاز مندی کا اظہار کیا جاتا ہے، پاسبان مسلک رضا مولانا محمد حسن صاحب میلسی اور دیگر متعدد علماء کی تحریریں اس بات پر شاہد ہیں اور وہ خود بریلی شریف میں امام جعفر صادق کے ایصال ثواب کی محفل میں شرکت فرماتے رہے ہیں، مگر حال ہی میں خود کو بریلوی رضوی کہلانے والے الیاس عطار صاحب نے ۲۲ رجب کو عرس جناب معاویہ منایا ان کے نام کا لنگر جاری کیا، ان کے نام پر مساجد تعمیر کرنے کا اعلان کیا اور سب سے بڑی ستم ظریفی یہ کہ اہلسنت کے متفقہ نظریات سے بغاوت کرتے ہوئے "بے گناہ بے خطا حضرت معاویہ" نعرے لگائے اس سلسلہ میں فتاویٰ رضویہ اور بہارِ شریعت کی تعلیمات سے بھی روگردانی کی۔

مشائخ اہلسنت، علمائے کرام اور سادات عظام نے اس پر ردِ عمل کا اظہار کیا تو ایک طوفانِ بدتمیزی بپا کر دیا گیا سوشل میڈیا پر دعوت اسلامی کے کارکنان نے سادات عظام اور محبانِ اہلِ بیت کے لیے ایسی گھٹیا اور غلیظ زبان استعمال کی کہ خدا کی پناہ۔

اس لیے ہم نے ضروری سمجھا کہ اُمت کے ایمان کو بچانے کے لیے اصل حقائق سامنے لائے جائیں۔ سکوت کو توڑنے کی ذمہ داری مولانا الیاس صاحب کی ہے انہوں نے فتنے کو جگایا ہے اگر وہ یہ نازیبا حرکت نہ کرتے تو ہمیں بھی اس طرح کی کتابیں شائع کرنے کی ضرورت نہیں تھی امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے الجامع

الصغیر میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے:

اَلفتنة نائمة لعن الله من ایقظها۔

جو فتنہ سویا ہوا ہو اس کے جگانے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔

(جامع الصغیر حدیث نمبر ۵۹۷۵)

اب جس قدر بحث آگے جائے گی اور توہین وتنقیص کا سلسلہ پھیلے گا اس سب کا وبال امیر دعوت اسلامی کے سر پر ہوگا۔ یہ وقت ہے کہ وہ توبہ کریں اور اپنے اس گھناؤنے رویے سے باز آئیں اکابرِ اہلسنت کا جو طریقہ چلا آرہا ہے اس پر کاربند رہیں ورنہ ہندوپاک میں فسادات کی جو آگ بھڑکے گی سب کی ذمہ داری عطار صاحب پر ہوگی۔

بنواُمیّہ کا تعارف

قرآن حکیم میں اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر کے ساتھ بدل دیا اور انہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر یعنی جہنم میں جھونک دیا۔

(سورۃ ابراہیم آیت ۲۸)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں روایت نقل فرمائی ہے حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں مولا علی علیہ السلام ایک دن کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا۔ میرے دنیا سے جانے سے پہلے

مجھ سے جو پوچھنا چاہو پوچھ لو میرے جیسا پھر تمہیں کوئی نہ ملے گا جو ہر سوال کا جواب ایسے دے سکے ابن الکواء نے اس موقع پر سوال کیا اے مولا علی علیہ السلام! اس آیت کا کیا مطلب ہے اور وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے اپنی قوم کو جہنم میں دھکیل دیا؟ مولا علی علیہ السلام نے فرمایا: اس آیت میں جن لوگوں کا ذکر ہے وہ قریش کے منافق ہیں۔

امام حاکم نے فرمایا کہ یہ روایت مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور امام ذہبی نے اس میں حاکم کی موافقت کی ہے۔

(مستدرک حاکم ج ۲ حدیث نمبر ۳۳۹۲)

دوسری روایت میں قریش کے لوگوں میں سے دو قبیلوں کا نام لے کر وضاحت فرمادی گئی امام حاکم لکھتے ہیں مولا علی علیہ السلام نے فرمایا:

هُمُ الْاَفْجَرَانِ مِنْ قُرَيش بنو اميه و بنو مغيره فاما مغيره قَطَعَ اللهُ دَابِرَهُم يَوْمَ بَدر وَاَمَّا بنُو اُمَيَّة فَمُتِّعُوْا الى حين حديث صحيح الاسناد۔

یہ روایت صحیح سند سے ہے امام ذہبی نے بھی صحیح کہا۔

(مستدرک جلد ۲ ص ۳۶۳ روایت ۳۳۹۳)

علامہ غلام رسول سعیدی اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ قریش کے دو فاجر قبیلے ہیں بنو مغیرہ اور بنو امیہ بنو مغیرہ کا تم نے بدر کے دن قصہ تمام کر دیا اور رہ گئے بنو اُمیہ تو وہ کچھ عرصہ تک دنیاوی فائدے حاصل کرتے رہیں گے

(تبیان الفرقان جلد۔ص ۵۲۲)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ نے تفسیر مظہری میں اس مقام پر ان روایات کو نقل فرمایا اور اس کی تفسیر میں یزید پلید کا کفر بھی ثابت فرمایا ہے۔

بنوامیہ کا خاندان حضور علیہ السلام کے خاندان بنو ہاشم سے ہمیشہ مخالفت کرتا رہا ہے حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسے کچھ خوش نصیب ایسے حضرات بھی تھے جو بنوامیہ میں سے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو حضور علیہ السلام کی صحابیت اور خدمت کے لیے منتخب فرمایا اور انہوں نے اسلام کی اتنی خدمت کی جس کی مثال ملنا مشکل ہے تاہم بنوامیہ کی اکثریت ہر مقام پر اسلام اور پیغمبر اسلام کی مخالفت میں پیش پیش رہی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اس قبیلے سے نفرت فرماتے رہے حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں اس سلسلے میں بہت زیادہ شواہد موجود ہیں، ہم مختصراً کچھ تذکرہ کر دیتے ہیں۔

نبی پاک کی تین قبیلوں سے نفرت

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ اَبْغَضَ الْاَحْيَاءِ اِلىٰ رَسُوْلِ اللهِ بنو امية و بنو ثقيف و بنو حنيفة

ترجمہ: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک تین قبیلے سب سے زیادہ ناپسندیدہ تھے بنوامیہ، بنوثقیف اور بنوحنیفہ

(مستدرک ج ۴ ص ۴۹۰) (مسند ابی یعلی ج ۵ ص ۴۴۴) (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۶۴)

امام حاکم نے فرمایا! یہ حدیث صحیح ہے اور امام نور الدین ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے لکھا ہے اس حدیث کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور عبداللہ بن مطرف ثقہ قابل اعتماد راوی ہے۔ ایک اور حدیث پاک میں ان تین قبائل کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ عرب کے سب سے زیادہ شرارتی قبیلے یہ تین ہیں۔

حضرت امام ابو یعلی سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شَرُّ قَبَائِلِ العَرب بنو امية و بنو حنفنة و ثقيف

(مسند ابویعلی ج ۱۲ ص ۱۹۶ حدیث ۲۰٦۸)

امام ابن حجر عسقلانی اور امام حافظ بوصیری نے فرمایا یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔

(المطالب العالیہ ج ۱۸ ص ۲۸۷ حدیث نمبر ۴۴۲۷)

(فتح الباری ج ٦ ص ۶۱۳ حدیث ۳۶۳۹)

(اتحاف الخیرۃ المھرۃ بوصیری ج ۱۰ ص ۲۲۵ حدیث نمبر ۹۸٦۵)

بنوامیہ کے بارے میں نبوی پیشین گوئی

اس خاندان نے مستقبل میں حکومت پر قابض ہو کر اسلامی تعلیمات کا حلیہ بگاڑنا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیئے گئے نظامِ خلافت کو موروثی بنا کر اسلام کو ہمیشہ کے لیے تباہی کی طرف دھکیلنا تھا اسی لیے حضور علیہ السلام نے پہلے ہی آگاہ فرما دیا تھا سیدنا امام ابن ابی عاصم علیہ الرحمۃ کتاب الاوائل میں اپنی سند کے ساتھ روایت فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَوَّلُ مَنْ يُغَيِّرُ سُنَّتِيْ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ اُمَيَّةَ

ترجمہ ! سب سے پہلے بنوامیہ کا ایک شخص میری سُنت کو بدل ڈالے گا۔

علامہ ناصر الدین البانی نے اس روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حسن درجہ کی حدیث ہے اور ساتھ ہی دبے لفظوں میں یہ بھی بتا دیا کہ وہ کون ہے جس کے بارے میں یہ حدیث ہے لکھتے ہیں:

لَعَلَّ المراد بالحديث تغيير نظام اختيار الخلافة

وجلعو وراثة

مراد یہ ہے کہ خلافت کے نظام کو وہ شخص موروثی بناڈالے گا۔

(سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ جلد ۴ ص ۳۲۹ حدیث نمبر ۱۷۴۹)

یوں حضور علیہ السلام کی اس حدیث کی پیشین گوئی پوری ہوئی جناب معاویہ نے بہت تگ ودو اور ہر طرح کی کوشش کر کے اکابر صحابہ کی موجودگی میں اپنے نااہل بیٹے یزید پلید کو اپنا جانشین بنایا اور خود بھی رسول اللہ علیہ السلام کی سنتوں کو بدل ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی حج ، نماز ، زکوٰۃ ، مالِ غنیمت ، سود ، خرید وفروخت ہر طرح کے احکام میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عطا کردہ نظام کی مخالفت کی جس کی تفصیل حدیث کی کتابوں میں موجود ہے اور اس زیر نظر کتاب میں بھی آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

سلفی محدث مولانا محمد اسحاق فیصل آبادی مرحوم نے اپنی کتاب مقصدِ حسین میں صحیح احادیث اور روایات کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ بیان فرمادیا ہے کہ کس طرح جناب معاویہ نے قرآن وسنت کی مخالفت کی اور خلافت اسلامیہ کی بنیادوں کو کمزور کیا اس کے علاوہ عرب کے محدث حسن بن فرحان مالکی اور محدث کبیر علی بن حسن السقاف نے اس موضوع پر مستقل کتب تصنیف فرمائی ہیں جن کے اردو تراجم عنقریب منظر عام پر آنے والے ہیں۔

عربی دان حضرات علماء کرام انٹرنیٹ سے ان کی کتب حاصل کر کے مطالعہ فرمائیں ان محققین نے تحقیق کا حق ادا کردیا اور ناصبیت کے ایوانوں میں زلزلے بپا کردیئے ہیں۔

مولاعلی کے نام سے بھی نفرت

فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ زرقانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''بنی امیہ اس جناب کی شان میں تنقیص کرتے تھے اور جس محدث کے پاس مناقب مرتضوی میں سے کچھ تھا اسے مشتہر کرتا اور وہ لوگ اس قدر اُن کے مناقب بجھانا چاہتے اور محدثین کو اس کی تحدیث پر ڈراتے اسی قدر فضائل والا زیادہ شہرت پاتے۔''
(مطلع القمرین ص ۵۶ مطبوعہ لاہور)

فاضل بریلوی نے نقل کردہ اس مختصر عبارت میں ان چیزوں کا تذکرہ کیا۔
(۱) بنوامیہ کے لوگ مولاعلی کے دشمن تھے آپ کی شان کو گھٹانے کی کوشش کرتے تھے۔
(۲) محدثین کو بھی ڈراتے تھے تاکہ لوگ مولاعلی کے فضائل سے واقف نہ ہوسکیں۔
(۳) سب سے زیادہ صحیح روایات میں مولاعلی کے فضائل بیان ہوئے صرف یہی نہیں بلکہ بنوامیہ کے لوگوں کی کوشش ہوتی تھی کہ مولاعلی کے جو صحیح فضائل ثابت ہیں وہ بھی کسی اور کے کھاتے میں ڈال دیئے جائیں۔ یا پھر ان کی تاویل ایسی کردی جائے کہ وہ خصوصیت مولاعلی کی باقی نہ رہے اور یہ گھٹیا کام کس دیدہ دلیری سے کیا جاتا تھا اس کا اندازہ اس روایت سے ہوتا ہے۔

اگر بنوامیہ سے پوچھو

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ صحیح سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت معمر کہتے ہیں میں نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کاتب کون تھا؟ یعنی صلح حدیبیہ کا صلح نامہ لکھنے کی سعادت کس کو ملی تھی۔

فَضَحِكَ وَقَالَ هُوَ عَلِيٌّ وَلَوْ سَاَلْتَ هولَآءِ قَالُوا عثمان يَعنِيْ بَنُو اُميّه

یہ سن کر امام زہری مسکرانے لگے اور فرمایا رسول کریم کے کاتب مولا علی تھے مگر آپ نے اگر یہ سوال بنوامیہ کے لوگوں سے کیا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لے لیں گے۔

(فضائل صحابہ امام احمد بن حنبل جلد دوم صفحہ ۱۳۱۷ محقق نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے)

یہ دشمنی اتنی آگے چلی گئی کہ حدیث کی روایت میں مولا علی کا نام لینا مشکل ہو گیا تھا لوگوں کو جان کا خطرہ ہوتا تھا، مُلا علی قاری حنفی شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں:

قد يحذف اسم على رضى الله عنه بالخصوص ايضًا لخوف الفتنة۔

کبھی کبھی فتنہ سے بچنے کے لیے روایت حدیث سے مولا علی کا نام نکال دیا جاتا تھا۔

(شرح نخبہ ص ۱۱۱)

امام حسن بصری حدیث بیان کرتے درمیان سے مولا علی کا نام چھوڑ دیتے تھے جب بعد میں پوچھا جاتا کہ ایسا کیوں کرتے ہیں تو فرماتے اس دور میں اگر میں

مولا علی کا نام لیتا ہوں میری گردن اُڑا دی جائے گی۔

(تدریب الراوی امام سیوطی ص ۵۳۸)

بلکہ ایسا بھی دور گزرا ہے جب کسی گھر میں بچہ پیدا ہوتا اور اس کا نام علی رکھ دیا جاتا اس بچے کو قتل کر دیتے تھے، امام جلال الدین سیوطی اور امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

کانت بنو امیة اذا سمعوا بمولود اسمه علی قتلوه۔

بنو امیہ کو جب خبر ملتی کہ کسی بچے کا نام علی رکھا گیا ہے تو اُسے قتل کروا دیتے۔

(تدریب الراوی ص ۵۳۸)(تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۴۴ ذکر علی بن رباح)

دُشمن بھی علمِ علی کا محتاج

حضرت امام سعید بن منصور کے حوالے سے امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں جب ایک مشکل فقہی مسئلہ پیش آیا جناب معاویہ کے پاس اس کا جواب نہیں تھا، انہوں نے مولا علی کو خط لکھا کہ اس مسئلے کا حل بتائیں، مولا علی نے جواب لکھنے سے پہلے فرمایا:

الحمد لله الذی جعل عدونا یسالنا عما نزل به

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے جس نے مشکل مسئلہ پوچھنے کے لیے دشمن کو بھی مجبور کر دیا ہے، اس اللہ کی تعریفیں جس نے دینی معاملے میں دشمن کو بھی ہم سے سوال کرنے والا بنا دیا ہے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۷۶ فصل فی اخبار علی)

عمدۃ المفسرین امام ابو الحسن الماوردی متوفی ۴۵۰ھ اپنی مشہور کتاب آداب الدنیا والدین میں لکھتے ہیں:

ایک شخص مولا علی کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے آپ سے محبت ہے اور معاویہ سے بھی پیار ہے۔ مولا علی نے فرمایا کہ:

اَمَّا الْاٰنَ وَاَنْتَ اَعْوَر فَاِمَّا اَنْ تَبْرَاُ وَاِمَّا اَنْ تَعْمٰی۔

فرمایا تو ایک آنکھ سے کانا ہے اور تیری ایک آنکھ ٹھیک کام کر رہی ہے یا تو بالکل اندھا ہو جا یا بالکل ٹھیک ہو جا۔

(ادب الدنیا والدین باب ۴ ص ۱۸۰)

مندرجہ بالا دونوں روایتوں سے معلوم ہو گیا مولا علی خود بھی معاویہ کو اپنا دشمن قرار دے رہے ہیں امام ماوردی پانچویں صدی کے اہلسنت کے امام ہیں ان کی کتاب الاحکام السلطانیہ اور تفسیر ماوردی علمی دنیا میں اہلسنت پر بڑا احسان ہے اور امام سیوطی کا جو مقام ہے وہ سب پر واضح ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے اہلسنت کے یہ بڑے بڑے امام انہی کتابوں میں ان روایات کو بیان کرنے کے بعد بھی اگر اہلسنت کے امام مانے جاتے ہیں تو آج ان روایات کو بیان کرنے والے پر رافضیت کا فتویٰ کیوں؟ اور یہ بڑے بڑے سُنی امام اپنی کتابوں میں یہ روایات درج کر کے اُمت کو کیا پیغام دے گئے۔ فتویٰ لگانے والے پہلے ان اماموں پر فتویٰ لگائیں جنہوں نے ایسی روایات اپنی کتابوں میں جمع کی ہیں۔

زیر نظر کتاب سیاست معاویہ میں بھی سارا علمی مواد اہلسنت کے معتبر ترین اماموں کی کتابوں سے لیا گیا ہے اللہ تعالیٰ مولف مرحوم کی قبر انور پر رحمتوں کی برسات نازل فرمائے جنہوں نے آج سے اڑتیس سال پہلے یہ علمی جواہرات ایک جگہ اکٹھے کیے تھے اور اُمت مسلمہ کے ایمان کو بچانے کا اہتمام فرمایا تھا۔

جناب ابوسفیان فتح مکہ کے دن

فتح مکہ سے پہلے ہر موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے زیادہ مخالفت ابوسفیان نے کی اور حضور علیہ السلام کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں جب فتح مکہ ہوا اسلام کا غلبہ دیکھا تو مجبوراً اسلام قبول کیا۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے وہ جملے موجود ہیں جن میں ان لوگوں کے مجبوراً اسلام لانے کا ذکر ہے بخاری کی یہ روایت بہت اہم ہے طلباء اور عوام کو اس پر غور کرنا چاہیے اور شیوخ الحدیث اور علماء سے پوچھنا چاہیے کہ اس روایت کا کیا مفہوم ہے اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ جناب معاویہ اپنے آپ کو جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی افضل و بہتر سمجھتے تھے جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے معاویہ نے کہا:

مَن کَانَ یُرید ان یتکلم فی ھذا الامر فلیطلع لنا قرنہ فلنحن احق بہ منہ ومن ابیہ۔

خلافت کے لیے جو شخص بات کرنا چاہتا ہے وہ ذرا اپنا سر اونچا کرے بے شک ہم لوگ اس سے اور اس کے باپ سے خلافت کے زیادہ حقدار ہیں یہ بات سُن کر حضرت ابن عمر فتنہ و فساد کے خوف سے واپس چلے گئے بعد میں فرمانے لگے کہ اس بات کے جواب میں معاویہ کو کچھ کہنے لگا تھا مگر خون خرابے کے ڈر کی وجہ سے خاموش رہا ورنہ میں کہنے لگا تھا:

اَحق بھذا الامر منك من قاتلك و اباك علی الاسلام

کہ خلافت کا تو تجھ سے زیادہ حقدار تو وہ ہے جس نے اسلام کی خاطر تجھ سے اور تیرے باپ ابوسفیان سے جنگیں کی ہیں۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خندق حدیث ۴۱۰۸)

شیخ الاسلام ابن الاعرابی اور امام ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عمر کے جو جملے روایت کیے ہیں ان میں زیادہ وضاحت ہے

ابن الاعرابی علیہ الرحمۃ روایت فرماتے ہیں:

فاردت ان اقول من ضربك واباك على الاسلام حتى اد خلكما فيه

اور یہی الفاظ ابن عساکر میں ہیں جن کا مفہوم ہے اے معاویہ خلافت کا زیادہ حقدار وہ ہے جس نے تجھے اور تیرے باپ کو مار مار کے اسلام میں داخل ہونے پر مجبوراً کیا۔

(معجم الشیوخ بن الاعرابی حدیث نمبر ۱۵۱۵ ابن عساکر تاریخ دمشق ج ۳۱ ص ۱۸۲)

ان روایات میں واضح ہے کہ یہ لوگ فتح مکہ کے دن مجبوراً مسلمان ہوئے ان کے پاس اس وقت جان بچانے کے لیے اور کوئی راستہ نہیں تھا، کتب حدیث اور سیرت کی کتب میں ابوسفیان کے اسلام لانے کا جو مستند واقعہ مذکور ہے اس سے بھی یہ بات واضح ہے کہ یہ لوگ بخوشی مسلمان نہیں ہوئے۔ سیرت ابن اسحاق، معجم طبرانی کبیر، الاستعیاب، مجمع الزوائد اور متعدد کتب میں یہ واقعہ درج ہے۔ عرب کے مشہور سلفی محدث شیخ ناصر الدین البانی نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ میں حدیث نمبر ۳۳۴۱ میں ابوسفیان کے اسلام قبول کرنے کی صحیح روایت درج کی ہے اور اس کا عنوان لکھا۔

قصة فتح مكة واسلامابى سفيان فى اكمل رواية صحيحة

مکمل اور صحیح روایت میں ابوسفیان کے اسلام لانے کا قصہ۔ اس میں ہے جب حضرت عباس ابوسفیان کو ساتھ لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو حضور صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوسفیان!

الم یان لك ان تعلم انی رسول الله

کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تو جان لے میں اللہ کا سچا رسول ہوں اس کے جواب میں ابو سفیان نے کہا کان فی نفسی منها شئ حتی الا ن اس بارے میں ابھی تک میرے دل میں کچھ کھٹک ہے۔

جب حضرت عباس نے دیکھا کہ نبوت کے بارے میں ابوسفیان ابھی تک شک میں مبتلا ہے تو آپ نے فرمایا ویحك یا ابا سفیان اسلم قبل ان یضرب عنقك فشهد لشهادة الحق واسلم فرمایا اے ابوسفیان اسلام قبول کر اس سے پہلے کہ تیری گردن اُڑا دی جائے تو فوراً جان کے ڈر سے ابوسفیان نے کلمہ شہادت پڑھا اور اسلام قبول کیا۔

(سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ المجلد الخامس ص ۱۰۲۷ روایت ۳۳۴۱) (الاستعیاب ج ۴ ص ۲۴۰ رقم ۳۰۳۵ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۴۰)

اب بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی اس کے بعد جب حضور علیہ السلام اپنے صحابہ کرام مہاجرین وانصار کے عظیم قافلے کے ساتھ شان وشوکت سے خانہ کعبہ میں داخل ہونے لگے، ابوسفیان نے جب یہ منظر دیکھا تو برداشت نہ کر سکا اور حضرت عباس سے کہنے لگا

یا ابا الفضل قد اصبح ملك ابن اخيك الغداة عظيماً

اے عباس اب یہ تیرے بھتیجے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بہت زبردست بادشاہت مل گئی ہے تیرا بھتیجا بادشاہ بن گیا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا:

یا ابا سفیان انها النبوة قال فنعم اذا

اے ابوسفیان یہ بادشاہی نہیں نبوت ہے تو ابوسفیان نے کہا اب تو یہی کہا جائے گا۔ اس صحیح روایت میں واضح طور پر موجود ہے کہ ابوسفیان نے حضور کو نبی تسلیم نہیں کیا۔

اردو کی سیرت کی ایوارڈ یافتہ کتاب الرحیق المختوم میں بھی یہ روایت مکمل موجود ہے جو علامہ البانی سے صحیح سند کے ساتھ نقل کی ہے امام ابن عبدالبر اندلسی علیہ الرحمۃ نے اس روایت سے پہلے جو جملے لکھے ہیں وہ قابل غور ہیں لکھتے ہیں:

وطائفة ترى انه كان كهفا للمنافقين منذا اسلم۔

اور اہل اسلام کے ایک طبقے کا خیال ہے کہ ابوسفیان اسلام لانے کے بعد منافقوں کے لیے پناہ گاہ تھا اس روایت کے بعد حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے تک کے دو واقعات مزید لکھے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ ابوسفیان کے دل میں اسلام کے ساتھ جو دشمنی تھی وہ ختم نہیں ہوئی تھی، پہلا واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہوئی ابوسفیان حضرت مولا علی کے پاس آیا اور کہنے لگا عرب کے سب سے کمزور اور گھٹیا خاندان کا شخص خلیفہ بنا دیا گیا ہے آپ اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں تو میں پیدل اور گھوڑے سوار فوجوں سے آپ کا ساتھ دوں گا آپ ابوبکر کی خلافت کا انکار کریں۔ مولا علی نے جواب میں فرمایا:

مازلت عدو الاسلام واهله فما ضر ذال الاسلام واهله وانا راينا ابابكر لها اهلا۔

اے ابوسفیان تو ہمیشہ سے اسلام کا دشمن رہا ہے اور تیری دشمنی اسلام اور مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکی بے شک میں ابوبکر صدیق کو خلافت کا حقدار اور اہل

سمجھتا ہوں۔

(الاستعیاب حوالہ مذکورہ۔ مدارج النبوۃ وغیرہ سب سیرت کی کتب میں یہ واقعہ موجود ہے جس میں ابوسفیان نے کہا کہ حضرت مولا علی کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرنا چاہیے کیونکہ حضرت علی زیادہ حقدار اور اہل ہیں۔

حیرت ہے مفتیان عظام پر آج اگر کوئی شخص کہہ دے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مولا علی خلافت کے زیادہ حقدار اور اہل تھے اس پر تو فوراً رافضیت کا فتویٰ لگا دیا جاتا ہے مگر یہ نہیں سوچتے کہ سب سے پہلے یہ فتویٰ کس پر لگے گا۔ اگر یہ رافضیت ہے تو پھر جناب ابوسفیان پر بھی فتویٰ لگائیے اور اگر وہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں تو پھر مولا علی کو خلافت کا زیادہ حقدار ماننا اور حضرت ابوبکر صدیق کی اہلیت کا انکار کرنا تو ایک عظیم صحابی کا عقیدہ ونظریہ ہے۔

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھدیتم کے مطابق تو اس نظریہ کے حامل لوگ ہدایت یافتہ ہونے چاہئیں ورنہ یہ تسلیم کریں کہ ابوسفیان کے یہ جملے صرف فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانے کے لیے تھے جس کا مولا علی نے بروقت نوٹس لیا اور اس سازش کو ناکام بنا ڈالا۔

امام ابن عبدالبر دوسرا واقعہ لکھتے ہیں جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے، ابوسفیان آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ بنوتمیم اور بنوعدی یعنی ابوبکر وعمر کے بعد خلافت ہمارے خاندان بنی امیہ کے پاس آگئی ہے۔

فادرھا کالکرۃ واجعل اوتادھا بنی امیۃ فانما ھو الملك ولا ادری ما جنۃ ولا نار فصاح عثمان قم عنی فعل اللہ بك وفعل

کہنے لگا اے عثمان اس حکومت کو گیند بنا کر کھیلو اور مرکزی عہدے بنو امیہ کے لوگوں کو دو یہ تو بس ایک بادشاہت ہے میں نہیں مانتا کہ کوئی جنت دوزخ ہے حضرت عثمان نے جب سنا کہ یہ ابوسفیان تو نبوت ورسالت کا انکار کر رہا ہے تو آپ چیخ پڑے اور فرمایا ابوسفیان یہاں سے اُٹھ کر چلا جا۔ اللہ تیرا برا کرے تو نبوت کا انکار کر رہا ہے۔

(الاستعیاب امام ابن عبدالبرج ۴ ص ۱۴۲۱ رقم ۳۰۳۵)

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک بھی اس شخص نے اسلام کو دل سے قبول نہیں کیا تھا۔

اب ایک اور نقطہ بھی ملاحظہ فرمایئے ابوسفیان نے جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے کھلے دربار میں جنت دوزخ اور وحی اور نبوت کا انکار کیا اور یہ سوچ آگے اپنی نسل میں منتقل کی۔ یہاں تک کہ یزید پلید نے اپنے مشہور اشعار میں اس بات کا اظہار کیا۔

یزید پلید کے اشعار کا ترجمہ

بنو ہاشم یعنی حضرت محمد ﷺ نے اقتدار اور حکومت حاصل کرنے کے لیے ایک کھیل کھیلا ہے ورنہ حقیقت میں نہ کوئی وحی آئی ہے نہ کوئی فرشتہ نازل ہوا ہے

(الکامل ابن اثیر، تفسیر روح المعانی، تفسیر مظہری،)

جن ائمہ اہلبیت نے یزید کے کفر کا قول کیا ہے انہوں نے اپنی اپنی کتب میں ان اشعار کو نقل کیا ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں صحابی رسول حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے وہ جملے درج فرمائے ہیں جس میں آپ نے جناب معاویہ سے فرمایا:

انت یامعاویه کنت صنما من اصنام الجاهلیة دخلت فی الاسلام کارها وخرجت منه طائفا۔

ترجمہ: اے معاویہ تو جاہلیت کے بتوں میں سے ایک بت ہے تو مجبوراً اسلام میں داخل ہوا تھا اور خوشی سے نکل رہا ہے۔

البدایہ والنہایہ میں ۵۹ ہجری کے واقعات میں حضرت قیس رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان موجود ہے جلد نمبر ۸ میں حضرت قیس کی وفات کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت امام ابو یوسف بن اسماعیل نبھانی رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ کے رد میں جو کتاب الاسالیب البدیعہ لکھی ہے اس کا اردو ترجمہ ''کمالات اصحاب رسول'' کے نام سے نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور سے شائع ہوا ہے اس کے صفحہ نمبر ۱۶۸ پر ہے فتح مکہ پر حضور علیہ السلام نے فرمایا جاؤ تم آزاد ہو تم سے بدلہ نہیں لیا جائے گا اس کے بعد لکھا ہے وہ مجبوراً اسلام لائے ان کا اسلام لانا برضا ورغبت نہ تھا۔

اِمام ابوبکر جصاص حنفی رضی اللہ عنہ کی تصریح

مشہور مفسر محدث فقیہہ حجۃ الاسلام امام ابوبکر احمد بن علی رازی حنفی جو ۳۰۵ ہجری میں پیدا ہوئے اور اپنے زمانے میں احناف کے سب سے بڑے امام مانے جاتے ہیں، امام جصاص علیہ الرحمۃ نے سورۃ توبہ کی آیت مبارکہ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ (اور کفر کے سرداروں سے لڑو۔ سورۃ توبہ آیت ۱۲) کی تفسیر میں لکھا ہے:

''قتادہ نے کہا کہ ان سرداروں سے مراد ابو جہل، عتبہ، اُمیہ وغیرہ ہیں مگر اس میں اختلاف نہیں کہ یہ سورۃ برات فتح مکہ کے بعد

نازل ہوئی اور کفر کے سردار تو اس سے پہلے مارے گئے تھے اور
اس سورت کے نازل ہوتے وقت کفر کے سرداروں میں سے
کوئی بھی باقی نہیں بچا تھا جس نے کفر کا اظہار کیا ہو اب ائمہ کفر
کی صحیح مراد اور تفسیر یہ ہوگی کہ اس سے قریش کے وہ لوگ مراد
ہیں جو فتح مکہ کے موقع پر ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے تھے مگر
ان کے دل کفر سے پاک نہیں ہوئے تھے اور وہ طلقاء ہیں جیسے
کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھی۔''

(احکام القرآن ج ۳ ص ۸۶)

سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۲ کی تفسیر میں امام جصاص حنفی نے یہ تفسیر فرمائی ہے
،اسی طرح پہلی جلد میں سورۃ بقرہ کی آیت ۱۲۴ کی تفسیر میں امام جصاص لکھتے ہیں:

''تمام صحابہ اور تابعین ظالموں کے ہاتھوں سے اپنے وظائف
وصول کرتے رہے اور اپنا حق حاصل کرتے رہے اور ظالموں
سے اپنا حق حاصل کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ صحابہ و تابعین
ان سے دوستی رکھتے تھے بلکہ وہ لوگ تو عبدالملک بن مروان
جیسے لوگوں پر لعنت کرتے تھے اور ان سے نفرت کرتے تھے پھر
اس کے بعد صحابہ اور تابعین کا یہی رویہ معاویہ کے ساتھ بھی رہا
جب وہ خلافت پر زبردستی قبضہ کر بیٹھا تھا لہٰذا اس دور کے صحابہ و
تابعین کا ظالم و فاجر لوگوں کی طرف سے قضا کا عہدہ قبول کرنا
اور وظائف لینا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ لوگ اس معاویہ سے
محبت کرتے تھے یا اس کی خلافت کو جائز سمجھتے تھے۔''

(احکام القرآن جلد اول صفحہ ۷۱)

احکام القرآن امام جصاص کی وہ تفسیر ہے جو فقہی مسائل کا اہم ترین علمی ذخیرہ ہے امام جصاص اہلسنت کے مانے ہوئے مجتہد امام ہیں اس تفسیر کی اہمیت کے پیشِ نظر پاکستان سے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے زیر اہتمام شریعہ اکیڈمی نے ترجمہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔

جیسا کہ احادیث مبارکہ میں بیان ہوگیا کہ حضور علیہ السلام بنو امیہ کو ناپسند کرتے تھے اس لیے ہر مومن مخلص اس قبیلے سے دل سے نفرت کرتا ہے، اپنے محبوب کی پسند کو پسند کرنا اور ناپسند کو ناپسند کرنا محبت کا فطری تقاضا ہے، اس لیے ہمارے اسلاف بزرگانِ دین کو کئی مرتبہ اپنی تحریر وتقریر میں اس کا اظہار کرنا پڑا۔ حضرت مولا علی علیہ السلام نے جب فرمادیا کہ یہ خاندان ہمارا دشمن ہے تو مولا علی کو چاہنے والا کبھی بھی بنو امیہ سے محبت نہیں کرسکتا، ہم کچھ مثالیں آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

حضرت امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کا رویہ

حضرت امام ابوبکر عبدالرزاق علیہ الرحمۃ امام احمد بن حنبل کے استاد ہیں ان کی روایت کردہ احادیث صحاح ستہ کی ساری کتابوں میں موجود ہیں اور ان کی حدیث کی کتاب مصنف عبدالرزاق ۱۶ جلدوں پر مشتمل ہے، دعوتِ اسلامی والوں نے اپنی تالیف ''فیضان امیر معاویہ'' میں بھی امام عبدالرزاق کے حوالے دیئے ہیں اور وہ مشہور حدیث نور جو میلادِ پاک کی محافل میں بیان کی جاتی ہے اسی عظیم سُنی امام کے ذریعے اُمت تک پہنچی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''اے جابر! اللہ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔''

حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ حدیث نور ذکر کرنے سے

پہلے امام عبدالرزاق کا تعارف یوں کرواتے ہیں:

'' امام اَجل سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور امام

اَجل سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے استاد اور امام بخاری

ومسلم کے استاذ الاستاذ حافظ الحدیث احد الاعلام عبدالرزاق بن

ابوبکر بن ھمام نے اپنی مصنف میں یہ حدیث روایت کی۔''

(فتاویٰ رضویہ جلد ۳۰ صفحہ ۶۵۷)

یعنی امام عالی شان عبدالرزاق امام بخاری ومسلم کے دادا استاد ہیں اور امام احمد بن حنبل کے استاد ہیں، اب دیکھئے امام عبدالرزاق کا نظریہ کیا ہے،

امام ذہبی اپنی کتاب میزان الاعتدال سیر اعلام النبلا میں اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ ایک دن امام عبدالرزاق کی محفل میں جناب معاویہ کا ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا:

لا تقذر مجلسنا بذکر ولد ابی سُفیان

ہماری مجلسوں کو ابوسفیان کے بیٹے کے ذکر سے گندہ نہ کیا کرو۔

(میزان الاعتدال ج ۲ صفحہ ۶۱۲)(سیر اعلام النبلاء ج ۹ صفحہ ۵۷۰)

اسی طرح امام عبید اللہ بن موسیٰ اور ابونعیم فضل بن دکین کے بارے میں امام ذھبی لکھتے ہیں۔

وقد کان ابو نعیم و عبید اللہ معظمین لا بی بکر و عمر و انما ینالان من معاویہ۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۴۳۲)

یعنی یہ دونوں محدث سیدنا امام عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ جناب سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی تعظیم کرتے تھے اور معاویہ کو بُرا کہا کرتے تھے۔

ولی اللہ عارف سنی حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ

مشہور ولی اللہ عارف باللہ حضرت حکیم سنائی علیہ الرحمۃ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا جہاں ذکر کیا ہے حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ان کا ذکر یوں کیا ہے عارف سنی حکیم سنائی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

بود چنداں کرامت وفضلش
کہ او بوالفضل خواند ذوالفضلش
روز و شب ماہ و سال درھمہ کار
ثانی اثنین اذھما فی الغار

(مطلع القمرین ص ۲۱۶ مطبوعہ لاہور)

اب ملاحظہ فرمایئے یہ امام حکیم سنائی جو سُنی عارف ہیں ایک طرف تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس عقیدت ومحبت سے بیان فرمار ہے ہیں دوسری طرف یزید اور جناب معاویہ کا ذکر آتا ہے تو حکیم عارف سُنی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

من ازیں ابن خال بے زارم
وز پدر نیز ہم دل آزارم

میں اس ماموں کے بیٹے یزید سے بے زار ہوں اور اس کے باپ (معاویہ) سے بھی میرا دل بہت دُکھا ہوا ہے میرے دل کو اس نے تکلیف پہنچائی ہے

(حوالہ حاشیہ شرح نبراس صفحہ ۵۱۰ حاشیہ نمبر ۵)

اب عاشقان فاضل بریلوی ذرا بتائیں اسی سنی امام عارف حکیم سنائی کے بارے میں کیا فتویٰ ہوگا؟

شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوت میں بنوامیہ کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے:

کاتب حروف را بذر ایشاں ومعرفت احوال ایشاں غرض متعلق نبودو بلکہ درطبیعت حق وانصاف بیگانگی یکے از یں قوم است۔
(مدارج النبوت فارسی جلد دوم ص ۵۳۶)

ترجمہ: کاتب الحروف کو بنوامیہ کے تذکرے اور ان کے حالات سے کوئی غرض نہیں ہے بلکہ حق وانصاف کی طبیعت میں اس قوم سے بیگانگی ولاتعلقی پائی جاتی ہے۔

شیخ محقق دہلوی نے واضح فرما دیا کہ اہلِ حق کو بنوامیہ سے کوئی محبت نہیں ہوتی بلکہ دل میں ان سے دوری پائی جاتی ہے۔

حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

آپ فرماتے ہیں: بنوامیہ کا خاندان تو ختم ہو گیا لیکن ان کے سکہ کی تاثیر اور تصرف اب تک بھی بعض دلوں پر اثر انداز ہے تاریخ دانوں پر مخفی نہیں کہ بنوامیہ کے بادشاہوں کا برتاؤ حضرات اہلبیت سے بہت ہی بُرا رہا اور وہ ہمیشہ حضرات اہلبیت کی اہانت میں کوشاں رہے، آگے فرماتے ہیں:

''سب گوئی (گالم گلوچ) بنوامیہ کی سُنت ہے گروہ اہلِ محبت وعشق کہ جگر گوشہ ہائے نبوت کی فرطِ محبت سے جان پُر از غم اور دل غیر سے خالی رکھتے ہیں۔''
(ملفوظات مہریہ ملفوظ نمبر ۱۶۲۔ ۱۶۳)

یعنی عشق والے اپنے دلوں کو اہلِ بیت کی محبت سے آباد رکھتے ہیں اور ان کے غیر یعنی دشمنوں کی محبت سے اپنے دلوں کو خالی رکھتے ہیں۔

اہلِ محبت سے دردمندانہ اپیل

اہلِ محبت سے اپیل ہے کہ یہ کتاب اور اس جیسی کتابیں جس طرح ہو سکے اہلِ محبت عوام وخواص تک پہنچائیں ۔فوٹو کاپیاں کروائیں ۔ P.D.F میں ڈال کر سوشل میڈیا کے ذریعے عوام تک پہنچائے ۔ علمائے حق ڈاکٹر طاہر القادری ، مولانا اسحاق مرحوم ، مولانا طارق جمیل صاحب ، انجینئر محمد علی مرزا صاحب اور اس کے طرح کے علماء کے جو حقائق پر مبنی بیان ہیں وہ خود بھی سنیں اور دوسروں تک بھی پہنچائیں۔

مولانا عبدالرشید نعمانی مرحوم کی کتب حادثہ کربلا کا پس منظر ، ناصبیت تحقیق کے بھیس میں ، ڈاکٹر علامہ رضوان ندوی مرحوم کی کتب عہد بنوامیہ اور خانوادۂ نبوی ، حدیث قسطنطنیہ ، ناصبیت تقدس کے بھیس میں ۔ علامہ قاضی اطہر مبارک پوری کی تصنیف علی و حسین ، علامہ مفتی محمد شفیع مرحوم اور علامہ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی کتابیں شہید کربلا اور یزید خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب کی تصانیف شام کربلا ، امام پاک و یزید پلید ، سفینۂ نوح علامہ سید لعل شاہ بخاری مرحوم کی تصانیف استخلاف یزید ، نکیرات الاعیان ، ولایت علی ، علامہ عبدالقیوم علوی کی تصنیف تاریخ نواصب ، علامہ ظفر اللہ شفیق کی تصنیف واقعہ کربلا اور امام حسین اور اس طرح کی دیگر تصانیف حاصل کر کے خود بھی مطالعہ کریں دوسروں کو بھی دیں ، اپنی آمدن کا ایک مخصوص حصہ اس کار خیر میں شامل کریں تا کہ قیامت کے دن اہلِ بیت پنجتن پاک کی بارگاہ میں سرخرو ہو سکیں۔

ان کتابوں کے حوالے خود چیک کریں اور اپنے علماء کو جا کر دکھائیں اور ان سے پوچھیں کہ کیا یہ اہلسنت کی معتبر کتابوں کے حوالے نہیں ہیں، اگر مولوی صاحب آئیں بائیں شائیں اور تاویلیں کریں تو آپ ان کو واضح اور دوٹوک الفاظ میں بتائیں کہ خدارا لوگوں کو مزید اندھیرے میں نہ رکھیں بے وقوف نہ بنائیں یا تو مان جائیں کہ یہ سب سچ ہے یا پھر ان حدیث و تاریخ کی کتابوں سے آئندہ یہ سب واقعات و حقائق نکال دیں اگر یہ سب حقائق اہلسنت کی معتبر کتابوں میں موجود ہیں تو پھر آئیں اہلبیت کی کشتی میں سوار ہو جائیں اسی میں نجات ہے۔

صلح امام حسن علیہ السلام کے بعد

معاویہ کے بارے میں آپ کی رائے

معاہدہ لکھے جانے کے بعد جب امام پاک مستقبل کی سلطنت سے دستبردار ہو کر عازمِ مدینہ ہوئے تو معاویہ کو خیال آیا کہ انہیں خوارج کے خلاف جنگ کے لیے بھیجا جائے، لیکن امام پاک نے انہیں فرمایا خوارج کے بجائے تمہارے خلاف جنگ کرنا زیادہ بہتر ہے چنانچہ امام ابوالعباس المبرد لکھتے ہیں:

ثم خرج الحسن یرید المدینة فوجه الیه معاویه وقد تجاوز فی طریقة یساله یکون المتولی لمحاربتهم. فقال الحسن والله لقد کففت عنك لحقن دماء المسلمین وما احسب ذلك یسعنی افاقاتل عنك قوما. انت والله اولیٰ بالقتال منهم۔

پھر امام حسن عازمِ مدینہ ہوئے تو معاویہ اُن کے پیچھے گئے اور

امام پاک کافی راستہ طے کر چکے تھے، انہوں نے امام پاک سے درخواست کی کہ وہ خوارج کے خلاف جنگ کے سپہ سالار بنیں تو امام حسن نے فرمایا: خدا کی قسم! میں نے تو تجھ سے بھی فقط مسلمانوں کے خون کی وجہ سے ہاتھ روکا ہے، میں اس کام کو مناسب نہیں سمجھتا کہ میں تیری خاطر ایک قوم سے قتال کروں؟ اللہ کی قسم: اُن کی بہ نسبت تجھ سے جنگ کرنا زیادہ بہتر ہے۔

(الکامل فی اللغۃ والادب ص ۷۷۵۔ وط ج ۳ ص ۷۰)

خط امام حسین علیہ السلام

اَتَانِیْ کِتَابُكَ، وَاَنَا بِغَیْرِ الَّذِیْ بَلَغَكَ جَدِیْرٌ، وَمَا اَرَدْتُ لَكَ مُحَارَبَةً وَّلَا خِلَافًا وَمَا اَظُنُّ لِیْ عُذْرًا عِنْدَ اللهِ فِیْ تَرْكِ جِهَادِكَ، وَمَا اَعْلَمُ فِتْنَةً اَعْظَمَ مِنْ وِّلَایَتِكَ

آپ کا خط مجھے ملا۔ میں اس اہل نہیں ہوں جیسی آپ کو خبریں ملی ہیں میں آپ کے خلاف جنگ کا ارادہ نہیں رکھتا۔ آپ کے خلاف جہاد کو ترک کر دینے پر اللہ کے پاس کیا عذر پیش کر سکوں گا اور آپ کی حکومت سے بڑھ کر میں کسی فتنے کو نہیں جانتا۔

(البدایہ والنھایہ جلد ۸ صفحہ ۲۴۶)
(سیر اعلام النبلاء ذھبی جلد ۳ صفحہ ۲۹۴)
(شرح اربعین امام حسین صفحہ ۲۳۹۔ ۲۴۰)

امام حسن علیہ السلام کے فرمان اور امام حسین علیہ السلام کے خط سے جناب

معاویہ کے بارے میں ان نوجوانان جنت کے سرداروں کے خیالات واضح ہیں کہ وہ اس شخص کو امت کے لیے فتنہ سمجھتے تھے اور امام حسین علیہ السلام تو اس کے خلاف جہاد کو ضروری سمجھتے تھے۔

از
علامہ قاری حمزہ قادری چشتی سہروردی

ایک موضوع حدیث کا جائزہ!

اس مقام پر ایک انتہائی قابل غور امر یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی فضیلتیں جیسے ہی کوئی حدیث سامنے آتی ہے بعض لوگ اس کو ضعیف یہ من گھڑت ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اگر ایسا نہ ہو سکے تو کوشش ہوتی ہے کہ اس فضیلت کو کسی اور کھاتے میں ڈال دیا جائے تا کہ حضرت علی کی کوئی خصوصیت نہ رہے۔

مشہور حدیث ہے: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

ابن تیمیہ اور ابن جوزی نے اس کو موضوع (من گھڑت) قرار دیا۔ دوسری طرف بعض لوگوں نے اس کو مشکوک بنانے کے لیے اس حدیث میں ہی اضافہ کر دیا حالانکہ اہل علم کو ایسا کرنا زیب نہیں دیتا۔ موضوع حدیث کو بیان کرنا بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جھوٹ باندھتے ہوئے حدیث وضع کرنا اور اس طرح کی حرکت کرنے والے کے لیے خود حضور علیہ السلام نے جہنم کی خبر سنائی ہے ارشاد فرمایا:

من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعدہ من النار

ترجمہ: جو آدمی جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں بے شمار

احادیث موجود ہیں ان سب کو چھوڑ کر ایک موضوع روایت کو بیان کرنا اور پھیلانا یہ کہاں کی دیانت داری ہے اس لیے خدا کا خوف کرنا چاہیے اور اس قسم کی حرکتوں سے باز آ کر توبہ واستغفار کرنی چاہیے۔ اگر ایک روایت موضوع ہو اور درجنوں کتابوں میں نقل کر دی جائے۔ ایسا کرنے سے وہ صحیح تو نہیں ہو جاتی، یہ کہاں کا اصول ہے کہ اتنی کتابوں میں آنے سے روایت معتبر ہو جاتی ہے۔ اصول کی روشنی میں دیکھنا چاہیے کہ اس روایت کی فنی حیثیت کیا ہے، مدینۃ العلم کا باب ہونا مولا علی کی خصوصیت ہے یہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زبان سے صرف سیدنا علی کے لیے نکلے مگر شام کے ناصبی ماحول نے اس حدیث کو بھی متنازعہ بنا دیا۔

شام کے ایک جھوٹے ناصبی واعظ اسماعیل استر آبادی نے اس میں اضافہ کر دیا اور پھر اس کو شہرت دی گئی۔ اللہ پاک ہمارے محدثین کو اجر عظیم عطا فرمائے جنھوں نے اس سازش کو بے نقاب کیا۔

واقعہ کربلا کے بعد یزیدی سازشوں کی وجہ سے اہل شام کی اکثریت ناصبی فتنہ سے متاثر ہو گئی تھی۔ وہاں ہر سال ۱۰ محرم کو امام حسین علیہ السلام کے قتل کی خوشی میں یوم عید کی طرح منایا جاتا تھا لوگوں کے دلوں میں اہلبیت کا بغض کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا تھا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اہل شام ہم سے اس لیے بغض رکھتے ہیں کہ ہم اہل بیت سے محبت کرتے ہیں۔

(مناقب امام ابوحنیفہ کردری صفحہ ۳۱۲)

اور خصائص علی لکھنے کی وجہ سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ بھی شام کے ناصبیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

(بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز دہلوی)

اسماعیل استر آبادی کے بارے میں امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اسماعیل بن علی بن المثنیٰ الاستر آبادی الواعظ کتب
عنه ابوبکر الخطیب وقال لیس بثقةٍ و قال ابن طاهر
مزقوا حدیثه بین یدیه ببیت المقدس کان یقال له
کذاب ابن کذاب و کان یقص ویکذب ولم یکن علی
و سیماء المتقین برکب المنون الموضوعة علی
الاسانید الصحیحة ولم یکن موثقا به فی الروایة۔
(لسان المیزان جلد اول صفحہ ۴۲۲)

ترجمہ: اسماعیل استر آبادی واعظ سے ابوبکر خطیب نے روایت لکھی اور کہا یہ قابل اعتماد آدمی نہیں ابن طاہر نے کہا کہ لوگوں نے بیت المقدس میں اس کے سامنے اس کی حدیث کو پھاڑ ڈالا تھا اس کو کذاب ابن کذاب کہا جاتا تھا (یعنی بہت بڑا جھوٹا) یہ قصے کہانیاں بیان کرتا تھا اور جھوٹ بولتا تھا اس کے چہرے پر تقویٰ کی کوئی نشانی نہ تھی اور (اس کی بڑی خرابی یہ تھی کہ) صحیح سندوں والی احادیث میں متن کے اندر جھوٹ کی ملاوٹ کرتا اور روایت حدیث میں قابلِ اعتماد آدمی نہیں تھا۔

اس راوی کا اب کارنامہ ملاحظہ کیجئے امام عسقلانی لکھتے ہیں:

کان اسماعیل یعظ بدمشق فقام الیه رجل فساله عن
حدیث مدینة العلم وعلی بابها فقال هذا مختصر وانما
هو انا مدینة العلم وابوبکر اساسها وعمر حیطانها
وعثمان سقفها وعلی بابها قال فسالوه ان یخرج لهم

اسنادہ فوعدھم بہ۔

(لسان المیزان جلد اول صفحہ ۴۲۲)

اسماعیل دمشق میں وعظ کررہا تھا، وعظ کے دوران ایک شخص نے کھڑے ہو کر انا مدینۃ العلم وعلی بابھا کی حدیث کے بارے میں سوال کیا۔ اسماعیل نے جواب دیا یہ حدیث مختصر ہے اصل میں اس طرح ہے: میں علم کا شہر ہوں ابوبکر اس کی بنیاد ہیں اور عمر اس کی دیواریں ہیں اور عثمان اس کی چھت ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں تو لوگوں نے پوچھا کہ اس کی سند نکال کے دکھا دو اس نے وعدہ کر دیا کہ دکھاؤں گا۔

امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق جلد ۹ صفحہ ۱۵ پر بھی تفصیل سے یہ ذکر کیا ہے اسماعیل استر آبادی ۴۴۸ھ میں فوت ہوا۔ شام کے ماحول میں اس روایت کو بہت شہرت ملی جس کی وجہ سے بعض لوگوں نے اپنی کتابوں میں اس کو نقل کر دیا اور غور و فکر سے کام نہیں لیا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ اُس کذاب واعظ نے یہ الفاظ حدیث میں شامل کیے امام سخاوی نے مقاصد الحسنہ میں لکھا ہے کہ اس قسم کے تمام الفاظ رکیک ہیں صرف ابن عباس والی روایت درست اور حسن ہے کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔"

اللہ کا شکر ہے کہ اس واعظ کو حدیث باب العلم کی سند یاد نہ تھی ورنہ وہ ضرور سند میں یہ الفاظ ملا کر بیان کر دیتا۔

لہٰذا اس تفصیل کے بعد اہلِ علم سے گذارش ہے کہ اس قسم کی موضوع روایات بیان کرنے سے اجتناب کریں اور ایسے عناصر کی حوصلہ شکنی کریں۔ حضور

پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام اور اہلِ بیت عظام علیہم الرضوان کی فضیلت میں مستند روایات بیان کی جائیں۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ بطفیل محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مذہب اہلسنت پر ہمارا خاتمہ فرمائے تادم آخر ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبتوں کا ادب نصیب فرمائے۔آمین

(کتاب عظمت مولائے کائنات سے اقتباس)

نسبتِ کتاب دربارِ حسینی میں قبولیت

جن دنوں راقم آثم کتاب ہٰذا ''سیاستِ معاویہ مرتب کر رہا تھا کہ اسی اثناء میں ۱۸۔۱۹ جنوری ۱۹۸۷ء کی درمیانی شب خواب میں روضہء امام حسین علیہ السلام پر حاضری نصیب ہوئی۔قبر اطہر پر پہنچا تو وہاں موجود ایک شخص نے بتایا کہ آنحضرت فی الحال روضہ میں تشریف نہیں رکھتے۔کسی کام سے باہر تشریف لے گئے ہیں۔تم انتظار کرو۔راقم شرفِ دیدار و ملاقات کے لیے محو انتظار تھا کہ کچھ دیر بعد معطر ہواؤں کے جلو میں امام صاحب جلوہ افروز ہوئے۔اسی شخص نے بتایا کہ یہ آدمی آپ سے ملاقات چاہتا ہے۔بندہ نے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا اور آنجناب نے شفقت فرمائی ۔اسی دوران معاویہ کا ذکر ہوا تو میں نے اپنی زیر ترتیب کتاب کے بارے میں بتایا تو امام حسین علیہ السلام نے خوشی کا اظہار فرمایا اور فرط انبساط سے اپنے سینہء مبارک سے لگالیا اور اپنی زبان مبارک چوسنے کے لیے میرے منہ میں دی۔امام حسین علیہ السلام کی زبانِ اقدس کا اتنا عجیب ذائقہ اور اتنی اعلیٰ خوشبو تھی جس کا تصور بھی مادی دنیا میں ناممکن ہے علی الصبح جب نیند سے بیدار ہوا تو میرے منہ میں نہایت فرحت انگیز حلاوت اور مسرت آمیز خوشبو رچی ہوئی تھی اور اس کا احساس بہت دیر تک رہا بعدہٗ

کتاب کی تکمیل کے لیے حوالہ جات کی تلاش میں کوئی دشواری پیش نہ آئی جب میں اس کتاب کی تالیف کے لیے بیٹھتا تو محسوس ہوتا کہ گویا قلم خود بخود چل رہا ہے اور مضامین مسلسل ذہن میں آرہے ہیں۔

چونکہ امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ سے کتاب کو شرف قبولیت حاصل ہو چکا ہے لہٰذا یقیناً میں اپنے لیے اس شرف کو دنیا و آخرت کی سب سے بڑی سعادت قرار دیتے ہوئے کتاب کو حریت پسندوں کے قائد اور شہداء راہِ حق و صداقت کے مقتداء حضرت ابوعبداللہ امام حسین علیہ السلام کے مبارک نام سے منسوب کرتا ہوں۔

ترجمانِ اجداد
سید مہر حسین غفرلہ

پیش لفظ

جب سے پاکستان کی سرزمین میں ناصبیت نے پر پُرزے نکالنے شروع کیے تو نواصب نے ایک نعرہ "سیاست معاویہ زندہ باد" ایجاد کیا اور یہ نعرہ بڑے زور سے لگایا جاتا ہے۔ چاہے جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عنوان سے انعقاد پذیر ہو۔ اسی عنوان سے پاکستان میں فتنہ ء ناصبیت کے سرگرم مبلغ ومجدد آنجہانی محمود احمد عباسی صاحب کے بھتیجے پروفیسر علی احمد عباسی صاحب نے "حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی" نامی کتاب تصنیف کی اس کے بعد پروفیسر صاحب کی تے چاٹتے ہوئے ایک کتاب حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی نے "سیدنا معاویہ شخصیت و کردار" کے عنوان سے مرتب فرمائی ہے اور یہ مؤخر الذکر کتاب پہلی کتاب کا ہو بہو چربہ یا با الفاظ دیگر سرقہ ہے۔ چنانچہ محمود احمد عباسی رقمطراز ہیں کہ ظفر صاحب نے حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی سے استفادہ نہیں کیا بلکہ اسے سامنے رکھ کر اپنی کتاب مرتب کرڈالی۔ الخ (حقیقت خلافت وملوکیت ص ۵۵۷)

یہاں میں اس بات کا ذکر کرنا بھی مناسب خیال کرتا ہوں کہ مؤخر الذکر کتاب پر بعض معروف علماء نے تقریظ لکھی اور اسے دفاع صحابہؓ سے تعبیر کرتے ہوئے مؤلف کے اقدام کی خوب تحسین کی۔ ان علماء کا یہ رویہ نہایت درجہ قابل افسوس ہے نیز ان علماء کا تعلق مکتب دیوبند سے ہے۔ لاؤڈ سپیکر سے فضا میں جب بار بار سیاست معاویہ زندہ باد کے نعرے بلند ہوتے ہیں تو سامعین کے ذہن میں یہ سوال اُبھرتا ہے کہ حضرت معاویہ کے وہ کونسے قابلِ قدر و مستحسن اقدامات تھے جن کی بدولت آج چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود ہمارے کانوں کے پردے اس نامانوس آواز سے پھٹے جارہے ہیں۔ تاریخ دان کے علاوہ جب تاریخ کا کوئی طالبعلم بھی امیر معاویہ کی

زندگی پر نظر ڈالتا ہے تو اسے سب سے پہلے خلیفہء راشد سے بغاوت نظر آتی ہے۔ جنگ صفین کا ہولناک منظر دکھائی دیتا ہے۔ تحکیم کے نام سے ایک تباہ کن مکروفریب نظر آتا ہے۔ حضرت حجر بن عدیؓ، حضرت محمد بن ابی بکرؓ اور حضرت حکمؓ کے ناجائز قتل نظر آتے ہیں۔ بیت المال کا ناروا استعمال اور اس ادارہ سے خرد برد جیسے کریہہ افعال نظر آتے ہیں۔ استلحاق زیاد کا مسئلہ سامنے آتا ہے شرفاءِ صحابہ وصلحاء اُمت کو چھوڑ کر اپنے جانے پہچانے بدکردار بیٹے کی جبری نامزدگی دکھائی دیتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور اولادِ علی پر برسرِ منبر سب وشتم کی بوچھاڑ نظر آتی ہے۔تو ریث المسلم من الکافر جیسے خلافِ سُنت فیصلے علم میں آتے ہیں۔

معاویہ کے گورنروں کی زیادتیاں اور ان سے عدم مؤاخذہ کی گھناؤنی صورتیں تصور میں دکھائی دیتی ہیں بلکہ میں کہنا پسند کروں گا کہ خدا اور رسول کی صریح نافرمانی اور قرآن وسُنّت سے کھلے انکار جیسی صورتیں نظر آتی ہیں یہ امور ''حضرت'' معاویہ کے سیاست کے جزو لاینفک تھے۔ کیا یہی سیاست معاویہ ہے جسے آج زندہ باد کے نام سے پکارا جاتا ہے کیا کوئی ناصبی اس سیاست معاویہ سے انکار کرسکتا ہے؟ اگر یہ سیاست معاویہ ہے تو اسے زندہ باد کہنا کہاں کا اسلام ہے؟ اور اسے زندہ باد کہنا گویا خاکم بدہن تمام اسلام کو مردہ باد کہنے کے مترادف ہے۔ زیر نظر کتاب میں انہی امور پر مفصل بحث کی گئی ہے اور سیاست معاویہ کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔

ترجمان اجداد

سید مہر حسین بخاری

۲۵ جنوری ۱۹۸۶ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

امابعد: سیاستِ معاویہ پر تبصرہ کرنے سے قبل ضروری خیال کیا گیا ہے کہ معاویہ کے حالات زندگی کے مبداء یعنی شجرۂ نسب کے بارے میں مختصر طور پر لکھا جائے۔

شجرۂ خبیثہ

نسب نامہ

معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد الشمس

ہندہ جگر خوار حضرت حمزہ والدہ معاویہ	صخر بن حرب ابوسفیان	ام جمیل زوجہ ابولہب معاویہ کی پھوپھی
	معاویہ	
	یزید	

معاویہ کے لفظی معنی:

لغت کے اعتبار سے لفظ معاویہ درج ذیل معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(۱) کتے کا بھونکنا۔

(۲) گیدڑ اور لومڑی کا چیخنا۔

(۳) کسی چیز کو موڑنا یا مروڑنا وغیرہ۔

(تاج العروس، المنجد، لسان العرب)

ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی بابت ماہ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ کے شمارہ میں لفظ معاویہ کی تحقیق کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا تھا اور اس پر مولانا محمد تقی عثمانی

جسٹس وفاقی شرعی عدالت پاکستان، نائب مہتمم دارالعلوم ومدیر ماہنامہ "البلاغ" کے دستخط بھی ثبت ہیں۔ یہ مضمون ہماری تحقیق کے مطابق ہے۔

اَلَّذِیْنَ بَدَّلُوْ نِعْمَةَ اللهِ کُفْرًا

(سورۃ ابراہیم پ ۱۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا امیر المومنین آیت اَلَّذِیْنَ بَدَّلُوْ نِعْمَةَ اللهِ کُفْرًا میں کون لوگ ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قریش کے وہ دو قبیلے جو سب سے زیادہ بدکار تھے، بنی مغیرہ اور بنی امیہ۔ بنی مغیرہ کے شر سے تو بدر کی لڑائی میں تمہاری حفاظت ہو چکی اور بنی امیہ کو ایک وقت تک مزے اڑانے کا موقع دیا گیا۔

(تفسیر مظہری مترجم ج ۲ ص ۳۰۷)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ اس سے مراد قریش کے دو فاجر ہیں۔ بنو امیہ اور بنو مغیرہ۔ بنو مغیرہ نے اپنی قوم کو بدر میں لا کھڑا کیا اور انہیں ہلاکت میں ڈالا اور بنو امیہ نے احد والے دن اپنے کنبے والوں کو غارت کیا۔ بدر میں ابوجہل تھا اور احد میں ابوسفیان۔

ابن عباس نے جب حضرت عمر سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: یہ دونوں قریش کے بدکار ہیں۔ میرے ماموں اور تیرے چچا۔ میرے ممیال والے تو بدر کے دن نابود ہو گئے اور تیرے چچا والوں کو خدا نے مہلت دے رکھی ہے۔ یہ جہنم میں جائیں گے جو بری جگہ ہے انہوں نے خود شرک کیا، دوسروں کو شرک کی طرف بلایا۔ الخ۔

(تفسیر ابن کثیر مترجم ج ۳ ص ۷۶)

لفظ معاویہ کی تحقیق پر چند علمی لطائف

(۱) مفید الطالبین عربی ادب کی مشہور کتاب ہے اس کے صفحہ ۱۷ پر شیر، بھیڑیئے اور ایک لومڑے کے اکٹھے شکار پر جانے کا قصہ لکھا ہے اور ان تین جانوروں کے شکار کرنے اور پھر ان کو تقسیم کرنے کا مشورہ بھی تحریر ہے کہ بھیڑیئے نے غلط مشورہ دیا تو شیر نے پنجہ مار کر بھیڑیئے کی آنکھ نکال دی، پھر شیر لومڑے کی طرف مخاطب ہوا اور لومڑے کو کہا: هَاتِ ابو معاویه کہ اے ابو معاویہ (لومڑے کے باپ) تو تقسیم کر۔

(مفید الطالبین ص ۱۷)

(۲) علم معانی کی کتاب ''تلخیص المفتاح'' مؤلفہ شیخ جلال الدین شافعی خطیب دمشقی متوفی ۷۳۹ھ کی شرح علامہ تفتازانی نے مختصر المعانی کے نام سے لکھی ہے اس میں باب احوال المسند الیہ ص ۸۵ پر ایک مثال نقل کی ہے: ''رَكِبَ عَلِیٌّ وَهَرَبَ مُعَاوِيَةُ'' اور لکھا ہے کہ علی کے لفظ میں علو (سربلندی) کا مفہوم پایا جاتا ہے اور معاویہ کے لفظ میں عوایۃ الکلب کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

(۳) معافی بن زکریا نے حکایت بیان کی ہے کہ کہتے ہیں ایک شیر اور بھیڑیا اور لومڑی ساتھی بن گئے اور شکار کے لیے نکلے تو انہوں نے گدھے، ہرن اور خرگوش کا شکار کیا۔ تب شیر نے بھیڑیئے سے کہا کہ شکار کی تقسیم تو کر دے۔ تو اس نے کہا یہ تو بالکل کھلی ہوئی بات ہے گدھا تیرا ہے اور خرگوش ابو معاویہ یعنی لومڑی کا اور ہرن میرا۔ الخ

(لطائف العلمیہ ترجمہ کتاب الاذکیاء ص ۳۶۱)

(۴) ابن عساکر نے عبدالملک بن عمیر کی زبانی لکھا ہے کہ جاریہ بن قدامہ

سعدی ایک دن معاویہ کے پاس گئے، معاویہ نے پوچھا تم کون ہو؟ جواب دیا میں جاریہ بن قدامہ سعدی ہوں۔ اس پر معاویہ نے کہا: تم کیا بننا چاہتے ہو اور تم شہد کی مکھی کی مانند ہو۔ جاریہ نے جواب دیا۔ اب زیادہ نہ کہیے آپ نے مجھے شہد کی مکھی بنا دیا جس کا ڈنگ بڑا زہریلا ہوتا ہے اور اس کا تھوک بڑا ہی میٹھا اور لذیذ ہوتا ہے اور بخدا معاویہ کے معنی اس کتے کے ہیں جو دوسروں پر بھونکتا ہے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۲۲۹)

(۵) فضل بن سوید کا بیان ہے کہ ایک دن جاریہ بن قدامہ سعدی سے معاویہ نے کہا کہ تم علی بن ابی طالب کا پروپیگنڈہ کرتے پھرتے ہو اور آگ کے شعلے بھڑکا رہے ہو، یاد رکھو، ممالک عربیہ کی سڑکیں اور سرائیں خون سے بھر جائیں گی۔ اس پر جاریہ نے جواب دیا اے معاویہ! آپ حضرت علی کا پیچھا چھوڑ دیئے۔ ان کا حال یہ ہے کہ جب سے ہم نے ان سے محبت کی ہے وہ ہم پر کبھی غصہ نہیں ہوئے اور جب سے وہ ہم کو نصیحت کرنے لگے ہیں، ہم نے ان کو دھوکہ نہیں دیا۔ معاویہ نے کہا: افسوس اے جاریہ تو اپنے گھر والوں پر بھاری تھا اس لیے انہوں نے تیرا نام جاریہ (لونڈی) رکھا تو جاریہ نے جواب دیا: اے معاویہ تم بھی اپنے گھر والوں پر گراں تھے اس لیے انہوں نے تمہارا نام معاویہ (بھونکنے والا) رکھا ہے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۲۲۹)

(۶) ایک روز عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ معاویہ کے دربار میں گئے تو انہوں نے عزت و احترام سے بٹھایا اور حاضرین کو تعارف کرایا کہ **هٰذا عقيل عمه ابو لهب**۔ یہ عقیل ہیں اور ان کے چچا ابولہب ہیں حضرت عقیل رضی اللہ عنہ نے فی البدیہہ جواب دیا۔ **هٰذا معاوية وعمته حمالة الحطب**۔ یہ معاویہ ہیں اور حمالۃ الحطب (زوجہ ابولہب ام جمیل) ان کی پھوپھی ہیں۔ یہ لطیفہ اگرچہ معاویہ

کی لفظی تحقیق سے متعلق نہیں ہے لیکن قارئین کے لیے باعثِ دلچسپی ضرور ہوگا۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سیاستِ معاویہ سے قبل معاویہ کے مختصر حالات زندگی اور اس کے والدین کے متعلق بھی مختصراً لکھ دیا جائے تاکہ قارئین کو سیاستِ معاویہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

ابوسفیان کا مختصر تذکرہ

معاویہ کے والد کا نام ابوسفیان ہے، جو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شدید دشمنوں میں سرفہرست تھا۔ اور تمام جنگوں میں کفار کی طرف سے سپہ سالارِ اعظم ابو سفیان ہی ہوتا تھا۔ جنگ بدر کے بعد سے فتح مکہ تک ابوسفیان ہی قریش مکہ کا قائد تھا۔

ابوسفیان کی سیاست کا اندازہ لگائیں کہ قریش مکہ اور دیگر قبائل جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ اسکی سیاست پر اسلام کے خلاف ایک جھنڈے تلے ایک صف میں جمع ہو گئے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خوف سے بظاہر اسلام قبول کیا۔ صحیح مسلم شریف کی ایک روایت شاہد ہے کہ اس زمانہ کے مسلمان (صحابہ) ابوسفیان کی طرف التفات نہ کرتے تھے اور نہ اس کو اپنی مجالس میں بیٹھنے دیتے تھے۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۰۳)

اسی سلسلہ میں مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

ابوسفیان کے تمام پچھلے کارنامے اب سب کے سامنے تھے۔ ایک ایک چیز اس کے قتل کی دعویدار تھی۔ اسلام کی عداوت، مدینہ پر بار بار حملہ قبائل عرب کا اشتعال، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قتل کرانے کی خفیہ سازش ان میں سے ہر چیز اس کے خون کی قیمت ہو سکتی تھی۔

(سیرت النبی جلد اول ص ۵۱۳)

عصر حاضر کے عظیم مورخ ڈاکٹر طٰہٰ حسین ابوسفیان کے بظاہر اسلام لانے پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں:

'' یہ ابوسفیان ہی تھے جو قریش کو نبی کے مد مقابل بنائے رکھنے کی تدبیریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف مکاریاں اور چالبازیاں کرتے رہے، یہاں تک کہ فتح مکہ کے دن آ گئے اور اس وقت اسلام قبول کیا جب مسلمان ہوئے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔

(حضرت علی تاریخ اور سیاست کی روشنی میں)

آنجہانی محمود عباسی کے معتمد علیہ مستشرق ڈاکٹر گبن اپنی کتاب "DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE" جلد پنجم ص 285 پر ایمان ابوسفیان پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں:

ابوسفیان نے دین محمدی کی کس شد و مد سے مخالفت کی اور اس کی مخالفت کتنے طویل عرصے پر محیط ہے، آخر کار وہ مسلمان ہوا بھی تو بے حد تامل کے ساتھ اور اس نے یہ نیا دین محض اس لیے قبول کیا کہ ضرورت وقت اور مفاد کا تقاضا یہی تھا۔

بنو امیہ کے ایک زبردست حامی ابن تیمیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب منہاج السنۃ ج 4 ص 179 پر لکھتے ہیں کہ ایمان ابوسفیان کے بارے میں بعض صحابہ کو اختلاف تھا اسی طرح تابعین میں بھی (بعض صحابہ اور تابعین ابوسفیان کی منافقت کے قائل تھے۔)

بیعتِ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے انکار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کی بھاری ذمہ داریاں سنبھالیں تو اس وقت اس خلافت کو جو عناصر اپنی

تخریبی کاروائیوں کا شکار بنا کر اپنے ناپاک قبائلی اور خاندانی منصوبوں کو عملی جامہ پہنانا چاہتے تھے ان میں ابوسفیان نے بڑا نمایاں کردار ادا کیا۔ انہوں نے قبائلی عصبیت کے پیش نظر نہ صرف حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت سے انکار کیا (تاریخ ابوالفدا ء ج ۱ ص ۱۵۶) بلکہ ایک ہولناک قبائلی فساد کو جنم دینے کی فکر میں سیاسی جوڑتوڑ اور خلیفہ اول کے لیے حالات بگاڑنے شروع کر دیئے وہ مدینہ کے گلی کوچوں میں گشت لگاتے ہوئے یہ شعر پڑھتے پھرتے تھے:

بنی ہاشم لا تطمع الناس فیکم
ولاسیمانیم بن مرۃ او عدی
فماالامر الافیکم والیکم
ولیس لھا الا ابو حسن علی

اے بنو ہاشم! تمہاری موجودگی میں کسی کو امر خلافت کا لالچ نہ کرنا چاہیے اور خصوصاً بنو تیم اور بنو عدی کو پس خلافت تمہارے لیے ہے اور تم خلافت کے لیے ہو اور اس کے لیے کوئی زیبا نہیں مگر علی۔

حضرت علی کو مشورہ

ابوسفیان حضرت علی کے پاس آئے اور کہا: تم نے قبیلہ قریش کے ذلیل ترین فرد کی بیعت کی ہے، تم اٹھنے کو تیار ہو تو میں وادی کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں۔

(انساب الاشراف ج ۱ ص ۵۸۸) (استعیاب ج ۲ ص ۶۸۹)

حضرت علی المرتضیٰ نے ابوسفیان کی نیت بھانپ لی اور اسے ڈانٹا کہ اس تجویز سے تیرا مقصد صرف فتنہ اور فساد برپا کرنے کا ہے تو نے ہمیشہ اسلام کو نقصان

پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

(الطبری ج ۳ ص ۲۰۲۔ ۲۰۳)(صدیق اکبر از سعید احمد اکبر آبادی ص ۹۳)

جنگ یرموک میں ابو سفیان نے مسلمانوں کی طرف سے شرکت کی تھی چنانچہ عبداللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ جنگ یرموک میں ابو سفیان رومیوں کا غلبہ دیکھتے تو کہتے شاباش روم کے بہادر واور جب مسلمانوں کا غلبہ دیکھتے تو کہتے ،افسوس روم کے بادشاہوں کا نام مٹتا نظر آتا ہے ۔عبداللہ نے اس بات کا ذکر اپنے باپ حضرت زبیر سے کیا تو انہوں نے کہا: خدا اس کا برا کرے، یہ نفاق سے باز نہ آئے گا۔

(الاستعیاب ج ۲ ص ۶۸۹)

بخوف طوالت ابو سفیان کے متعلق حوالہ جات کو یہاں پر ختم کیا جاتا ہے اور والدۂ معاویہ جگر خوار ہندہ کا مختصر تعارف کرایا جاتا ہے۔ ابو سفیان کے متعلق کچھ بحث ضمناً استلحاقِ زیاد میں بھی آئے گی۔

والدہ معاویہ جگر خوار ہندہ کا تذکرہ

معاویہ کی والدہ کا نام ہندہ تھا جو عتبہ بن ربیعہ بن عبدالشمس کی بیٹی تھی۔ یہ عتبہ بن ربیعہ جنگ بدر میں کفار مکہ کا سپہ سالار اعظم تھا۔ اس طرح ہندہ ایک سردار کی بیٹی تھی اور مزاج کی بڑی تیز تھی۔ فتح مکہ کے موقع پر جب ہندہ کے شوہر ابو سفیان نے بظاہر اسلام قبول کیا تو ہندہ بول اٹھی اور ابو سفیان کی مونچھیں پکڑ کر کہنے لگی اس تیز چربی والے، بھونڈی پنڈلیوں والے کو قتل کر دو۔

(زادالمعاد ج ۲ ص ۲۳۰)

سیرت النبی میں مولانا شبلی نعمانی نے ہندہ کے بھی بظاہر اسلام قبول کرنے کے طریقہ اور بحث مباحثہ کو گستاخانہ قرار دیا ہے۔

جنگ بدر میں کفار مکہ کا سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ بن عبدالشمس تھا۔ ابوسفیان بن حرب اس کا داماد تھا۔ یعنی ہندہ کا والد اس معرکہ حق و باطل میں باطل کا علمبردار اور سپاہ سالار تھا۔ کفار کا سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ اپنے ساتھ اپنے سگے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید بن عتبہ کو لے کر میدان جنگ میں مبارزہ طلب ہوا۔ عتبہ بن ربیعہ، معاویہ کا حقیقی نانا تھا۔ ابوسفیان کا سگا چچا اور سسر تھا۔ ہندہ مادر معاویہ کا باپ تھا شیبہ بن ربیعہ معاویہ کا ایک رشتہ سے چھوٹا نانا تھا۔ اور دوسرے رشتہ سے دادا تھا۔ ابوسفیان کا چچا اور ہندہ کا بھی چچا تھا۔ ولید بن عتبہ معاویہ کا سگا ماموں اور ہندہ کا سگا بھائی تھا اس جنگ میں علی المرتضیٰ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے انہیں فی النار کر دیا۔ بنی امیہ کے اکثر کڑیل نوجوان اور بوڑھے سردار بنو ہاشم کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

(۱) عتبہ بن ربیعہ بن عبدالشمس کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(۲) شیبہ بن ربیعہ بن عبدالشمس کو حضرت حمزہ نے قتل کیا۔

(۳) ولید بن عتبہ بن ربیعہ بن عبدشمس کو حضرت علی نے قتل کیا۔

(۴) حنظہ بن ابوسفیان بن حرب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

(۵) عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبدشمس کو حضرت علی نے قتل کیا۔

(۶) عاص بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبدالشمس کو حضرت علی نے قتل کیا۔

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۶۵) (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۰) (ابن اثیر ج ۲ ص ۵۲)

غرض ہندہ بنت عتبہ کا پورا گھرانہ تباہ ہوگیا۔ اس واقعہ نے ہندہ کے تن بدن

میں آگ لگادی اور یہ ایک فطری امر تھا جس کا باپ قتل ہو جائے، جوان بیٹا کٹ جائے ،سگا بھائی ذبح ہو جائے، اس کے دل کے پھپھولوں کا اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے۔اس شکست کا بدلہ لینے کے لیے جنگ احد لڑی گئی۔ ہندہ کو اپنے باپ، اپنے بھائی، اپنے چچا اور اپنے جوان بیٹے اور دیگر عزیزوں کے قتل کا انتقام لینا تھا۔ چنانچہ وہ میدان جنگ میں آئی اور بڑھ چڑھ کر دف بجاتی تھی اور کفار بڑھ بڑھ کر حملہ آور ہوتے تھے۔ مسلمانوں نے کفار کو بھاگنے پر مجبور کر دیا مگر چند صحابہ کے گھاٹی چھوڑنے کی وجہ سے کفار نے یکدم پشت سے حملہ کر دیا جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمان شہید ہو گئے۔ جنگ کے بعد ہندہ بنت عتبہ عورتوں کو ساتھ لے کر شہداء کی لاشوں پر آئی۔ان کے ناک، کان کاٹنے شروع کر دیئے یہاں تک کہ ہندہ نے ان شہداء کے ناک کان حتیٰ کہ اعضاء تناسل بھی کاٹ کر ہار کی صورت میں اپنے گلے میں لٹکائے۔ اپنے تمام زیورات اتار کر وحشی قاتل حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کو انعام میں دے دیا۔ پھر حضرت حمزہ کے جگر مبارک کو نکال کر اس نے اپنے منہ میں لے کر چبایا مگر اس کو نگل نہ سکی تب اس کو اگل دیا۔

(سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۱۴۱) (طبری ج ۳ ص ۲۳)
(ابن اثیر ج ۲ ص ٦٦) (ابن خلدون ج ۲ ص ۲۰۷)

اس بناء پر تواریخ میں ہندہ کا لقب جگر خوار لکھا جاتا ہے چنانچہ ایک مشہور شاعر جنہیں قاضی مظہر حسین صاحب نے اپنی کتاب بشارت الدارین میں شاعر اسلام کے لقب سے ملقب کیا ہے۔اپنی کتاب شاہنامہ اسلام ج ۲ ص ۲۸ پر ہندہ کے متعلق رقمطراز ہیں:

ابو سفیان کی زوجہ ہند بھی عتبہ کی دُختر تھی
نہ جانے یہ ابو سفیان کی زوجہ تھی کہ شوہر تھی

عجب عورت تھی جس کے دل میں تھے ارمان مردوں کے
کہ اس کی تیز فطرت کاٹتی تھی کان مردوں کے
بروزِ بدر باپ اس کا سپہ سالار لشکر تھا
پسر بھی ایک افسر بھائی بھی سردارِ لشکر تھا
پدر کو اور پسر کو حضرت حمزہ نے مارا تھا
برادر کا علی المرتضٰی نے سر اُتارا تھا
علی بھی ، حمزہ بھی سرتاج تھے اولاد ہاشم کے
سپہ سالار تھے دونوں سپہ سالار اعظم کے
بڑا کینہ تھا ان دونوں سے اس عورت کے سینے میں
مری جاتی تھی زندہ دیکھ کر ان کو مدینے میں
نرالی بات سوجھی تھی نرالی دھن سمائی تھی
قسم ڈائن نے حمزہ کا جگر کھانے کی کھائی تھی

(شاہنامہء اسلام ج ۳ ص ۲۸)

یہ جگر خوار ہندہ بھی فتح مکہ کے بعد بادل نخواستہ مسلمان ہونے کے لیے آتی ہے چنانچہ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

ان مستورات میں ہندہ بھی آئی، یہ وہی ہند ہے جو رئیس العرب عتبہ کی بیٹی اور معاویہ کی ماں تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اسی نے قتل کرایا تھا اور ان کا سینہ چاک کر کے کلیجہ چبا گئی تھی۔ وہ نقاب پہن کر آئی بیعت کے وقت اس نے نہایت دلیری بلکہ گستاخی سے باتیں کیں جو حسب ذیل ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

ہند: یہ اقرار آپ نے مردوں سے نہیں لیا لیکن بہر حال ہم کو منظور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: چوری نہ کرنا۔

ہند: میں اپنے شوہر ابوسفیان کے مال میں سے دو چار آنے کبھی لے لیا کرتی ہوں معلوم نہیں یہ بھی جائز ہے یا نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اولاد کو قتل نہ کرنا۔

ہند: ہم نے تو اپنے بچوں کو پالا تھا، بڑے ہوئے تو جنگ بدر میں آپ نے ان کو مار ڈالا اب آپ اور وہ باہم سمجھ لیں۔

(سیرت النبی جلد اول ص ۴۸۲)

بالآخر ہُبل (جنگ احد میں اسی ہبل کی جے ابوسفیان نے پکاری تھی) کے یہ پجاری چاروناچار بظاہر مسلمان ہوئے کیونکہ موت یا اسلام کے سوا دوسرا کوئی ذریعہ بقاء نہ تھا۔ جگر خوار ہندہ کے تذکرے میں سردارانِ قریش اور خصوصاً ہندہ کے قریبی رشتہ داروں کے میدان کارزار میں کام آنے کا تذکرہ جو ابھی ہوا ہے یہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے اور انہی وجوہ کی بنا پر امیر معاویہ نے امیر المومنین خلیفۃ المسلمین جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے باغیانہ جنگ کی۔ اس لیے کہ معاویہ کو بچپن سے لے کر جوانی تک کے عالم میں ایسا گھریلو ماحول ملا تھا، جہاں ہر دن اور ہر رات میں اسلام اور خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر مسلمانوں کے خلاف منصوبے تیار کیے جاتے تھے۔ اس امر کو تفصیلی طور پر ''امام برحق سے بغاوت'' کے عنوان کے تحت مستقل طور پر اس کتاب میں پیش کیا جا رہا ہے۔ تاہم یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ مندرجہ بالا واقعات ہی جنگ صفین اور واقعہ کربلا کا خصوصی سبب ہیں اور ان جنگوں میں یہی عوامل کارفرما تھے۔

فضل معاویہ میں موضوع روایات

مشہور سیرت نگار علامہ شبلی نعمانی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب سیرت النبی میں لکھا ہے۔

(۱) حدیثوں کی تدوین بنوامیہ کے زمانے میں ہوئی جنہوں نے پورے نوے برس تک ایشیائے کوچک اور اندلس تک مساجد جامع میں آل فاطمہ کی توہین کی اور جمعہ میں سر منبر حضرت علی پر لعن کہلوایا۔ سینکڑوں ہزاروں حدیثیں امیر معاویہ وغیرہ کے فضائل میں بنوائیں۔

(سیرت النبی ج ا ص ۶۶، ۶۷ مطبوعہ اعظم گڑھ انڈیا)

(۲) ابن تیمیہ جو بنوامیہ کے زیادہ طرفدار ہیں ۔ رقمطراز ہیں کہ ایک طائفہ نے حضرت معاویہ کے فضائل وضع کیے اور پھر اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے من گھڑت احادیث روایت کیں جو سب کی سب جھوٹ ہیں۔

(منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۰۷)

(۳) شیخ محمد بن احمد سفارینی اپنی تصنیف ''لوامع الانوار البہیہ وسواطع الاسرار الاثریہ'' میں امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل سے حضرت علی اور معاویہ کے متعلق سوال کیے تو کہنے لگے: تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت علی کے دشمن بہت تھے ۔انہوں نے حضرت علی میں کوئی نقص تلاش کیا مگر نہ پاسکے تو یہ لوگ ایک ایسے شخص (معاویہ) کی طرف متوجہ ہوئے جس نے حضرت علی سے جنگ وجدال کیا تھا اور ان اعداء علی نے اس کی تعریف بڑھا چڑھا کر کی ؛ جو حضرت علی کے خلاف ایک چال تھی۔

یہ تین اقتباسات تو بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں کہ نواصب نے معاویہ کو ایک

جلیل القدر اور صاحب فضیلت صحابی ثابت کرنے کے لیے حدیثیں وضع کیں اور اس مقصد سے دفاتر کے دفاتر بھر دیئے اور جہاں بھی کسی صحابی کے بارہ میں کوئی کلمہ منقبت دیکھا یا پایا تو اسے فی الفور معاویہ پر چسپاں کر دیا اور معاویہ کو جامع الصفات ثابت کرنے کے لیے تمام صحابہ کے اوصاف ڈھونڈ ڈھونڈ کر انہیں معاویہ کے لیے ثابت کیا گیا۔ بنو امیہ کا جابرانہ دورِ حکومت تقریباً نوے سال رہا تو اس کا اثر کافی لوگوں میں سرایت کر گیا اور معاویہ کو بدقسمتی سے ایک جلیل القدر صحابی تسلیم کر لیا گیا، جو اس امت کا بہت بڑا المیہ ہے، مگر جاننا چاہیے کہ ہر زمانہ میں بعض حق پرست لوگ بھی موجود رہے ہیں، چنانچہ محدثین کا اتفاق ہے کہ معاویہ کی فضیلت میں پورے ذخیرۂ حدیث میں ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

زرقانی ج ۳ ص ۳۲۲	قسطلانی ج ۷ ص ۲۶۴
تنزیہہ الشریعۃ ج ۲ ص ۷	سفر السعادۃ ص ۱۴۳
کشف الخفاء ج ۲ ص ۴۲۰	ضیاء النور ص ۲۲۱
فتح الباری ج ۷ ص ۱۰۴	الموضوعات ج ۲ ص ۲۴
الموضوعات الکبیر ص ۱۶۹	اللالی المصنوعہ ج ۱ ص ۴۲۴
مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۸۵	اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۷۱۶

مجمع بحار الانوار ج ۵ ص ۲۲۱ ۔ منہاج السنۃ ج ۴ ص ۱۱

مدح معاویہ میں چند موضوع روایات کی نشاندہی

یوں تو تمام ذخیرۂ احادیث میں مذکور مدح معاویہ کی روایات وضعی اور من گھڑت ہیں، تاہم چند روایات بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) معاویہ قیامت کے دن مبعوث ہوں گے اور ان پر نور ایمان کی ایک

چادر ہوگی ۔ اس روایت کو ابن حبان نے حذیفہ سے مرفوع روایت کیا ہے اور کہا یہ روایت موضوع ہے۔اس کی سند میں جعفر بن محمد انطا کی ہے جو موضوعات کا راوی ہے۔

(الفوائد المجموعہ ص ۴۰۶)(تذکرۃ الموضوعات ص ۱۴۵)

(اللالی المصنوعہ ص ۴۲۳)(شرح سفر السعادۃ ص ۵۲۲)

(۲) اللہ کے ہاں امین صرف تین ہیں۔میں، جبریل اور معاویہ۔(نسائی۔خطیب)

ابن حبان نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت باطل ہے، موضوع ہے اسے علی بن عبداللہ الفرج البروانی نے وضع کیا ہے۔

(الفوائد المجموعہ ص ۴۰۴)(میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۲۹)

(اللالی المصنوعہ ج ۱ ص ۴۱۷۔۴۱۸)

(۳) تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل سے مشورہ لیا، معاویہ کے کاتب بنانے میں جبریل نے کہا کہ اسے کاتب بنالیں کیونکہ یہ امین ہیں۔

(i) یہ روایت موضوع ہے۔(الفوائد المجموعہ ص ۴۰۴)

(ii) اس کی سند میں غرابت ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۰)(ج ۵ ص ۳۵۴)

(iii) اس روایت میں ایک راوی احرم بن حوشب ہے، جو وضاع ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۵۴)

(iv) اس روایت کا دوسرا راوی بھی منکر الحدیث ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۳ ص ۶۳۰)

مدح معاویہ میں مبالغہ آمیز روایات ومغالطہ خیز اقوال

ناصبیوں نے معاویہ کی مدح میں اس قسم کی روایات اور اقوال بھی نقل کیے ہیں جو بے حد مبالغہ آمیز اور نہایت مغالطہ خیز ہیں۔چند اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) قاضی ابوبکر لکھتے ہیں: یہ مدینۃ الاسلام ہے بنی عباس کا دار الخلافہ، بنو عباس اور بنوامیہ میں جو کشیدگی ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔ اس شہر کے دروازوں پر لکھا ہوا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ابوبکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان پھر معاویہ ہیں۔

(العواصم من القواصم ص ۲۱۳۔ حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی ص ۲۳۸)

اس روایت کی روشنی میں معاویہ فضل وخیر میں خلفاء راشدین کے ساتھ ملحق ہو گئے اور اصحاب عشرہ مبشرہ علیہم الرضوان کے چھ افراد فضیلت میں معاویہ سے متاخر ہو گئے۔

(۲) سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد کسی شخص کو معاویہ سے زیادہ قاضی بالحق نہیں دیکھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۳) (عادلانہ دفاع ج ۱ ص ۱۵۱)

(تبصرہ محمودی برہفوات مودودی جلد اول ص ۲۵)

اس روایت میں راوی محترم کی مہربانی سے معاویہ حضرت علی المرتضیٰ سے بھی سبقت لے گیا مگر جو لوگ معاویہ کو سب صحابہ سے فائق ظاہر کرنے کی پختہ نیت کر چکے تھے وہ اس پر کب قناعت کر سکتے تھے، ایک اور جست لگائی اور معاویہ کو سب صحابہ سے فائق، اعلیٰ وافضل قرار دے دیا۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت معاویہ سے زیادہ کسی کو سردار نہیں پایا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۵) (عادلانہ دفاع ص ۱۵۲)

اس روایت میں معاویہ کو سیاست میں خلفاء راشدین سے بھی افضل قرار دے دیا گیا ہے یعنی معاویہ خلفاء راشدین سے زیادہ رہنمائی کی صلاحیت ولیاقت رکھتا تھا اس

لیے نحن احق بالامر منه من ابیه کا دعویٰ کیا تھا۔ قارئین حوصلہ کر سکتے ہیں تو ایک اور روایت بھی ملاحظہ فرمائیں۔ داشتہ آید بکار۔

(۴) ابن عمرو بن العاص فرماتے ہیں: میں نے معاویہ سے بڑھ کر کسی کو سردار نہیں دیکھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۵)

یہاں راوی نے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قید کو بھی حذف کر دیا، سچ فرمایا جناب صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب تو بے حیا ہو جا تو جو جی میں آئے کر گذر:

لوٹ لیں گلچیں نے سارے گلستاں کی آبرو
داستانِ یار کو رنگیں بنانے کے لیے

خلافتِ علی سے بغاوت کے بنیادی اسباب

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تمام اہلِ مدینہ نے جب امیرالمومنین جناب علی المرتضیٰ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی تو انہوں نے حضرت عثمان کے مقرر کردہ بعض عمال کو معزول کر کے ان کی جگہ دوسرے عامل مقرر فرمائے۔ معاویہ جو عہدِ عثمانی میں شام کا والی تھا اسے بھی معزول کر کے اس کی جگہ دوسرا عامل مقرر کر کے روانہ کر دیا۔ مگر معاویہ نے حضرت علی کی بیعت سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ جب تک قاتلین عثمان کا قصاص نہیں لیا جائے گا، ہم بیعت نہیں کریں گے۔ معاویہ کے بیعت نہ کرنے کے اور بھی چند بنیادی اسباب تھے۔

امیہ بن عبدالشمس جس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کے جد اعلیٰ حضرت ہاشم نے اخلاقی وسیاسی شکست دے کر مکہ سے دس سال کے لیے جلا

وطن کیا تھا، وہ عتبہ اور شیبہ کا سگا چچا تھا اور ولید بن عتبہ کا دادا تھا۔ حرب بن امیہ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم نے اخلاقی شکست دی تھی وہ معاویہ کا سگا دادا تھا، ابوسفیان کا باپ اور ہندہ بنت عتبہ کا سسر اور چچا تھا۔ بنوامیہ اور بنو ہاشم میں شروع سے سیاسی رنجش چلی آرہی تھی اور جنگ بدر میں بنو ہاشم اور بنوامیہ ایک دوسرے کے مقابل میں صف آراء ہو گئے۔ بنوامیہ کے اکثر سردار اور قریشی سردار بنو ہاشم (حضرت حمزہ اور حضرت علی) کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے۔ ہندہ کے تذکرہ میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ معاویہ کے قریبی رشتہ دار اس جنگ میں قتل ہوئے اور حضرت علی نے جنگ بدر میں معاویہ کے سگے بھائی، ماموں، سگے نانا، دادا اور دیگر عزیزوں عقبہ بن ابی معیط اور عاص بن سعید وغیرہ کو قتل کیا تھا۔ تو معاویہ کس طرح حضرت علی کو فراموش کر دیتے اور انہیں اپنا امام تسلیم کر لیتے۔ معاویہ کے ذہن میں اس قبائلی تصادم کی پوری تصویر تھی۔ انہیں برسوں بعد یہ موقع ملا کہ وہ بنوامیہ اور حرب کی شکست کا بدلہ بنو ہاشم سے لیں اور بدر میں مقتول رشتہ داروں کے خون کا انتقام حضرت علی سے لیں۔

معاویہ کی زندگی کے دو اہم مقاصد تھے، اوّلاً خاندان بنی ہاشم سے بالعموم اور حضرت علی سے بالخصوص اپنے رشتہ داروں کے قتل کا بدلہ لیں۔

دوم: ہاشمی خلیفہ سے اقتدار چھین کر اپنے خاندان کی بادشاہت قائم کریں، جس کی خاطر ماضی میں ایک زمانہ تک بنوامیہ اور بنو ہاشم باہم دست و گریباں رہے، یہ بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ بنوامیہ و بنو ہاشم کی آویزش حق و باطل کی ٹکر تھی۔ بنو ہاشم کی جدو جہد کا مقصد مذموم ملوکیت کا قیام نہ تھا بلکہ حق و صداقت اور عدل و انصاف کا قیام تھا۔

ان دو مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے معاویہ نے ہر جائز و ناجائز حربے کو

استعمال کیااوراس جنگ میں وہ حلال وحرام کی تمیز وتصور سے بھی آزاد ہو گئے۔ یہ ان کی خوش قسمتی اور مسلمانوں کی بد قسمتی تھی کہ حضرت عثمان کی شہادت نے وہ حالات پیدا کر دیئے تھے، جنہوں نے معاویہ کی دلی تمناؤں کو پورا کر دیا۔قصاص عثمان کا نعرہ قطعی طور پر مکارانہ سیاست پر مبنی تھا۔ شریعت اور آئین کی رو سے حضرت عثمان کی بیویوں اور اولاد کی موجودگی میں قصاص طلب کرنے کا حق معاویہ کو بالکل نہیں تھا۔ بلکہ قصاص طلب کرنے کے لیے تو یہ لازمی تھا کہ وہ پہلے امیر المومنین کی بیعت کرتے اور پھر معاملہ کسی قاضی یا خود امیر المومنین کے سپرد کرتے۔لیکن بجائے اس کے معاویہ نے حضرت علی سے جنگ بدر کا بدلہ لینے اور ظالمانہ بادشاہت قائم کرنے کے لیے قتال شروع کر دیا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے پردے میں انہوں نے اپنے رشتہ داروں کے خون کا انتقام لینے کے لیے راہ ہموار کی۔ حالانکہ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے محرک بھی یہی لوگ ہیں۔ اور ایک خاص سیاست کے تحت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خود بنو امیہ نے شہید کیا کہ قتل کا الزام حضرت علی پر لگا کر انہیں دنیاء اسلام میں بدنام کر دیں گے اور اس طرح خلافت خود بخود بنوامیہ یعنی معاویہ وغیرہ کے ہاتھ آجائے گی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکتوبات بنام معاویہ وغیرہ اس پر شاہد ہیں کہ انہوں نے معاویہ کو زبردست فوج کے ہمراہ فوری طور پر طلب کیا تھا، چنانچہ مورخ محمد بن سائب کلبی نے ایک خط کا مضمون لکھا ہے اور تصریح کی ہے کہ خط امیر معاویہ کو لکھا گیا تھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، واضح ہو کہ اہل مدینہ نے کفران نعمت کیا ہے، نافرمان ہو گئے ہیں اور میری بیعت توڑ دی ہے، شام کے جنگ

جوؤں کی ایک فوج میری مدد کو بھیج دو۔"

(تاریخ الامم ج ۵ ص ۱۱۵ بحوالہ حضرت عثمان کے سرکاری خطوط ص ۱۸۸)

ابن قتیبہ نے بھی الامامۃ والسیاسۃ ص ۳۶ میں معاویہ کو ارسال کردہ خط نقل کیا ہے، جس کے آخر میں لکھا ہے کہ

"مدد، مدد، اپنے خلیفہ کی مدد جلدی کرو۔ معاویہ جلدی کرو آ جاؤ، ضرور آ جاؤ لیکن مجھے امید نہیں کہ تم آؤ گے۔"

(حضرت عثمان کے سرکاری خطوط ص ۱۸۹)

پھر رہی سہی کسر عمرو بن العاص نے پوری کر دی تھی۔ وہ حیاتِ عثمان میں ان کا شدید ترین مخالف تھا اور بڑے تعجب کی بات ہے کہ زندگی میں انہوں نے حضرت عثمان کی مخالفت کی، جب حضرت عثمان معاویہ سے مدد مانگتے ہیں تو معاویہ مدد کو نہیں آتا۔

لیکن جب معاویہ اور عمرو بن عاص کی سازش سے مروان بن حکم حضرت عثمان کو شہید کر دیتا ہے اور باغیوں کے ذمہ قتل لگا دیتا ہے۔ تو یہی معاویہ وغیرہ حضرت علی سے قصاص طلب کرنے لگ جاتے ہیں، چنانچہ مشہور مصری عالم و محقق ڈاکٹر طہٰ حسین لکھتے ہیں:

"جب حضرت عثمان کا محاصرہ کر لیا گیا تو وہ (معاویہ) نہ مدد کے لیے دوڑ پڑتے ہیں اور نہ فوج کا کوئی دستہ بھیجتے ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر حیرت کی بات یہ ہے کہ جب ان کو اور گورنروں کی طرح حضرت عثمان کا طلب امداد کا خط پہنچتا ہے تو دوسرے گورنروں کی طرح یہ بھی دیر کرتے ہیں اتنی دیر کہ باغی حضرت عثمان کا کام تمام کر چکتے ہیں اور جب سب کچھ ہو لیتا ہے تو خون کے بدلے خون کا دعویٰ لے کر اٹھتے ہیں۔ اگر اس خون کی حفاظت مقصود ہوتی تو اس کے بہنے سے پہلے اقدام ضروری

تھا لیکن جب وقت تھا تو شام میں چپ چاپ بیٹھے رہے اور ایک نڈر کی طرح مناسب فرصت کا انتظار کرتے رہے اور جیسے ہی موقعہ ہاتھ آیا پھر اس سے فائدہ اٹھانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔"

(حضرت علی تاریخ اور سیاست کی روشنی میں)

قصاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آڑ بنا کر معاویہ نے بالکل وہی کچھ کیا جو جنگ بدر کے بعد ابوسفیان نے کیا تھا۔ چنانچہ جنگ بدر کے بعد ابوسفیان نے قسمیں کھائی تھیں کہ وہ غسل جنابت نہ کریں گے، نہ بالوں میں تیل ڈالیں گے جب تک ان کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہو جائے۔

(طبری ج ۲ ص ۲۹۹) (ابن اثیر ج ۲ ص ۵۷)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بشیر بن نعمان حضرت عثمان کا خون آلود کُرتہ اور حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں دمشق لے گئے اور مسجد میں منبر پر لٹکا دی گئیں اور لوگوں نے قسمیں کھائیں کہ نہ تو وہ اپنی بیویوں کے پاس جائیں، نہ احتلام کے بغیر غسل کریں گے، نہ بستروں پر سوئیں گے، نہ ٹھنڈا پانی پئیں گے جب تک کہ قاتلین عثمان کو قتل نہ کر دیں۔

(ابن خلدون ج ۲ ص ۴۲۹) (روضۃ الصفاء ج ۲ ص ۷۹۰)

لوگ معاویہ کے اس فعل سے بڑے متاثر ہوئے، وہ حضرت عثمان کے خون آلود کرتے کو دیکھ دیکھ کر روتے اور کہتے کہ علی نے عثمان کو قتل کیا ہے، یہ بھی سیاست معاویہ ہے کہ امیر المومنین خلیفہء راشد کے خلاف لوگوں کو بغاوت پر اکسانے کے لیے اہل شام کو گمراہ کیا، اس کے علاوہ معاویہ نے بعض جلیل القدر صحابہ کو بھی حضرت علی کے خلاف بھڑکانے کے لیے خطوط ارسال کیے جن میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت سعد بن ابی وقاص قابلِ ذکر ہیں۔

اس کے علاوہ معاویہ نے ہر اس شخص کو بہکانے کی کوشش کی جسے حضرت علی یا بنی ہاشم سے کچھ پرخاش تھی، چنانچہ وہ کسی حد تک اس کام میں فریب کاری کی سیاست کی بناء پر کامیاب ہوئے۔

جنگ صفین ۳۷ھ بمطابق ۶۵۷ء

بالآخر وہ گھڑی آ گئی جس کا معاویہ کو شدت کے ساتھ عرصہ دراز سے انتظار تھا۔ یہ معلوم کرنے کے بعد کہ حضرت علی جنگ کے لیے نکلنے کے لیے تیار ہو چکے ہیں۔ شامیوں کی ایک بڑی فوج لے کر نکل پڑے۔ مقدمۃ الجیش کو پہلے بھیج دیا اور حضرت علی سے پہلے ہی صفین میں پہنچ گئے اور اپنے لشکر کو نہر فرات سے قریب تر ایک اچھے مقام پر اُتارا۔ نہر فرات پر قبضہ کر لیا اور حضرت علی کی فوج کے لیے پانی بند کر دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ کے سپاہیوں نے معاویہ کے فوجیوں کو مار بھگایا اور پانی پر قبضہ کر لیا لیکن حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے بے پناہ جذبہء ایمانی اور اخلاقِ انسانی کی بناء پر پانی کو آزاد کر دیا۔

محرم الحرام گذرنے کے بعد باقاعدہ جنگ شروع ہوئی۔ حضرت علی المرتضیٰ کی فوج نے نہایت جوش و خروش سے لڑائی لڑی۔ اس جوش و خروش کا باعث حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ہیں جو ضعیف العمر ہونے کے باوجود بڑھ بڑھ کر معاویہ کی فوج پر حملہ کرتے اور دوسروں کو بھی اس پر ابھارتے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو اکانویں (۹۱) برس کا سن ہے لیکن حق کی حمایت نے آپ کو جوانوں سے بڑھ کر مستعد اور شجاعت و بہادری کا پیکر بنا دیا ہے۔ بجلی کی طرح کڑکتے اور رعد کی طرح گرجتے ہیں۔ جس طرف رخ کرتے ہیں صفیں درہم برہم ہو جاتی ہیں۔ میدان جنگ

میں حق کے علمبردار کا معاویہ کے علمبردار عمرو بن عاص سے مقابلہ ہو جاتا ہے۔ آوازِ حق بلند کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں اسی علمبردار (عمرو بن عاص) سے اس کے زمانہ کفر میں تین بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں لڑ چکا ہوں۔ اب یہ چوتھی بار ہے، خدا کی قسم اگر یہ لوگ ہم کو شکست دیتے ہوئے مقام ہجر تک پسپا کر دیں جب بھی میں یہی سمجھوں گا کہ ہم لوگ حق پر ہیں۔

(ماخوذ از ترجمہ ابن خلدون)

نیز حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا ایک اور قول بھی کتب میں مذکور ہے کہ حضرت عمار نے قسم کھا کر کہا کہ اگر اصحاب معاویہ اصحاب علی سے جنگ کریں یہاں تک کہ ہجر کی چوٹیوں تک بھی پہنچ جائیں تب بھی انہیں اس امر میں شک نہ ہوگا کہ حضرت علی ان کے امام برحق ہیں اور اس کی ضد باطل پر ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۴۳) (تطہیر الجنان ص ۳۳) (مسند امام احمد ج ۴ ص ۳۱۹)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ اے عمار: تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ روایت (تقتلك الفئة الباغية) تقریباً تیس صحابہ کرام سے مروی ہے اور محدثین نے اس روایت پر متواتر ہونے کا حکم لگایا ہے اور بعض نے قریب بتواتر کہا ہے۔

(۱) علامہ عنایت اللہ لکھتے ہیں:

حدیث: (تقتلك الفئة الباغية) تجھکو باغی گروہ قتل کرے گا، تقریباً بتواتر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے۔

(الهداية المرجاة ص ۱۲۰)

(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ایں خبر نزدیک بتواتر است۔

(مدارج النبوۃ ج ا ص ۲۵۱)

شیخ ممدوح اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں:

ایں حدیث را طرق کثیرۃ بالغہ بمرتبہء شہرت وتواتر چنانچہ در رسالہ "تعیم البشارۃ" ذکر کردہ ایم۔"

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۵۵۰)

علاوہ ازیں:

(۱) علامہ سیوطی نے الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۴۰ میں

(۲) عبدالرؤف المناوی نے فیض القدیر ج ٦ ص ٦٦ ۳ میں

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ ج ٦ ص ۴ ۲۷ اور التلخیص الحبیر ص ۴۳۴۷ میں۔

(۴) علامہ ذہبی نے تاریخ الاسلام ج ۲ ص ۱۸۰ میں۔

(۵) حافظ ابن عبدالبر نے الاستعیاب ج ۲ ص ۲۲۴ میں۔

(٦) امام زرقانی نے شرح المواہب ج ۷ ص ۲۲۰ میں۔

(۷) علامہ الکحلانی نے سبل السلام ج ۳ ص ۲۵۸ میں۔

(۸) نواب صدیق حسن خان نے مسک الختام ص ۳۰۱ اور بعینہٖ فی شرح العقائد ص ۶۳ میں۔

(۹) نور الحسن ابن صدیق حسن خان نے فتح العام ص ۲۱۴ میں

(۱۰) السید محمد عمیم الاحسان نے فقہ السنن والآثار ص ۳۷٦ حاشیہ میں

(۱۱) مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی نے مولانا رشید احمد گنگوہی کی تقاریر بعنوان لامع الدراری جمع کی ہیں ان میں بحوالہ اصابہ لکھا ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ (لامع الدراری ج ا ص ۱۷۴)

پھر سید احمد رضا صاحب بجنوری نے انوار الباری میں جو در حقیقت علامہ انور شاہ کشمیری کے افاضات ہیں لکھا ہے کہ الاصابہ ج ۲ ص ۵۶، نیز تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۴۱۰ میں لکھا ہے کہ متواتر روایات و آثار سے یہ بات منقول ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ قتل کرے گا اور الاستعیاب ج ۲ ص ۴۲۴ میں علامہ محقق ابن عبد البر نے بھی یہی بات لکھی ہے۔ (انوار الباری ج ۱۲ ص ۱۷)

حضرت عمار بن یاسر کا فیصلہ کن قول

عن قیس قال قلت لعمار ارایتم صنیعکم هذا الذی فی امر علی ارایا رایتموه او شیئا عهده الیکم رسول الله صلی الله علیه وسلم ، فقال ما عهد الینا رسول الله صلی الله علیه وسلم شیأ لم یعهد ہ الی الناس کافة ولکن حذیفة اخبرنی عن النبی صلی الله علیه وسلم قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فی اصحابی اثناء عشر منافقا فیهم ثمانیه لایدخلون الجنة حتیٰ یلج الجمل فی سم الخیاط ثمانیة منهم تکفیهم الدبیلة واربعة لم احفظ ما قال شعبة فیهم۔

(صحیح مسلم جلد ثانی کتاب احکام المنافقین وصفاتہم)

ترجمہ: قیس سے روایت ہے میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے پوچھا (حضرت عمار بن یاسر جنگ صفین میں حضرت علی کی طرف تھے) تم نے جو حضرت علی کے مقدمہ میں کیا ہے (ان کا ساتھ دیا اور لڑے معاویہ سے) یہ تمہاری رائے ہے یا تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باب میں کچھ عہد و

پیمان لیا تھا۔ حضرت عمار نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم سے کوئی ایسی بات نہیں فرمائی جو اور عام لوگوں سے نہ فرمائی ہو لیکن حضرت حذیفہ نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ میں سے بارہ منافق ہیں ان میں سے آٹھ جنت میں نہ جائیں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھسے (ان کا جنت میں جانا محال ہے، ان میں آٹھ کو دبیلہ سمجھ لے گا (دبیلہ: پھوڑا) اور چار کے بارے میں اسود یہ کہتا ہے جو راوی ہے اسی حدیث کا کہ مجھے یاد نہ رہا شعبہ نے کیا کہا۔

دوسری حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ بارہ منافق ہیں جو جنت میں نہ جائیں گے، نہ اس کی خوشبو سونگھیں گے یہاں تک کہ اونٹ گھسے سوئی کے ناکے میں۔ ان سب کو دبیلہ (پھوڑا) تمام کر ڈالے گا۔ یعنی ایک آگ کا چراغ ہوگا جو ان کے مونڈھوں میں پیدا ہوگا اور ان کی چھاتیاں توڑ کر نکل آوے گا۔

(صحیح مسلم ج ۲)

صحیح مسلم شریف کی یہ حدیث نہایت ہی قابلِ توجہ اور غور طلب ہے اور اس حدیث کی مدد سے تمام معاملہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ ایک آدمی حضرت عمار بن یاسر سے سوال کرتا ہے کہ تم جنگ صفین میں حضرت علی المرتضیٰ کے دھڑے پر کیوں ہو تو حضرت عمار اسے کوئی اور جواب دینے کی بجائے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سناتے ہیں یعنی اس حدیث کا مضمون سوال کا جواب ہے۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ ان بارہ منافقین میں سے بعض مخالف فوج میں موجود ہیں۔ دبیلہ سے موت کی علامت سے معلوم ہوا کہ معاویہ ان ہی بارہ میں سے ایک تھا حضرت حذیفہ نے اس

جانب اشارہ کیا ہے، ملاحظہ ہو:

(۱) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو بھی وصیت فرمائی تھی، چنانچہ حضرت حذیفہ کے صاحبزادے جنگ صفین میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی معیت میں باطل پرستوں سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے خود اپنے بارے میں پوچھا تھا کہ میرے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ تو حضرت حذیفہ نے حضرت عمر کو بتلایا کہ تمہارا نام تو ان میں شامل نہیں ہے مگر تمہارا ایک حاکم جو شام پر مقرر ہے اس کا نام ان میں موجود ہے۔

(الاعلام از خیر الدین الزرکلی ج ۲ ص ۱۷۱)

اس واقعہ کا تذکرہ ابن عبدالبر نے استعیاب میں اور ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ میں حذیفہ بن یمان کے ترجمہ کے تحت کیا ہے۔

(۳) معاویہ کی ہلاکت دبیلہ سے ہوئی۔ کتاب کے آخر میں اس امر کو مدلل ثابت کیا جائے گا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جنگ صفین میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جہاد پر بہت زیادہ حریص تھے اور مسلسل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہمت افزائی کرتے رہے۔ چنانچہ ابن تیمیہ رقمطراز ہیں:

''اور حضرت عمارؓ تو نہیں حکم دیا اسے کسی نے اصحاب معاویہ سے جنگ کا بلکہ وہ خود ان کے ساتھ جنگ کرنے میں سب لوگوں سے زیادہ حریص تھے اور شدید ترین رغبت رکھتے تھے جنگ میں اور ان کی حرص دوسروں کی نسبت عظیم تھی اور وہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے لوگوں کو جنگ پر برانگیختہ کرتے تھے۔''

(منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۱۲)

جنگ صفین جاری ہے اور شام کا وقت ہے۔ آفتاب غروب ہو چکا ہے پھر بھی

جنگ شباب پر ہے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دودھ کے چند گھونٹ حلق سے اتار کر فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا کہ دودھ کا یہ گھونٹ تیرے لیے دنیا کا آخری توشہ ہے۔ یہ فرما کر آپ دشمن فوج میں گھس گئے۔ آپ کی زبان پر یہ کلمات تھے: میں آج اپنے دوستوں سے ملوں گا، آج میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوران کے گروہ سے ملاقات کروں گا۔ جوش کا یہ عالم ہے کہ جدھر رخ فرماتے ہیں صف کی صف زیروزبر ہوجاتی ہے۔ معاویہ کی فوج میں ایسے سپاہی بھی شامل ہیں جو حضرت عمار کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سے واقف ہیں۔ وہ آپ کے مقابلہ میں آنے سے بچتے ہیں لیکن ابو الغادیہ آپ کو نیزہ مارتا ہے اور آپ گر پڑتے ہیں اور دوسرا شقی آپ کو شہید کردیتا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) آپ کی شہادت نے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔ حق و باطل کا دوٹوک فیصلہ کردیا۔

حضرت عمار کے قاتل انعام کی خاطر معاویہ کے پاس آتے ہیں۔ دونوں کا دعویٰ ہے کہ میں عمار کا قاتل ہوں۔ عمرو بن عاص کہتا ہے: خدا کی قسم دونوں جہنم کے لیے لڑ رہے ہیں۔ معاویہ برہم ہوکر کہتا ہے: عمرو! تیرا تو بڑھاپے کی وجہ سے دماغ خراب ہوگیا ہے، یہ لوگ ہمارے لیے جانیں قربان کررہے ہیں اور تم ان کے متعلق ایسی بات کہہ رہے ہو، چنانچہ عمرو بن عاص نے اپنی تلوار روک لی اور جنگ سے کنارہ کشی کے لیے تیار ہوگئے لیکن معاویہ نے تسلی دی کہ عمار کے قاتل ہم نہیں بلکہ وہ گروہ ہے جو ان کو میدان جنگ میں لایا۔ قاتلینِ عمار کے متعلق تقریباً یہی بات حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے بھی کہی جس پر معاویہ بہت برہم ہوا۔

(سیر المہاجرین ج۱ ص۲۳۹)

امام ابوبکر جصاص رازیؒ احکام القرآن میں لکھتے ہیں:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے باغی گروہ کے خلاف تلوار سے جنگ کی اوران کے ساتھ وہ اکابر صحابہؓ اور اہل بدر تھے جن کا مرتبہ سب جانتے ہیں، اس جنگ میں وہ حق پر تھے اور اس میں اس باغی گروہ کے سوا جوان سے برسرِ جنگ تھا اور کوئی بھی ان سے اختلاف نہ رکھتا تھا مزید برآں خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمادیا تھا کہ تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ ایک ایسی خبر ہے جو تواتر کے ساتھ منقول ہوئی ہے اور عام طور پر صحیح مانی گئی ہے، حتیٰ کہ خود معاویہ سے بھی جب عبداللہ بن عمرو بن العاص نے اسے بیان کیا تو وہ انکار نہ کر سکے۔ البتہ انہوں نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ عمار کو تو اس نے قتل کیا ہے جو انہیں ہمارے نیزوں کے آگے لے آیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب معاویہ کی اس تاویل کی خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ اس طرح کی تاویل سے تو یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حضرت حمزہ کے قاتل خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے کیونکہ آنحضرت نے ہی حضرت حمزہ کو کفار سے لڑنے کے لیے بھیجا تھا۔

(احکام القرآن ج ۳ ص ۴۹۲)

معاویہ کی یہ تاویل بالکل فاسد ہے۔ قاتل عمار کا نام ابوالغادیہ ہے جو باغی گروہ سے تھا، معاویہ کا فوجی تھا اور خود معاویہ اس فوجِ بغاوت کا سالار تھا۔ کتابوں میں مذکور ہے کہ ابوالغادیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھتا تھا۔

(تاریخ الاسلام للذہبی ص ۲۵۴)

مسند امام احمد میں اسی سے ایک صحیح روایت مروی ہے جس میں وہ بتایا کرتا تھا کہ صفین میں اس نے کس طرح حضرت عمار کو شہید کیا۔

(مسند امام احمد ج ۲ ص ۷۶)

عمرو بن عاص سے مروی ہے، یہ خود کہا کرتا تھا کہ ہم یقین کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرد کو محبوب رکھتے تھے۔

لوگوں نے کہا: وہ کون ہے؟

کہا: عمار بن یاسر۔

لوگوں نے کہا: وہ تمہارے ہاتھوں صفین کے روز قتل کیا گیا تھا۔

جواب دیا: ہاں اللہ کی قسم اسے ہم نے ہی قتل کیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۶۳)(تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۱۷۸)
(مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۹۲)

مجھے ان لوگوں کے دین و ایمان پر تعجب ہے جو چودھویں و پندرھویں صدی میں معاویہ اور عمرو بن العاص کی وکالت کرتے ہوئے انہیں خون عمار سے بری قرار دینے کے لیے جھوٹی قسمیں بھی کھاتے ہیں جبکہ معاویہ اور عمرو بن عاص خود حلفیہ طور پر قتل عمار کا اقرار کر رہے ہیں۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار کی فوج سے ایسا شدید حملہ کیا کہ لشکر بغاوت کی صفیں درہم برہم ہو گئیں، جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ صفوں کو چیرتے ہوئے معاویہ کے خیمہ کے نزدیک پہنچ گئے اور معاویہ کو للکارا اور فرمایا: اے معاویہ! ہم تم نپٹ لیں۔ یہ سن کر عمرو بن عاص نے معاویہ سے کہا کہ یہ فیصلہ تو اچھا ہے، معاویہ نے جواب دیا کہ تم کیوں اس فیصلے کو اپنے لیے ناپسند کرتے ہو کیا تم کو معلوم نہیں کہ جو علی کے مقابلہ میں جاتا ہے مارا جاتا ہے اور تو چاہتا ہے کہ میں قتل ہو جاؤں اور میرے بعد تو حکومت کرے۔

(ابوالفدا ء جلد اول ص ۱۷۶)

مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ معاویہ لڑنے کے لیے نہ نکلا اور

نہ جرأت کر سکا اور عمرو بن عاص کو برانگیختہ کیا۔ عمرو بن عاص جب میدان جنگ میں آیا تو جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فاتح خیبر نے حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو عمرو بن عاص نے گھوڑے سے گر کر خود کو برہنہ کر لیا۔ تو جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے منہ پھیر لیا اور عمرو بن العاص بچ کر بھاگ گیا۔ تو معاویہ نے عمرو بن العاص کو مخاطب ہو کر کہا تو اپنی شرمگاہ کا ممنون ہو جس نے تجھے بچا لیا۔

(اخبار الطوال ص ۱۸۹) (روضۃ الصفاء ج ۲ ص ۸۵۴) (خلفائے راشدین ص ۲۵۳)

اب شیرِ خدا نے لشکرِ اعداء پر سخت حملہ کیا تو معاویہ کو یقین ہو گیا کہ شامی فوج کے قدم اکھڑ جائیں گے۔ چنانچہ اس نے عمرو بن عاص سے مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جائے تو عمرو بن عاص نے کہا کہ میری بات مانیں تو لوگوں کو حکم دیں کہ قرآن کھول کر کھڑے ہو جائیں اور کہیں کہ اہلِ عراق! ہم تمہیں قرآن کی طرف بلاتے ہیں۔ الحمد سے والناس تک جو کچھ ہے اس کے مطابق فیصلہ ہو جائے۔ آپ یہ کام کریں گے تو اہلِ عراق میں پھوٹ پڑ جائے گی اور اہلِ شام کی جمعیت بندھی رہے گی۔ چنانچہ معاویہ نے اس تجویز کو پسند کیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۲۵۵)

چنانچہ اس تجویز پر عمل ہوا اور دمشق کا مصحف اعظم پانچ نیزوں پر باندھ کر آگے اٹھایا گیا اور اس کے پیچھے سینکڑوں قرآن مجید نیزوں پر بلند کر لیے گئے اور شامی هذا کتاب اللہ بیننا وبینکم ۔ کا نعرہ لگا رہے تھے۔ عمرو بن عاص اور معاویہ کی اس سیاست کا تیر نشانہ پر بیٹھا اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فوج میں پھوٹ پڑ گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو جنگ کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ کے بندو! تم اپنے حق وصداقت اور اپنے دشمنوں سے جنگ پر قائم رہو کیونکہ معاویہ، عمرو بن عاص، ولید بن عقبہ بن ابی معیط، حبیب بن مسلمہ، عبداللہ بن ابی سرح اور

ضحاک بن قیس نہ دین والے ہیں نہ قرآن والے ہیں۔ میں تم سے زیادہ ان لوگوں سے واقف ہوں۔ یہ بچپن میں بہت زیادہ شرارتی تھے اور بڑے ہو کر انتہائی بدمعاش بن گئے۔ تم پر افسوس ہے انہوں نے وہ شے نیزوں پر اٹھائی ہے جسے یہ کسی اور وقت ہاتھ بھی نہیں لگاتے اور یہ نہیں جانتے کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے صرف تمہیں دھوکہ دینے اور فریب کرنے کے لیے قرآن اٹھایا ہے۔

(ابن الاثیر ج ۳ ص ۱۳۶)(ابوالفدا ء ج ۱ ص ۱۷۷)(ابن خلدون ج ۲ ص ۷ ۴۳)

بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج کا ایک حصہ قرآن مجید کے نام پر فریب کا شکار ہو گیا اور لوگوں نے جنگ بندی کے لیے بہت زیادہ اصرار شروع کر دیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو چار و ناچار جنگ بند کرنا پڑی۔

واقعہء تحکیم

التوائے جنگ کے بعد فریقین نے اپنا ایک ایک نمائندہ (حکم) مقرر کیا۔ معاویہ نے عمرو بن عاص کو اپنا حکم نامزد کیا۔ جبکہ اہلِ عراق نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو اپنی طرف سے نمائندہ منتخب کیا۔ حالانکہ حضرت علی نے فرمایا تھا کہ مجھے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا انتخاب پسند نہیں ہے اس لیے کہ اس نے جنگ جمل میں میری رفاقت نہیں کی اور لوگوں کو میرا ساتھ دینے سے روکتا تھا۔ میں عبداللہ بن عباس کو اپنی طرف سے نمائندہ نامزد کرتا ہوں۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فوج میں بعض دنیا دار قسم کے لوگ بھی شامل تھے جن میں اشعث بن قیس کندی سرفہرست تھا۔ یہ شخص عہدِ نبوت میں مسلمان ہوا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد مرتد ہو گیا اور اپنے قبیلے کو ابھار کر جنگ کی مصیبت میں مبتلا کر دیا اور خود قوم سے غداری کر کے بڑی عجلت سے مدینہ آ گیا۔ توبہ کی اور اپنا خون بچا لیا۔ حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن اُم فروہ اس کے نکاح میں دے دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے فارس کے بعض مقامات کا والی بنا دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے جب شام پر چڑھائی کا ارادہ فرمایا تو اسے معزول فرما دیا تھا۔ یہ معزول ہونے کے باوجود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی فوج سے آملا، اور جب سیاست معاویہ سے قرآن اُٹھائے گئے اور ثالثی کی تجویز ہوئی تو یہی اشعث بن قیس تھا۔ جس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بڑی شدت کے ساتھ مجبور کیا کہ وہ یہ تجویز منظور فرمالیں اور مجھے یہ بھی خیال ہے کہ یہ بھی سیاست معاویہ ہی تھی۔ اشعث اور اس کے یمنی آدمیوں کو سخت اصرار تھا کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ہی حکم چنا جائے۔ یہ تمام واقعات اتفاقی طور پر ظہور پذیر نہیں ہوئے بلکہ معاویہ کے مکروفریب (سیاست) سے معرض وجود میں آئے۔

بہر حال علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حکم مقرر ہوئے۔ عمرو بن العاص جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس اقرارنامہ لکھنے کو حاضر ہوا۔ کاتب نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھا: ھذا ما تقاضیٰ علیہ امیر المومنین۔ عمرو بن عاص نے جھٹ کاتب کا قلم پکڑ لیا اور کہنے لگا: یہ ہمارے امیر المومنین نہیں ہیں۔ تمہارے ہوں گے، یہی اشعث بن قیس بولا کہ امیر المومنین کا لفظ ضرور محو کردو۔ تو جناب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں اللہ اکبر! صلح حدیبیہ میں بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔ کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ رسول اللہ نہیں لکھنے دیا۔ کاتب نے لکھنا شروع کیا کہ یہ وہ تحریر ہے جس کو علی بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان نے باہم بطور اقرارنامہ لکھا ہے ہمیں اللہ کا حکم تسلیم ہے، ہمارے اختلافات کے لیے اللہ کی کتاب از اول تا آخر

ہمارے درمیان ہے۔ اللہ کی کتاب نے جس کو زندگی بخشی ہم اسے زندہ رکھیں گے، جس کو اس نے مردہ کیا ہم بھی اسے فنا کے گھاٹ اُتاریں گے، دونوں حکم اللہ کی کتاب میں جو کچھ پائیں گے اس کی اتباع کریں گے اور وہ حکم ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اور عمرو بن العاص ہوں گے۔ ہم نے ان دونوں سے عہد و پیمان لیا ہے کہ اللہ کی کتاب کے صاف اور صریح حکم کے مطابق فیصلہ کریں گے۔

(طبری ج۶ ص ۲۹) (ابن خلدون ج ۲ ص ۴۳۹) (حضرت علی از طٰہٰ حسین ص ۹۳)

اس تحریر کو پڑھیے اور سوچئے کہ ایک بات بالکل چھوڑ دی گئی، آخر اختلاف کس بات کا تھا؟ معاویہ خون عثمان کا بدلہ لینے کا بظاہر مدعی تھا لیکن کیا بات ہے کہ معاویہ وغیرہ نے اس کا تذکرہ بھی معاہدہ میں نہ آنے دیا۔ اس معاہدے سے معاویہ اور اس کے ماننے والے تمام چیلے چانٹے عبرت حاصل کر سکتے تھے اور کر سکتے ہیں نیز ان کے اس مفروضے کا بھرم بھی کھل گیا کہ معاویہ قصاص عثمانؓ کا مدعی تھا، اور اسے حصولِ خلافت کا شوق نہ تھا۔ اب آپ آگے حکمین کی گفتگو ملاحظہ فرمائیں اور سیاست معاویہ کے نشیب و فراز دیکھیں۔

حکمین کی گفتگو

وقت مقررہ پر طرفین کے نمائندے ازرح نامی مقام پر اکٹھے ہوئے جو دومۃ الجندل کے نواح میں واقع ہے۔

عمرو بن عاص نے کہا: ابوموسیٰ تم جانتے ہو کہ عثمان مظلوم مارے گئے ہیں اور معاویہ اور اس کی قوم کے لوگ عثمانؓ کے ولی اور وارث ہیں۔

ابوموموسیٰ نے کہا: ہاں

ابن عاص پھر بولے: کہ تب تمہیں معاویہ کی خلافت تسلیم کرنے میں کون سا

امر مانع ہے۔ وہ قریش بھی ہیں نیز ماہر سیاست اور ماہر نظم حکومت ہیں۔ معبذا اوہ ام المومنین ام حبیبہ کے بھائی بھی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس سے قریبی قرابت اور کیا ہو سکتی ہے؟ اگر تم میری رائے سے اتفاق کر لو تو جس شہر کی حکومت بھی چاہو فوراً تمہیں دے دی جائے گی۔

ابوموسیٰ: عمرو! خدا سے ڈرو، امارت و خلافت سیاست دانی اور مہارت حکومت کی بناء پر نہیں دی جاتی۔ خلیفہ دینداری، تقویٰ اور دیانت داری کی بناء پر بنایا جاتا ہے اور اگر قریش کی شرافت نسبی کا لحاظ کیا جائے تو اس اعتبار سے بھی علی ہی مستحقِ خلافت ہیں۔ میں اللہ کے کاموں میں رشوت نہیں لیتا ہاں اگر تم اتفاق کر لو تو فاروقِ اعظم کا عہد لوٹ آئے اور عبداللہ بن عمر اپنے باپ کی یاد تازہ کریں۔ عمرو! تمہیں میرے بیٹے کو خلیفہ بنانے میں کیا عذر ہے؟ تم اس کی حالت اور صلاحیت و استعداد سے واقف ہو۔

ابوموسیٰ: تمہارا بیٹا بے شک صالح اور سچا آدمی تھا لیکن تم نے اسکو بھی فتنہ میں ملوث کر رکھا ہے۔

عمرو بن عاص: پھر تم بتاؤ کیا کیا جائے۔

ابوموسیٰ: میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ ہم علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ دونوں کو معزول کر دیں اور خلیفہ کے انتخاب کو مسلمانوں کے سپرد کر دیں، وہ جسے چاہیں خلیفہ منتخب کر لیں۔

عمرو بن عاص یہ سن کر خوشی سے اچھل پڑا اور ابوموسیٰ کو مخاطب کر کے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بزرگ صحابی ہیں اور عمر میں بھی بڑے ہیں، جس بات پر ہم نے باہم اتفاق کیا ہے آپ کھڑے ہو کر اسے لوگوں کو سنا دیں۔

ابوموسیٰ عمرو بن عاص کی چال اور فریب میں آ گئے۔ اُٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا: اے لوگو! ہم نے بہت غور وخوض کیا ہم دونوں نے جس رائے پر اتفاق کیا۔ عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ امت مسلمہ میں صلح کروادے۔

ابوموسیٰ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بول اٹھے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ تم کو دھوکہ دیا جائے گا۔ پہلے عمرو کو کہنے دو۔

ابوموسیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بات پر توجہ دیئے بغیر کہا کہ ہم نے علی اور معاویہ دونوں کو معزول کیا، جس کو تم چاہو خلیفہ بناؤ۔ یہ تقریر ختم ہوتے ہی عمرو بن عاص اٹھا اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا: تم لوگ گواہ رہو کہ ابوموسیٰ نے اپنے ساتھی علی کو معزول کر دیا میں بھی انہیں معزول کرتا ہوں اور معاویہ کو ان کی جگہ برقرار رکھتا ہوں۔ وہ عثمان کے ولی، جانشین اور ان کی خلافت کے مستحق ہیں۔

ابوموسیٰ نے یہ بات سنتے ہی کہا کہ تم نے یہ کیا کیا، خدا تمہیں توفیق نہ دے۔ تم نے دھوکہ دیا ہے اور عہد کی خلاف ورزی کی ہے۔ تمہاری مثال اس کتے کی ہے کہ اس پر بار ڈالا جائے تب بھی ہانپے اور چھوڑ دیا جائے تب بھی ہانپے۔

(عقد الفرید ج ۲ ص ۵۹) (طبری ج ۴ ص ۵۱۔ ج ٦ ص ۴۰)
(ابن سعد ج ۴ ص ۲۵٦) (ابن خلدون ج ۴ ص ۲۷۵)
(البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۸۲۔ ۲۸۳) (ابن اثیر ج ۳ ص ۱٦۸)

حکمین کے متعلق پیشگوئی

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جناب صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واقعہ

تحکیم کی خبر دی خصائص میں ہے کہ بیہقی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بنو اسرائیل میں اختلاف پیدا ہوا جو بڑھتا رہا حتیٰ کہ انہوں نے حکمین مقرر کیے تو انہوں نے غلط فیصلہ کیا اور دوسروں کو بھی غلطی پر ڈالا اور اس امت میں بھی اختلاف پیدا ہوگا۔ ان کا اختلاف بھی بڑھے گا حتیٰ کہ وہ حکمین مقرر کریں گے جو گمراہ کریں گے اور جو ان کی پیروی کریں گے وہ بھی گمراہ ہوں گے۔ الخ۔

(ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۲۷۶)

عمرو بن عاص کا غدر

قائدین اہلِ شام معاویہ اور عمرو بن عاص وغیرہ نے اس کتاب اللہ کو اُمت میں افتراق و انتشار پیدا کرنے کی غرض سے اس کی انتہائی بے حرمتی کرتے ہوئے استعمال کیا۔ جس مقدس کتاب کا مقصد اتحاد اور الفت و محبت پیدا کرنا تھا۔ لیکن صد افسوس کہ قرآن مجید کی اس درجہ توہین جو توہین فاسد اغراض و مقاصد کے تحت کی گئی، کو اجتہاد کہا جا رہا ہے۔ دوسری طرف حیلہء اسقاط میں نیک مقصد سے احترام کو ملحوظ رکھتے دوران قرآن کو بدعت کہا جاتا ہے، پھر فیصلہ کرتے وقت جس طرح ان لوگوں نے اپنے کردار بد کا مظاہرہ کیا وہ بے حد افسوس ناک ہے اور قائدین اہلِ شام کا یہ فعل نہایت ہی شرمناک اور مکروہ ہے۔ عمرو بن عاص نے معاویہ کے مشورہ اور رضامندی سے فیصلہ تحکیم میں جو مکروہ کردار ادا کیا ہے اور معاہدہ سے روگردانی کی ہے، تاریخ اور سیرت میں اسے غدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

(ا) عبیداللہ انور صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری عمرو بن عاص کی اسی غلط بیانی پر ششدر رہ گئے اور فرمایا: یہ اعلان صریح غداری اور بے ایمانی ہے۔

(خدام الدین شمارہ ۲۲ جون ۱۹۶۲ء)

(۲) شاہ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری بہت نیک دل اور سادہ بزرگ تھے۔ اس خلاف بیانی سے ششدر رہ گئے اور چلاّ کر کہنے لگے یہ کیا غداری ہے یہ کیا بے ایمانی ہے۔ سچ یہ ہے کہ تمہاری حالت بالکل اس کتے کی طرح ہے جس پر لادو جب بھی ہانپتا ہے اور چھوڑ دو جب بھی ہانپتا ہے۔

(خلفائے راشدین ص ۲۱۲۔ تاریخ الاسلام)

(۳) مولانا قاضی شمس الدین صاحب لکھتے ہیں:

قوله فلما تفرق الناس ولم يصلح الامر لغدر عمرو بن العاص مع ابی موسیٰ۔ الخ

(الہام الباری ص ۱۵۱)

(۴) فقال ابو موسیٰ مالك لا وفقك غدرت وفجرت۔

(الخلفاء الراشدون ص ۴۳۶ از عبدالوہاب النجار مطبوعہ بیروت)

لواء الغدر رعند استہ (غدر کا جھنڈا)

(۱) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن عصر کے بعد خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ نے قیام قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب کچھ بیان فرما دیا۔ جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔ اس خطبہ میں آپ نے فرمایا: دنیا شیریں اور سبز ہے اللہ تعالیٰ اس میں تم کو خلیفہ بنانے والا ہے پس دیکھنے والا ہے تم کیا عمل کرتے ہو، خبردار دنیا سے بچو اور عورتوں سے پھر آپ نے ذکر کیا کہ ہر عہد توڑنے والے کے لیے ایک نشان ہوگا اور اس کی عہد شکنی کے موافق ہوگا۔ عام سردار کی عہد شکنی سے بڑھ

کر اور کوئی عہد شکنی نہیں۔ اس کی مقعد (دبر) میں اس نشان کو گاڑ دیا جائے گا۔
(مشکوٰۃ باب امر بالمعروف)

(۲) حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم کو عصر کی نماز پڑھائی اور خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اس کی ہمیں خبر دی اور ایک بات بھی نہیں چھوڑی۔ جس نے انہیں یاد رکھا یاد رکھا۔ اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔ آپ نے جو کچھ فرمایا اس میں یہ بھی ہے۔ دنیا سرسبز ہے میٹھی ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس میں اپنا خلیفہ بنایا ہے اب وہ دیکھتا ہے کہ تم اس میں کیسے عمل کرتے ہو، خبردار دنیا سے بچو، عورتوں سے بچو، خبردار کسی آدمی کو لوگوں کی ہیبت حق بات کہنے سے نہ روکے۔ جبکہ اسے حق معلوم ہو جائے یہ کہہ کر ابو سعید روئے اور فرمایا: ہم نے خدا کی قسم کئی باتیں ایسی دیکھیں مگر ہم ان کے خلاف کہنے سے ڈر گئے اور جو کچھ آپ نے فرمایا اس میں یہ بھی تھا آگاہ ہو جاؤ۔ ہر بے وفا غدار کے لیے قیامت کے دن اس کی بے وفائی اور غداری کے اندازہ کے مطابق جھنڈا نصب کیا جائے گا اور کوئی بے وفائی اور غداری امام کی عام بغاوت سے بڑی نہیں۔ اس کا جھنڈا اسکی مقعد کے پاس گاڑا جائے گا۔
(ترمذی جلد ۲ ابواب الفتن)

(۳) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ حاشیہ پر لکھا ہے کہ قیامت کے دن غدار کے مقعد (پاخانہ کے مقام) میں غدر کا جھنڈا گاڑا جائے گا۔
(شرح مشکوٰۃ حاشیہ)

ان احادیث نبویہ کی رو سے عمرو بن عاص اور معاویہ جنہوں نے امام برحق جناب علی المرتضیٰ سے غداری کی اور واقعہ تحکیم میں عہد شکنی (غدر) کیا تو قیامت کے دن معاویہ صاحب اور عمرو بن عاص کی مقعدوں میں غدر کا جھنڈا نصب کیا جائے گا۔

لطیفہ

روز قیامت سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لواء الحمد ہوگا جو لوگ اس جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے، شفاعت کے حقدار ہوں گے اور یہ لواء الحمد جناب علی المرتضیٰ اٹھائیں گے جبکہ معاویہ اور عمرو بن عاص کے پاخانہ کے مقام میں غدر کے جھنڈے لواء الغدر نصب ہوں گے۔ حضرت علی کو ماننے والے لواء الحمد کے نیچے ہوں گے اور جنت میں جائیں گے اور معاویہ صاحب کے پیروکار اور حامی لواء الغدر کے نیچے ہوں گے اور اپنے ٹھکانے پر اپنے مقتداؤں کے پیچھے جائیں گے۔

پسند اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا

واقعہ تحکیم پر بے لاگ تبصرہ

تحکیم کے سلسلہ میں تحریری طور پر جو معاہدہ ۱۳ صفر المظفر کو لکھا گیا تھا اس میں سب سے اہم بات یہ تھی کہ اللہ کے حکم اور اس کی کتاب قرآن کو قبول کرتے ہیں اور کتاب اللہ کے علاوہ ہمیں کوئی فیصلہ قبول نہ ہوگا۔ دونوں حکمین کتاب اللہ میں جو حکم پائیں گے اس پر عمل کریں گے۔ قرآن کی روشنی میں فیصلہ کریں گے اور سنت عادلہ جامعہ غیرہ متفرقہ پر عمل کریں گے اب چاہیے تو یہ تھا کہ حکمین قرآن مجید کے حکم پر عمل کرتے۔ اس سلسلے میں سنت نبوی کی پیروی کرتے مگر یہاں معاملہ اُلٹا ہے حکمین نے تحریری معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قرآن کو پست پشت ڈال دیا۔ سنت نبوی کو چھوڑ دیا اور آپس میں وہ باتیں کیں جو معاہدہ کی تحریر میں نہ تھیں۔ جن کے شرعاً وہ مجاز نہ تھے۔ انہوں نے اپنے عہد کو نہ نبھایا اور بندر بانٹ شروع کر دی۔

عمرو بن عاص نے مذاکرات کی ابتداء میں اعلیٰ درجہ کا اور چونکا دینے والے

مطالبہ یعنی اپنے بیٹے کو منصب خلافت دینے کی قرارداد پیش کی۔ مقصد یہ تھا کہ اس قرارداد پر اتفاق نہ ہونا ہے نہ ہوگا۔ تب اس سے دست بردار ہو کر خندہ پیشانی، فراخ دلی اور رواداری کے مظاہرے کا تاثر فریق مخالف کو دیا جائے گا۔ اس مطالبہ کا کمتر حصہ حضرت علی کو خلافت سے معزول کرنا تھا اور یہی معاویہ اور عمرو کا مدعا و منشاء تھا چنانچہ ابوموسیٰ کا ذہن اس کے لیے تیار ہو گیا۔ اس نے عبداللہ بن عمرو کی تجویز کو مسترد کر دیا اور عبداللہ بن عمر کا نام پیش کر دیا۔ عمرو نے ابوموسیٰ کے ذہنی رجحان اور قلبی میلان کو مدنظر رکھتے ہوئے ابوموسی کو اس تجویز سے ہٹا کر خلافت کو مسلمانوں کے انتخاب کی تحویل میں دیا اور علی و معاویہ کی معزولی اور خلافت کے لیے جدید انتخاب کی تجویز پر ابوموسیٰ کو قائل کر لیا۔

معاویہ اور عمرو اسی نکتہ تک رسائی چاہتے تھے۔ عمرو پہلے ہی معاویہ سے حکومت مصر پر ایمان کی سودے بازی کر چکا تھا۔ اس قرارداد کا اعلان عمرو کی غداری کی وجہ سے معاویہ کے حق میں پروپیگنڈے کا ذریعہ بن گیا۔ معاویہ اور اس کے ساتھی اسلام اور اسلامی اصولوں سے کامل انحراف کے ساتھ بنو ہاشم اور خصوصاً حضرت علی علیہ السلام سے انتقام کے خواہاں تھے جو درحقیقت اسلام سے انتقام تھا نیز بنوامیہ کی جابرانہ ملوکیت قائم کر کے اپنے خاندانی وقار کو بحال کرنا چاہتے تھے جو فتح مکہ کے وقت اسلام کے سامنے پامال ہوا تھا بہرحال حکمین کے متعلق تو خود حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام نے اپنے مکتوب گرامی میں لکھا ہے کہ ان دونوں خطا کار حکمین نے کتاب اللہ کے خلاف فیصلہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے برعکس اپنی خواہشات نفسانی پر چل پڑے۔ لہٰذا نہ سنت ہی پر عمل کیا نہ قرآن مجید ہی کا حکم جاری کیا۔

(الطبری ج ۶ ص ۴۴) (اخبار الطوال ص ۲۱۹)

(الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۳۶) (الکامل المبرد ج ۳ ص ۱۴۷)

جناب علی کا ایک اہل عمل

واقعہ تحکیم کے ڈرامہ کا جب سین ڈراپ ہوتا ہے اور اس کی خبر جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو ملتی ہے تو امیر المومنین علی علیہ السلام نماز میں قنوت پڑھنے لگے اور بددعا کرنے لگے:

اللهم لعن معاويه و عمرو بن عاص و حبيباً
عبدالرحمٰن بن مخلص و ضحاك بن قيس و ابالاعور۔

یعنی اے اللہ! لعنت بھیج معاویہ، عمرو بن عاص، حبیب، عبدالرحمٰن، ضحاک اور ابوالاعور پر۔

(تاریخ ابن خلدون مترجم ج ا ص ۵۳۹) (علمی محاسبہ ص ۴۴۳)
(مودودی دستور و عقائد کی حقیقت ص ۱۴) (کتاب الآثار مترجم ص ۱۱۳)

اور چونکہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم خلیفہ راشد ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين۔۔الخ

یعنی تم پر میری سنت لازم ہے اور میرے خلفاء راشدین کی سنت جو ہدایت یافتہ ہیں۔الخ۔

(ترمذی شریف ج ۲ ص ۹۲) (ابن ماجہ ص ۵)
(ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۹) (مسند دارمی ص ۲۶)
(مسند امام احمد ج ۴ ص ۲۷) (مستدرک حاکم ج ا ص ۹۵)

ملا علی قاری مرقاۃ علی المشکوٰۃ ج ا ص ۳۰ پر اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ خلفاء راشدین نے درحقیقت آپ ہی کی سنت پر عمل کیا یا اس لیے کہ انہوں نے خود قیاس اور استنباط کر کے اس کو اختیار کیا۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی

ارقام فرماتے ہیں کہ جس چیز کے بارے میں حضرات خلفاء راشدین نے حکم دیا ہے اگر چہ وہ حکم ان کے قیاس و اجتہاد سے صادر ہوا ہو وہ بھی سنت کے موافق ہے۔
(اشعۃ اللمعات ج ا ص ۱۳۰)

اور علامہ ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں کہ سنت وہ ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین عامل تھے، عام اس سے کہ وہ اعتقادات ہوں یا اعمال و اقوال اور یہی سنتِ کاملہ ہے۔
(جامع العلوم والحکم ج ا ص ۱۹۱)

مندرجہ بالا تقریر سے واضح ہو گیا ہے ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہتا ہے اس پر خلفاء راشدین کی پیروی لازم ہے اور حضرت علی المرتضیٰ اہلسنّت کے نزدیک تسلیم شدہ چوتھے خلیفہء راشد ہیں، لہٰذا ہر سُنی پر لازم ہے کہ وہ بھی باقاعدگی سے جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی سنت پر عمل کرے اور معاویہ اور اسکے ہواخواہوں سے تبراء کرے۔

صلحاءِ اُمت نے علی کے اس عمل کو نمونہ بنایا

واقعہء تحکیم جو قرآن کے نام سے خود قرآن، خدا اور رسول کی شریعت سے ایک صریح غداری تھی۔ اس وجہ سے کہ اس غداری کے سبب اسلامی نظام حکومت کو ختم کر کے ظالمانہ بادشاہت قائم کی جانی تھی، جو دعویٰ الوہیت کے مترادف اور دنیا میں سب سے بڑی بدعنوانی اور غنڈہ گردی، دہشت گردی اور تخریب کاری ہے۔ جمہوریت کے پردے میں آمریت بھی اسی ملوکیت کا ایک پرتو ہے۔ جناب علی المرتضیٰ ان دین اسلام (نظام الٰہی) کے غداروں پر لعنت بھیجتے تھے تو ان کی پیروی میں حضرت ابن عباس، جنہیں خیر الامت کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور حضرت شریح بن ہانی بھی

با قاعدہ نماز فجر میں معاویہ، عمرو بن عاص، ابوالاعور اسلمی، حبیب عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید، ضحاک بن قیس اور ولید پر نام لے لے کر لعنتیں ارسال کرتے تھے۔

(طبری ج ۲ ص ۴۰) (ابن اثیر ج ۳ ص ۱۶۸)

(البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۸۳) (ابن خلدون ج ۲ ص ۱۱۷)

ابوبکر جصاص رازی نے "احکام القرآن جلد اول میں لکھا ہے کہ حضرت علی کی پیروی میں امام حسن و حسین اور اس عہد کے تمام صحابہ کرام معاویہ سے تبرا کرتے تھے مشہور ناصبی حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی نے بھی علی احمد عباسی کی کتاب سے سرقہ کر کے ایک کتاب بعنوان "سیدنا معاویہ شخصیت و کردار" ترتیب دی جسے اپنی تصنیف ظاہر کیا ہے اس کی ج ۲ ص ۱۱۶ پر مفصل طور پر یہ واقعہ لکھا ہے نیز قاضی مظہر حسین صاحب نے علمی محاسبہ ص ۴۴۳ پر اس کا تذکرہ کیا ہے۔

جنگ صفین کے بارے میں اکابرین اُمت کی آراء

معاویہ نے قصاصِ دم عثمان کو آڑ بنا کر حصولِ خلافتِ فرعونی اور نقض سلسلہء خلافتِ الٰہی کے لیے امیر المومنین علی علیہ السلام سے جو جنگ صفین کے مقام پر لڑی اس جنگ کے بارہ میں اکابرین ملت جنہوں نے معاویہ کو باغی، خاطی، ظالم، باطل، جائر، فاسق وغیرہ برے القابات سے یاد کیا ہے ان کی آراء پر مبنی حوالہ جات کتب پیش کیے جاتے ہیں حالانکہ ان آراء کے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسلیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان "فئۃ باغیۃ" "یدعونک الی النار" فیصلہ کن ہے۔ حضرت علی اور تمام صحابہ کے فیصلہ جات بھی حتمی ہیں لیکن جو لوگ مُلا مشائخ کی پرستش کے عادی ہیں انہیں بھی حق سے آگاہ کرنا لازم ہے۔

(۱) زرقانی ج ۷ ص ۳۲۱ ۔۔قال الامام عبدالقاهر اجمعة

الامۃ۔الخ

(۲) فیض القدیر ج۶ ص ۳۶۶۔۔۔بغاۃ ظالمون لہ۔

(۳) بحر العلوم شرح مسلم الثبوت ص ۴۴۲۔ فمخالفۃ کان علی الباطل۔

(۴) سنن الکبریٰ للبیہقی ج۸ ص ۱۷۴۔ فسقوا وظلموا

(۵) شرح السنۃ للبغوی ج۱۰ ص ۲۲۵ مخطئین

(۶) ردالمختار شامی ج۳ ص ۳۳۸، اھل البغی

(۷) مجمع بحار الانوار ج۱ ص ۱۳۲۔ ۲۰۰، باغیۃ. ظالمۃ خارجۃ

(۸) اعلاء السنن ج۱۵ ص ۴۲، بغاۃ. الجائر، نہایت خوب عبارت ہے

(۹) شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص ۸۲۔ ۸۷ مخطئیاً. البغی والخروج

(۱۰) مجمع بحار الانوار ج۲ ص ۱۷۹۔ الفئۃ الباغیۃ

(۱۱) شرح شفا ملا علی قاری ج۲ ص ۵۵۶۔ یجوز نسبتھم الی الغطاء والبغی والخروج والفساد۔ فساد برپا کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

(۱۲) مرقاۃ ملا علی قاری ج۱۱ ص ۱۷۱ ظالمین باغین۔

(۱۳) نسیم الریاض ج۳ ص ۱۶۶ مخطیٔ الخارجۃ المتجاوزۃ۔

(۱۴) تمہید عبدالشکور السالمی ص ۱۸۲ باغین مخطئین۔

(۱۵) الجامع للاحکام از قرطبی ج۸ ص ۳۱۸۔

(۱۶) شرح شفاء ملا علی قاری ج۱ ص ۶۸۷۔ فکانوا ھم البغاۃ۔ الغاریۃ المتجاوزۃ۔

(۱۷) فتاویٰ عزیزی ص ۲۲۵۔ص ۳۸۰ مرتبک کبیرہ، باغی فاسق، متغلب۔

(۱۸) ہدایہ اخیرین ص ۱۳۳

(۱۹) فتح القدیر ج ۵ ص ۴۶۱ ھذا التصریح بجور معاویۃ بصرح بانھم بغاۃ۔

(۲۰) العنایۃ ج ۵ ص ۴۶۱

(۲۱) فتح الباری جلد اول ص ۵۴۱۔ ۵۴۳

(۲۲) تحفہ اثنا عشری، ہدیہ مجیدیہ ص ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ باغی، متغلب، فاسق، گناہ کبیرہ کا مرتکب۔

(۲۳) الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۲۶ ظالما لہ متعدیاً باغیاً۔

(۲۴) تحذیر العبقری ج ۱ ص ۲۳۴

(۲۵) فیض الباری ج ۲ ص ۵۲۔ بغی اعلیٰ علی۔

(۲۶) تفسیر احمدی ص ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ظھر الفسق انتشر الجور

(۲۷) احکام القرآن جصاص رازی ج ۳ ص ۲۴۶۔ص ۴۰۰

(۲۸) الاستعیاب ج ۲ ص ۴۸۰۔ انھم علی الباطل

(۲۹) الاصابہ ج ۲ ص ۵۱۲۔

(۳۰) انوار الباری ج ۱۲ ص ۲۷، خوب تفصیل ہے۔

(۳۱) فیض القدیر ج ۱ ص ۲۰۴ بغاۃ فی کفوۃ الباطل۔

(۳۲) البحر الرائق ج ۶ ص ۲۷۴

(۳۳) فتح الملہم ج ۳ ص ۹۴۔ بغاۃ

(۳۴) تفسیر حقانی ج ۷ ص ۷۱۔ ۷۲۔ بغاۃ خطا کار۔

(۳۵) التلخیص الحبیر ج ۲ ص ۳۴۷۔
(۳۶) اصول الدین ص ۱۹۷۔۱۹۸۔ معاویۃ علی الباطل
(۳۷) الروضۃ الندیہ ج ۱ ص ۴۱۳ فبیھم ظاہر۔ باغیا، بغاۃ۔
(۳۸) مشکوٰۃ شریف ۵۳۲
(۳۹) عقائد اسلام ص ۱۱۱۔ ص ۱۵۹۔ ص ۳۰۰
(۴۰) فقہ السنن والآثار ص ۲۷۶۔ ۳۰۲
(۴۱) البدایۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ باغین، تاویل بعید جدا۔
(۴۲) مکتوبات امام ربانی ج ۱ ص ۲۷۲، ج ۲ ص ۱۷۵ محاربان باغیان۔
(۴۳) مالابد منہ ص ۱۵
(۴۴) روح المعانی ج ۲۶ ص ۳۱۷ معاویہ ومن معہ الباغین
(۴۵) جامع الفوائد (فتاویٰ نور الہدیٰ ص ۲۰۴
(۴۶) السیف المسلول ص ۳۷۵۔ معاویہ باطل پر تھے۔
(۴۷) لسان الحکام ص ۳
(۴۸) شرح المقاصد ج ۲ ص ۳۰۶۔ اول من بغیٰ فی الاسلام معاویۃ۔

محمد بن ابی بکر کا قتل

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اسماء بنت عمیس کے بطن سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق کی رحلت کے بعد امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان کی والدہ سے عقد فرما لیا تھا اور محمد کو اپنے

دامن تربیت میں پرورش فرمایا۔ امیر المومنین انہیں بہت ہی محبوب رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ محمد میرا بیٹا ہے اگرچہ ابوبکر کے صلب سے ہے۔ جنگ صفین سے پہلے مصر کا نظام حکومت امیر المومنین نے محمد بن ابی بکر کے ہاتھ میں دیدی تھی۔ جنگ صفین کے بعد معاویہ نے اسلامی حکومت کے سرحدی علاقوں پر جارحانہ حملے شروع کردیئے اور سب سے پہلے معاویہ کی نگاہ مصر پر پڑی۔ چنانچہ معاویہ نے اپنے مشیروں عمرو بن عاص، حبیب بن مسلمہ، بس بن ارطاۃ، ضحاک بن قیس اور عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید سے مشورہ کرکے عمرو بن عاص کی سرکردگی میں مصر پر ۳۸ھ میں حملہ کردیا۔ حضرت علی کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اشتر نخعی کو ان کی مدد کے لیے بھیجا لیکن معاویہ نے انہیں راستہ ہی میں شہید کروادیا۔ اشتر نخعی کی شہادت کے بعد محمد بن ابی بکر پر حملہ کرکے انہیں شہید کردیا گیا اور پھر ان کی لاش کو گدھے کی کھال میں لپیٹ کر آگ سے جلادیا گیا:

انا للہ وانا الیہ راجعون

(طبری ج۶ ص ۶۰) (ابن اثیر ج ۳ ص ۱۵۳)

(الاستعیاب ج ۱ ص ۲۳۵) (ابن خلدون ج ۲ ص ۴۴۹)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب حضرت محمد بن ابی بکر کی اندوہناک شہادت کی خبر ملی تو بہت غمگین ہوئیں اور اس واقعہ کے بعد ہر نماز میں معاویہ اور عمرو بن عاص پر لعنت بھیجتی تھیں۔ بعض کتب میں لکھا ہے کہ ہر نماز میں ان کے لیے بددعا فرماتی تھیں۔

(طبری جلد ۶ ص ۶۰ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۴۴ تاریخ ابن الوردی ص ۲۴۵)

معاویہ کی مزید کارستانیاں

محمد بن ابی بکرؓ کی شہادت کے بعد مصر پر معاویہ کا غاصبانہ قبضہ ہو گیا اور عمرو بن عاص مصر کا والی بنا دیا گیا اب معاویہ کی نگاہیں دیگر اسلامی شہروں کی طرف اُٹھیں ،ہم ان کی تفصیل میں نہیں جاتے صرف مختصر حالات پیش کیے جاتے ہیں۔

۳۹ھ میں معاویہ نے نعمان بن بشیر کو دو ہزار کا لشکر فجار دے کر عین التمر کی طرف روانہ کیا۔ یہاں کے علوی حاکم مالک بن کعب نے انہیں شکست دی۔ اسی سال معاویہ نے مزید لوٹ مار کے لیے عبداللہ بن مسعدہ فزاری کو سترہ سو آدمیوں کے ساتھ تیما کی جانب روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ جن دیہاتوں سے اس کا گذر ہو وہاں کی عوام سے زکوٰۃ زبردستی وصول کی جائے اور جو کوئی انکار کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ عبداللہ بن مسعدہ لوٹ مار اور قتل و غارت کرتا ہوا جب مکہ اور مدینہ پہنچا تو امیر المومنین حضرت علی نے مسیب بن بخیہ کو مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ تیما میں دونوں کا مقابلہ ہوا، عبداللہ بن مسعدہ کو شکست ہوئی اور بھاگ گیا، اسی سال معاویہ نے ضحاک بن قیس کو تین ہزار کے لشکر کے ساتھ واقصہ کے علاقے کی طرف روانہ کیا۔ ضحاک بن قیس نے معاویہ کی ہدایات کے مطابق لوٹ مار جاری رکھی۔ ضحاک کا لشکر جدھر سے گذرتا لوگوں کے مال چھین لیتا اور جو اعراب حضرت علی کے حامی معلوم ہوتے انہیں قتل کر دیتا۔ امیر المومنین کو اطلاع ہوئی تو آپ نے حجر بن عدی کو چار ہزار کا لشکر دے کر روانہ کیا۔ تدمر کے مقام پر دونوں کا سامنا ہوا لیکن ضحاک بن قیس کا لشکر بھاگ گیا۔

ذوالحجہ ۳۹ھ میں معاویہ نے یزید بن شجرہ رہاوی کو اپنی طرف سے امیر الحج بنا کر بھیجا، لیکن امن حرم کی وجہ کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ اسی سال معاویہ نے عبدالرحمٰن

بن قباث بن اشیم کو جزیرہ کی طرف لوٹ مار اور قتل و غارت گری کے لیے بھیجا۔ اس لشکر کو بھی ذلت کی شکست اُٹھانی پڑی اور لشکر بھاگ گیا۔ اسی سال معاویہ نے زبیر بن مکحول کو زبردستی صدقات اور زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا لیکن علوی فوج نے مفسدین کو شکست فاش دی۔ دومۃ الجندل کے علاقہ میں معاویہ نے مسلم بن عقبہ کو اپنی بیعت لینے کے لیے بھیجا، امیر المومنین کو خبر ہوئی تو آپ نے مالک بن کعب کو مفسد و مسرف کو شکست دی اور وہ راہ فرار اختیار کر گیا۔

بسر بن ارطاۃ کی ظالمانہ کاروائیاں

واقعہ تحکیم کے بعد یوں تو معاویہ نے بیت المال کی لوٹ کھسوٹ، قتل و غارتگری اور فساد فی الارض کو نکتہ عروج تک پہنچا دیا۔ جس کی بناء پر معاویہ کا شمار دنیا کے چند معروف دہشت گردوں، مفسدین اور تخریب کاروں میں ہونے لگا۔ اوپر ۳۹ھ میں اس سلسلہ کی اجمالی تصویر پیش کی گئی ہے لیکن ۴۰ھ میں معاویہ نے بسر بن ارطاۃ کو لوٹ مار اور قتل و غارت کی غرض سے خصوصی ہدایات کے ساتھ روانہ کیا۔ اس لیے بسر بن ارطاۃ کی ظالمانہ کاروائیوں کو علیحدہ عنوان دیا گیا ہے۔

مؤرخین بسر بن ارطاۃ کو جلاد کے نام سے یاد کرتے ہیں اور یہ معاویہ کے پالتو غنڈوں میں سب سے زیادہ جفا کار تھا۔ ابن حجرؒ کے قول کے مطابق معاویہ نے بسر کو یمن اور حجاز کی طرف ۴۰ھ کے اوائل میں روانہ کیا اور حکم دیا کہ جن لوگوں کو حضرت علی کا محب و مطیع پائے، انہیں تاخت و تاراج کرے، پس بسر نے ایسا ہی کیا۔

بسر نے اہلِ مدینہ کو خوفزدہ کرنے کے لیے بعض گھروں کو ڈھا دیا اور ظلم و ستم کا دور شروع کر دیا جس شخص کے بارے میں کچھ علم ہوا یا ذرا شبہ ہوا کہ یہ شخص حضرت

علی کا طرفدار ہے، اسے بڑی بے دردی سے قتل کرڈالا۔ اس کا مال اسباب لوٹ لیا گیا
، پھر بسر نے مسجد نبوی کے منبر پر کھڑے ہو کر اہلِ مدینہ کو دھمکی دی کہ اگر معاویہ نے
مجھے مشروط طور پر پابند نہ کیا ہوتا تو میں اس شہر میں کسی بالغ انسان کو قتل کیے بغیر نہ
چھوڑتا اور یہ دھمکی بھی اس نے ایسی حالت میں دی کہ مدینہ کے کسی بھی متنفس نے
مقابلہ میں ہاتھ نہیں اٹھایا تھا نیز جبراً معاویہ کی بیعت لی تب مسلمان صحابہؓ نے اس
بیعت کو اور جس کے لیے بیعت لی جارہی تھی، گمراہی اور گمراہ قرار دیا۔
(ابن جریر طبری ج ۴ ص ۱۰۶) (الکامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۹۲)

اس کے بعد بسر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا، وہاں قتل و غارتگری اور لوٹ مار
کے بعد یمن کی طرف بڑھا، اس سفر کے دوران بھی اس نے حضرت علی کے
ساتھیوں میں سے خلقِ کثیر کو قتل کیا، یمن پہنچ کر اس نے وہاں کے قائم مقام گورنر
عبداللہ الحاوی اور اس کے بیٹے کو قتل کردیا۔ پھر عبیداللہ بن عباس کے دو چھوٹے معصوم
بچوں کو پکڑ کر ان کی والدہ کے سامنے بڑی بے رحمی سے ذبح کردیا۔ ان بچوں کی ماں
اس صدمہ سے دیوانی ہوگئی، حضرت علی کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے بُسر کے لیے بد
دعا فرمائی چنانچہ یہ ملعون آخر عمر میں پاگل ہوگیا تھا، انسانی فضلہ کھاتا تھا۔
(مروج الذہب ص ۱۰۳)

یمن میں قتل و غارتگری کے بعد یہ سفاک بُسر ہمدان پر حملہ آور ہوا، وہاں
وسیع پیمانے پر خونریزی کی اور مسلمان عورتوں کو پکڑ کر لونڈیاں بنایا۔
(استعیاب ج ۱ ص ۶۵)

مؤرخین لکھتے ہیں کہ بُسر نے تقریباً ۳۰ ہزار آدمیوں کو قتل کیا، یہ تعداد ان
لوگوں کے علاوہ ہے جنہیں جلا کر پھونک ڈالا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت

عام مؤرخین کا رجحان اس طرف ہے کہ خارجیوں نے باہمی صلاح مشورہ سے حضرت علی المرتضیٰ، معاویہ اور عمرو بن عاص کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ معاویہ اور عمرو بن عاص اتفاق سے بچ گئے اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے لیکن راقم ناکارہ کو شہادت علی المرتضیٰ کے سلسلہ میں عام مورخین سے اختلاف ہے اور میں علیٰ وجہ البصیرت یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت علی کی شہادت بھی معاویہ اور اس کے ساتھیوں کی سازش کا نتیجہ ہے۔

امیر خورد نے ''سیر الاولیاء'' میں یہی لکھا ہے چنانچہ عبدالرحمٰن بن ملجم مشہور خارجی نے معاویہ کی اعانت سے کوفہ کی جامع مسجد میں نمازِ فجر کے وقت شبیب بن بجرہ کی ہمراہی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر اچانک حملہ کر دیا۔ زخمی ہونے کے بعد تیسرے دن ۲۰ رمضان المبارک یکشنبہ ۴۰ھ کو رشد و ہدایت کا چراغ شہنشاہِ ولایت۔ معاویہ کی سیاست کا شکار ہو کر دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

اِمام حسن علیہ السلام کی خلافت

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد اہل حل وعقد نے امام حسن علیہ السلام کی بیعت کر لی اور امام حسن علیہ السلام رمضان المبارک سن ۴۰ھ میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ تو معاویہ صاحب کو موقع ہاتھ آ گیا فوری طور پر اسلامی حکومت پر غاصبانہ قبضہ کرنے کے لیے کاروائی کرے۔ چنانچہ عبداللہ عامر کریز کو مقدمۃ الجیش کے طور پر مدائن کی طرف روانہ کر دیا۔ امام حسن علیہ السلام کو اطلاع ملی تو آپ نے قیس بن سعد انصاری ؓ کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کے لیے بھیجا اور خود بھی ان کے عقب میں روانہ ہوئے۔ رباط پہنچ آپ کو اپنی فوج میں کمزوری اور پہلوتہی کے آثار نظر آئے اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ معاویہ نے اسلامی بیت المال کو جولُوٹا تھا ۔ وہ مال مختلف قبائل کے سرداروں کو رشوت کے طور پر دیا۔ بعض لوگوں کو عہدوں کا لالچ دیا۔

عمرو بن حریث، اشعث بن قیس اور شیث بن ربعی کو لکھا کہ تم میں سے جو شخص امام حسن علیہ السلام کو قتل کر دے گا تو میں اپنی بیٹی کا عقد اس سے کروں گا۔ بارہ ہزار درہم نقد بھی ادا کروں گا اور فوج کے اعلیٰ عہدے پر بھی مامور کروں گا۔ معاویہ کی اس سیاست نے اکثر لوگوں کو امام حسن علیہ السلام سے منحرف کر دیا۔ چنانچہ جب شامیوں سے مقابلے کا موقع آیا تو عراقیوں نے غداری کا ثبوت دیا لیکن اس کے باوجود قیس بن سعد ؓ کے ماتحت بارہ ہزار سپاہی کٹ مرنے کو تیار تھے۔ اس کے علاوہ چالیس ہزار کوفی آپ کے ایک اشارہ پر سر کٹانے کو تیار تھے۔

(ابن عساکر ج ۲ ص ۲۱۹)

خود امام حسن علیہ السلام نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ عرب کے سر

میرے قبضہ میں تھے۔جس سے میں صلح کرتا وہ اس سے صلح کرتے اور جس سے میں جنگ کرتا اس سے وہ جنگ کرتے۔

(مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۷۰)

لیکن امام علیہ السلام ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ معاویہ میرے نانا کا کلمہ پڑھنے والوں کا یہ حال کرے، کیونکہ معاویہ ہی کی سیاست سے جنگ جمل، جنگ صفین اور معاویہ کی جانب سے قتل وغارت اور لوٹ مار کی دیگر مہمات میں ہزار ہا حفاظ قرآن وسُنّت قتل ہوئے تھے۔معاویہ کا تو منشاء ہی یہ تھا کہ بقیہ مسلمان بھی صفحہء ہستی سے مٹ جائیں تو اپنے باپ ابوسفیان کا دین پھر سے نافذ کردے۔ان حالات و واقعات کی روشنی میں تحفظ اسلام و مسلمین کی خاطر آپ نے معاویہ سے صلح کر لی، نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی ، پھر ملک عضوض، جبریت وسرکشی اور فساد فی الارض ہوگا۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ ص ۴۶۰)

اس روایت پر تمام فقہاء ومحدثین نے اعتماد کیا ہے، تفصیل کے لیے مندرجہ ذیل کتب کی طرف مراجعت کریں۔فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۶۸، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۳۴، العرف الشذی ص ۴۶۳، بذل المجہود ج ۵ ص ۲۰۰، نووی علیٰ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۹، السراج الوہاج ج ۲ ص ۱۹۳، مرقاۃ ج ۱، ص ۱۲۳، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۸۷، مظاہر حق ج ۴ ص ۲۹۷، نبراس علیٰ شرح العقائد ص ۵۰۴، شرح الفقہ الاکبر ص ۷۸، شرح مواقف ص ۷۴۱، فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۴۰۶، منہاج السنۃ ص ۲۳۹، مکتوبات مجدد الف ثانی ص ۲۵۵، ازالۃ الخفاء، تحفہ اثناء عشریہ اور فتاویٰ عزیزی وغیرہ۔

شرائطِ صلح

کتب تاریخ میں بعض شرائط بھی مذکور ہیں، جن کے تحت حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کر لی تھی۔ چند شرائط یہ ہیں:

(۱) کسی کوفی کو محض بغض وکینہ کی بنا پر گرفتار نہ کیا جائے۔

(۲) بلا استثناء سب کو امان دی جائے۔

(۳) حضرت علی پر اس طرح برسرِ عام سب وشتم نہ کیا جائے کہ حضرت حسن کے کانوں تک پہنچے۔

(۴) کوفہ کے دارابجرد کا خراج آپ کے لیے مخصوص کرایا جائے۔

(۵) معاویہ کے بعد امام حسن خلیفہ ہوں گے۔

(اخبار الطوال ص ۲۳۱) (طبری ج ۷ ص ۳) (صواعق محرقہ ص ۸۱)
(البدایہ والنہایہ ج ۸) (تاریخ اسلام ص ۳۰۸)

مصالحت کے باوجود دل صاف نہیں تھے

اگرچہ امام حسن علیہ السلام نے بعض مصالح کے پیش نظر معاویہ بن ابی سفیان سے صلح فرمالی تھی، تاہم قلبی تصفیہ نہیں ہوا تھا اور کدورتیں باقی تھیں۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آیا اس خیر کے بعد پھر شر ہوگا، جیسے پہلے تھا؟

آپ نے فرمایا: ہاں۔

میں نے عرض کیا: پھر اس سے بچاؤ کی کیا صورت ہوگی؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تلوار (قتال سے فتنہ کو دبانا ہوگا)۔

میں نے عرض کیا: آیا اس قتال کے بعد کچھ بقیہ خیر کا ہوگا۔

فرمایا: ہاں، امارت ہوگی ناگوار اور صلح ہوگی جس میں دھوئیں کی آمیزش ہوگی۔

ایک اور روایت میں ہے:

"ھدنة علیٰ دخن وجماعة علیٰ اقذاء"

صلح ہوگی دلوں کی کدورتوں کے باوجود اور اجتماع ہوگا ناگوار امور کے باوجود۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ ھٰذہ علی دخن کیا ہے؟

فرمایا: قوموں کے دل پہلے کی طرح صاف نہ ہوسکیں گے۔

(رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۴۶۳)

ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ دوسری خبر جس کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اطلاع دی وہ حضرت حسن اور معاویہ کی مصالحت ہے، لیکن وہ صلح تھی باوجود کدورتوں کے اور اجتماع تھا باوجود ناگوار امور کے۔

(منہاج السنۃ ج ۱ ص ۱۴۹)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ: "ھٰذہ علی دخن" وہ صلح ہے جو معاویہ اور حسن بن علی کے مابین واقع ہوئی۔

(حجۃ اللہ علی البالغہ ج ۲ ص ۲۱۳)

کوفہ میں حضرت امام حسن کی تقریر

صلح کے بعد معاویہ جب کوفہ میں داخل ہوا تو عمرو بن عاص نے اس سے کہا

کہ وہ حضرت امام حسن کو تقریر کرنے کے لیے کہیں، تا کہ لوگوں پر یہ واضح ہو جائے کہ اب ان کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی، چنانچہ پہلے معاویہ نے تقریر کی۔ پھر امام حسن علیہ السلام نے کھڑے ہو کر فی البدیہہ تقریر فرمائی اور حمد وثناء کے بعد فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے ابتدائی حال سے تمہیں ہدایت دی اور ہمارے آخری حال سے تمہاری خون ریزی کو روک دیا۔ آج جو صورتحال درپیش ہے۔ اس کے لیے بھی ایک مدت معین ہے۔ دنیا انقلابات کی آماجگاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ شاید یہ تمہارے لیے فتنہ ہو اور صرف ایک محدود وقت کے لیے سرمایہ۔۔۔۔آپ نے اتنا ہی کہا تھا کہ معاویہ نے ان سے کہا: بیٹھ جاؤ اور ساتھ ہی عمرو بن عاص کو جھاڑ دیا کہ بس یہی کہلوانا چاہتے تھے یہ تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔
(الحسن والحسین ص ۶۰ از سید رشید رضا مصری)

درحقیقت معاویہ اپنی اس صلح میں پر خلوص نہیں تھا اور اسے ڈر تھا کہ اگر امام حسن خطاب جاری رکھیں گے تو ہنگامہ برپا نہ ہو جائے اور معاویہ کی حقیقت عوام پر نہ کھل جائے۔

بہرحال ان تمام باتوں سے فراغت پا کر امام حسن نے اپنے اہل وعیال کو لے کر کوفہ سے مدینہ روانہ ہوئے لیکن تھوڑا دور ہی گئے تھے کہ معاویہ کا قاصدان کو خارجیوں کی ایک جماعت سے مقابلہ کے لیے بلانے آیا۔ تو آپ نے جانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اگر میں جنگ ہی کرتا تو سب سے زیادہ مستحق پھر معاویہ ہی تھا۔ میں نے تو خونریزی سے بچنے کے لیے معاویہ سے مصالحت کی ہے ورنہ خوارج سے جنگ کی نسبت معاویہ سے جنگ کرنا کہیں زیادہ افضل ہے۔

زبیر بن بکار نے کتاب المفاخرات میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ عمرو بن عاص،

ولید بن عقبہ بن ابی معیط، عقبہ بن ابی سفیان اور مغیرہ بن شعبہ مل کر معاویہ کے پاس گئے اور معاویہ کو خوب بھڑکایا اور کہا امام حسن رضی اللہ عنہ نے باپ کی یاد تازہ کر دی ہے، لوگ ان کی بات ماننے اور سننے کے لیے دوڑنے لگے ہیں۔ کہیں ہمیں تکلیف دہ حالات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

معاویہ نے کہا: پھر کیا کرنا چاہیے؟

انہوں نے کہا کہ ان کی طرف پیغام بھیجئے کہ وہ یہاں آ کر اپنے باپ کی خوبیاں بیان کریں۔ اس طرح ہمیں برسر اجلاس یہ موقع ملے گا کہ ان کی برائیاں بیان کریں اور ملامت کریں۔ ہم انہیں آگاہ کریں گے کہ ان کے باپ نے حضرت عثمان کو قتل کیا ہے۔ ہم اس کا ان سے اقرار کرائیں گے اور ایسی صورت پیدا کریں گے کہ ان سے ہماری کسی بات کا جواب نہ بن پڑے۔ معاویہ نے سیاسی مشیروں کی بات مان لی اور انہیں مشورہ دیا کہ تم حضرت امام حسن پر سخت بہتان لگانا اور یہ کہنا کہ آپ کے باپ نے عثمان کو قتل کیا ہے اور ان سے پہلے خلفاء کی خلافت پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ یہ سب باتیں کر کے معاویہ نے امام حسن کو بلانے کے لیے ایلچی روانہ کیا۔

امام حسن جب معاویہ کے پاس پہنچے تو معاویہ نے مکارانہ سیاست سے کام لیتے ہوئے امام علیہ السلام کی تعظیم و تکریم کی اور اپنے پاس بٹھا لیا۔ معاویہ نے لب کشائی کی اور کہا: اے ابو محمد! ان لوگوں نے میری نافرمانی کرتے ہوئے آپ کو بلا بھیجا ہے۔

حضرت امام حسن نے فرمایا: حیرت ہے گھر آپ کا ہے اور اختیار آپ کا ہے۔

معاویہ نے کہا: جناب! بات یہ ہے کہ میں تو آپ کو بلوانا نہیں چاہتا تھا لیکن ان سب نے مجھے مجبور کیا کہ آپ کو بلاؤں۔ ہم نے صرف اس لیے بلایا ہے کہ آپ پر

یہ بات واضح کر دیں کہ حضرت عثمان مظلوم قتل ہوئے اور یہ کہ آپ کے باپ نے ان کو قتل کیا۔ اس کے بعد عمرو بن عاص نے بولنا شروع کیا اور حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں جو عیب ناحق بیان کر سکتا تھا بیان کیے اور کہا کہ حضرت علی نے حضرت ابوبکر کو گالیاں دیں۔ ان کی خلافت کو ناپسند کیا اور پہلے تو ان کی بیعت ہی نہیں کی، پھر جب کی تو بامر مجبوری اور دل میں برا مانتے ہوئے بیعت کی اور پھر حضرت عمر کے قتل میں شریک رہے اور حضرت عثمان کو ظلم سے قتل کیا اور خلافت کا وہ دعویٰ کیا جو ان کا حق نہیں تھا پھر ان پر فتنہ انگیزی کا الزام لگایا اور بہت سی برائیاں بیان کیں اور کہا: اے بنی عبدالمطلب! یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ تم تو خلفاء کو قتل کر دو، جو خون بہانا تم پر حرام تھا وہ تم بہاتے رہو، ملک گیری کی ہوس پوری کرنے کی سعی کرو اور جو جو باتیں تمہارے لیے ناجائز تھیں وہ سب کرتے رہو اور اس سب کچھ کے باوجود تمہیں ملک وحکومت مل جائیں، پھر اے حسن! تو نے اپنے دل میں یہ سوچنا شروع کر دیا کہ خلافت کا منصب تجھے ملنے والا ہے، حالانکہ تیرے پاس نہ عقل ہے اور نہ شعور۔ اللہ تعالیٰ نے تیری عقل سلب کی۔ ہر جگہ تیرا مذاق اُڑایا جاتا ہے، یہ سب کچھ تیرے برے اعمال کی وجہ سے ہے، جہاں تک تیرے باپ کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو تنہا کر دیا اور ہمیں اس کی حکومت اور اختیار سے بچالیا۔ کیا تجھ میں ہمت ہے کہ ہماری باتوں کو غلط کہہ سکے اگر میری باتیں غلط ہیں تو جواب دے، ورنہ جان لے کہ تو اور تیرا باپ دونوں ظالم ہو۔ اس کے بعد ولید بن عقبہ ابن ابی معیط بولا اور کہا: اے بنو ہاشم! تم عثمان کے ننھیال تھے۔ وہ تمہارا بڑا اچھا بیٹا تھا۔ اس نے تمہارے حق کو پہچانا، پھر تم اس کے سسرال بنے تو وہ تمہارا بہترین داماد تھا تمہاری عزت کرتا تھا پھر تم ہی نے اس کے ساتھ پہلے پہل حسد کیا اور تیرے باپ نے اس کو ظلم سے قتل کیا جس کے لیے نہ کوئی

جواز تھا نہ کوئی وجہ تمہارے پاس تھی اب تم نے اللہ تعالیٰ کو کیسا پایا کہ اس نے اس کا خون طلب کیا اور تمہیں اپنے ٹھکانے پر پہنچا دیا۔

پھر عتبہ بن ابی سفیان بولا اے حسن! تیرا باپ قریش میں سے تھے، لیکن قریش ہی کے لیے برا تھا۔ کیونکہ اس نے قریش کا خون بہایا اور ان سے تعلقات منقطع کیے۔ اس کی تلوار اور زبان دونوں تیز تھیں۔ زندہ کو قتل کرتا تھا اور میت کی غیبت کرتا تھا اور تو ان لوگوں سے ہے جنہوں نے عثمان کو قتل کیا اور ہم اسی وجہ سے تجھے قتل کردیں گے اور اے بنی ہاشم ! تمہی نے عثمان کو قتل کیا ہے اب حق یہ ہے کہ ہم تجھے اور تیرے بھائی کو اس کے بدلہ میں قتل کردیں

اس کے بعد مغیرہ بن شعبہ بولا اس نے حضرت علی کو گالیاں دیں اور کہا: قسم خدا کی میں نہ یہ کہتا ہوں کہ اس نے فلاں معاملے میں خیانت کی ہے اور نہ یہ کہتا ہوں کہ اس نے فلاں حکم میں کسی کی طرفداری کی ہے، میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس نے عثمان کو قتل کیا ہے۔

اتنا کہہ کر سب خاموش ہو گئے۔ اب حضرت امام حسن علیہ السلام کی باری آئی، انہوں نے سب سے پہلے اللہ کی حمد وثناء کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا، پھر فرمایا: اے معاویہ! مجھے انہوں نے گالیاں نہیں دیں بلکہ تو نے فحش گالیاں دی ہیں جو تو نے تیار کی تھیں۔ تیری رائے بہت بری تھی، تیرا مشورہ غلط تھا اور بہت برا ہے تیرا کردار جس پر تو قائم رہا، تو نے ہمارے خلاف سب کچھ محض اس وجہ سے کیا کہ تیرے دل میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہلِ بیت کے متعلق زبردست دشمنی بھری ہوئی ہے۔ اے معاویہ: تو سن لے اور یہ سب بھی سن لیں کہ میں تیرے اور ان کے حق میں ضرور وہ باتیں کہوں گا جو ان باتوں سے

کہیں زیادہ ابتر ہیں جوتم خود ایک دوسرے کے متعلق جانتے ہو۔اے گروہ! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ جس ذات کوتم نے آج گالیاں دی ہیں اس نے دونوں قبلوں کی طرف نماز ادا کی ہے اور اے معاویہ! تو نے ان دونوں قبلوں کے ساتھ کفر کیا اور تو انہیں گمراہی سمجھتا تھا اور لات وعزیٰ کی عبادت اس لیے کرتا تھا کہ تو راہِ راست سے بھٹکا ہوا گمراہ تھا۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اس ذات (حضرت علی) نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر دونوں بیعتوں میں بیعۃ الفتح اور بیعۃ الرضوان میں بیعت کی اور تو اے معاویہ ان میں سے ایک کے وقت کفر میں تھا اور دوسری بیعت کو تو نے توڑ دیا۔ اور تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ علی اولین ایمان لانے والے تھے اور اے معاویہ تو اور تیرا باپ ابوسفیان مؤلفۃ القلوب سے ہو جو کفر کو چھپاتے تھے اور اسلام کو ظاہر کرتے اور اس طرح دولت و مال حاصل کرتے تھے۔

اور تمہیں اللہ کی قسم ہے کیا تم نہیں جانتے کہ بدر کی جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا حضرت علی کے ہاتھ میں تھا اور مشرکین کا جھنڈا اے معاویہ تیرے اور تیرے باپ کے ہاتھ میں تھا۔ پھر اس نے احد اور احزاب کی جنگوں میں تم سب سے اس حال میں جنگ کی کہ اس کے ہاتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا تھا۔ اور اے معاویہ تیرے اور تیرے باپ کے ہاتھ میں شرک کا جھنڈا تھا۔ ان سب جنگوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح ونصرت عطا فرمائی۔ ان کی حجت کو کامیاب بنایا ان کی دعاؤں کو قبول فرمایا اور ان کی بات کو سچ کر دکھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب مقامات میں ان سے راضی ہوئے اور تجھ پر اور تیرے باپ پر ناراض ہوئے، اور تجھے اللہ کی قسم ہے اے معاویہ! کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب تیرا

باپ سرخ اونٹ پر سوار جا رہا تھا اور اس اونٹ کو تو ہانک رہا تھا اور یہ تیرا بھائی عتبہ اس نکیل کو تھامے ہوئے تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تم سب کو دیکھتے ہی فرمایا: اے اللہ! سوار پر، نکیل تھامنے والے پر اور ہانکنے والے پر سب پر لعنت کر۔

اے معاویہ! جب تیرے باپ نے اسلام لانے کے متعلق سوچا تو تو نے اسے خط لکھ کر مسلمان ہونے سے منع کیا اور اس موقع پر جو شعر تو نے باپ کو لکھے تھے، کیا تو انہیں بھول گیا ہے تو نے لکھا تھا اے صخر، اب ہرگز ہرگز اسلام نہ لانا کیونکہ ہمیں بدر میں شکست ہو چکی ہے اور اس شکست کے بعد مسلمان ہونے میں سخت بے عزتی ہے۔ اب ہرگز ایسی بات کی جانب مائل نہ ہونا، جس کی وجہ سے نہ صرف ہمیں تکلیف ہوگی بلکہ ان لڑکیوں کو بھی جو مکہ میں رسیوں پر رقص کرتی ہیں۔

میرے ماموں، چچا اور ماں کے چچا سب کی یہی ہدایت ہے کہ ہم کڑوے پھل کے قریب نہ جائیں، اے باپ! یاد رکھ دشمنوں کے اس طعن سے موت بہتر ہے کہ وہ کہیں، ابن حرب مار کھا کر عزیٰ یعنی بت پرستی چھوڑ گیا ہے۔

اللہ کی قسم ہے کہ تو نے یہ جو کچھ کہا، تیرے دل میں چھپی ہوئی بات یعنی اسلام کی عداوت اس سے کہیں زیادہ ہے اور تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ میں حضرت علی نے خواہشات دنیوی کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، تو ان کے حق میں آیت اُتری جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں، حرام نہ کر لو اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بنو قریظہ کی طرف اپنے بڑے بڑے صحابہ کو بھیجا وہ ان کے قلعے میں اترے لیکن شکست کھائی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو اپنا پرچم دے کر بھیجا تو انہوں نے اللہ اور اس کے

رسول کے حکم کے مطابق انہیں زیر کرلیا۔ ایسی ہی کیفیت غزوۂ خیبر میں پیش آئی تھی۔

حضرت امام حسن نے مزید کہا، اے معاویہ! میرا خیال ہے کہ تجھے یہ معلوم نہیں کہ مجھے اس بات کا علم ہے کہ تیرے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کونسی دعا کی تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوخزیمہ کو خط لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا تو تجھے بلوا بھیجا تھا اور تیرے مرنے تک تجھے بندۂ حرص و ہوس بنا دیا تھا اور تمہیں اے اکٹھا ہونے والو! اللہ کی قسم ہے، کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات مقامات پر ابوسفیان پر لعنت کی جس کا تم انکار نہیں کر سکتے۔ پہلی مرتبہ اس دن جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ سے طائف کی طرف بنوثقیف کو دین کی دعوت دینے نکلے تو ابوسفیان نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روک لیا، گالیاں دیں، جھوٹا کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑنے کے لیے بڑھا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے اس پر لعنت کی اور اس سے منہ پھیر لیا۔

دوسرا دن وہ ہے جب شام کی طرف سے قافلہ آ رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سامنے آ گئے تو ابوسفیان اس کو ہانک کر ساحل کی طرف لے گیا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے اوپر لعنت کی۔ واقعہ بدر اسی واقعہ کی وجہ سے پیش آیا تھا۔

تیسرا احد کا دن ہے جب وہ پہاڑ کے نیچے کھڑا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی بلندی پر تھے۔ ابوسفیان نے کئی بار ''ہبل'' (بت) زندہ باد کا نعرہ بلند کیا، پس اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس مرتبہ لعنت کی اور سب مسلمانوں نے اس پر لعنت کی۔

چوتھا دن وہ ہے جب وہ غطفان اور یہود کے کئی گروہ لے کر آیا۔ اس دن

بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر لعنت کی اور پانچواں دن وہ ہے کہ ابو سفیان نے لشکر قریش میں شامل ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد حرام تک پہنچنے سے اور قربانی کے جانوروں کو اپنی جگہ پہنچنے سے روک دیا، یہ حدیبیہ کی بات ہے ۔اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان پر اور قربانی کے اونٹوں کی نکیلیں پکڑ کر چلنے والوں اور انہیں ہانکنے والوں پر لعنت کی اور فرمایا کہ سب کے سب ملعون ہیں۔اور ان میں کوئی بھی ایمان لانے والا نہیں۔

کہا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ان میں سے کسی تک بھی اسلام کی برکت نہیں پہنچے گی ؟ اگر ایسا ہو تو لعنت کیسے رہے گی ۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! (اس قافلہ کے) پیچھے چلنے والوں میں سے کسی کو لعنت نہیں پہنچے گی ، البتہ اونٹوں کی باگ ڈور پکڑ کر چلنے والوں میں سے کوئی بھی نجات نہیں پائے گا ۔ چھٹا دن سرخ اونٹ والے کا واقعہ ہے اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے)۔اور ساتواں وہ دن ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بارہ آدمیوں پر لعنت کی ، جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی گھیر کر لے جانے کے لیے گھات میں چھپے بیٹھے تھے ، ان میں ابوسفیان بھی تھا۔

یہ سب باتیں اے معاویہ! تیرے لیے ہیں ۔اور تو اے ابن عاص! تُو ، تیری بات ہی گھٹیا والی ہے تجھے تیری ماں نے بدکاری اور برے فعل سے پیدا کیا کہ یہی پتہ نہ تھا کہ تیرا حقیقی باپ کون ہے ۔ چنانچہ قریش میں سے چار آدمیوں نے تیرے باپ ہونے کا دعویٰ کیا۔ان میں سے ایک قصاب تجھے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ۔ وہ ان چاروں میں حسب ونسب کے لحاظ سے سب سے ذلیل اور مقام ومذہب کے اعتبار سے خبیث ترین تھا۔ پھر ا تیرا یہ باپ کھڑا ہوا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کو ابتر (جس کا کوئی وارث نہ ہو) کہا تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ کوثر نازل فرمائی اور خود تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف تمام جنگوں میں شرکت کی اور ان کی ہجو کی اور انہیں مکہ میں تکلیف اور اذیت پہنچاتا رہا۔ تو نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بہت داؤ پیچ کھیلے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سخت دشمنی رکھنے والا تھا، پھر تو اس دور میں شامل تھا جو حبشہ کے شاہ نجاشی کے پاس حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کو مکہ واپس لانے کے لیے گیا تھا۔ جب تیری امید پوری نہ ہوئی، اللہ تعالیٰ نے تجھے ذلیل و رسوا کیا اور تجھے جھوٹا کر کے واپس کیا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے اور تیرے ساتھی کو یکساں رسوا کیا۔ سو تو کیا جاہلیت میں اور کیا اسلام میں ہمیشہ اسلام اور بنو ہاشم کا دشمن رہا۔ پھر تو اور یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ستر شعروں میں ہجو کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ میں شعر نہیں کہتا اور نہ میرے لیے شعر کہنا مناسب ہے۔ اے اللہ! اس پر اس کے ہر حرف کے بدل ہزار لعنت کر۔ پس تجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان گنت لعنتیں ہیں اور جو تو نے حضرت عثمان کے معاملہ کا ذکر کیا ہے تو تو ہی ہے جس نے ان پر دنیا کو آگ کے شعلے بنا دیا اور پھر خود فلسطین چلا گیا جب تجھے ان کے قتل کی خبر پہنچی تو تو نے کہا کہ میں ابوعبداللہ ہوں، میں جب کوئی زخم لگاتا ہوں تو خون بہا کر چھوڑتا ہوں، پھر تو نے اپنے آپ کو معاویہ کے ساتھ وابستہ کر لیا اور اپنے دین کو اس کی دنیا کے بدل بیچ ڈالا۔ اب ہم نہ تجھے آل رسول سے دشمنی پر ملامت کرتے ہیں اور نہ معاویہ کی دوستی کا طعن دیتے ہیں اور خدا کی قسم! تو نے حضرت عثمان کی زندگی میں کبھی ان کی مدد نہ کی اور ان کے قتل ہو جانے پر تجھے غصہ آیا۔ اے ابن العاص! تو ہلاک ہو جب تو مکہ سے نجاشی کی طرف چلا، تو کیا بنی ہاشم کے حق میں تو نے نہیں کہا: میری بیٹی مجھ سے کہنے

لگی، کہاں کی تیاری ہے اور مجھے یہ معلوم ہی ہے کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے چھوڑ دے کیونکہ میں جعفر کے معاملہ میں نجاشی کے پاس جانے کا ارادہ رکھتا ہوں تا کہ میں اس کے سامنے اپنی بات کہوں اور غرور رکھنے والوں کی نخوت کو توڑ دوں ۔میری دشمنی ان میں سے احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے اور میں اس کے حق میں سب سے زیادہ بری باتیں کہنے والا ہوں ۔ اور میں بنو ہاشم سے صرفِ نظر نہیں کرسکتا اور نہ اس (برائی) سے باز رہ سکتا ہوں ۔ جو سامنے یا پس پشت کر سکتا ہوں ، پس یہ ہے تیرا جواب جو تو نے سن لیا۔

اور اے ولید! قسم اللہ کی، میں تجھے حضرت علی سے دشمنی رکھنے پر ملامت نہیں کرتا کیونکہ انہوں نے تجھے شراب پینے پر اَسّی کوڑے مارے اور تیرے باپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قتل کیا اور تو ہے جس کا نام اللہ نے فاسق رکھا اور حضرت علی کو مومن فرمایا۔ جب تم دونوں نے ایک دوسرے پر فخر کیا تو تو نے کہا اے علی! چپ رہ کہ میں تجھ سے شجاعت میں زیادہ اور بولنے میں زبان دراز ہوں۔ اس پر تجھے حضرت علی نے فرمایا:

اے ولید چپ رہے میں مومن ہوں اور تو فاسق ہے۔اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بات کی تصدیق کی اور قرآن مجید نازل فرمایا کہ کیا ایمان لانے والا فسق کرنے والے کے مساوی ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں ، پھر تیرے ہی حق میں یہ آیت بھی نازل ہوئی جس میں حضرت علی کی اسی بات کی تصدیق ہوئی کہ اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی پوری تحقیق کر لیا کرو۔اے ولید! تیری ہلاکت ہو، جب کبھی تو قریش کو بھول جائے تو اپنے بارہ میں ایک شاعر کے ان شعروں کو نہ بھول جن میں اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی اور ولید دونوں کے

حق میں قرآن اُتارا۔ پس ولید کو فسق کا مقام نصیب ہوا اور حضرت علی کو ایمان کا مقام حاصل ہوا۔ جو شخص ایمان لانے والا ہے، فاسق کے برابر نہیں ہے۔ جلد ہی علی اور ولید کو اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے سو حضرت علی کو اپنے ایمان کے باعث عزت اور ولید کو ذلت و رسوائی ملے گی۔ اے اللہ! عقبہ بن ابان سے تو ہی باز پرس کر، کیونکہ اس نے ہمارے شہروں میں تباہی پھیلا رکھی ہے اور تیری اور قریش کی کیا نسبت ہے تو تو صفوریہ کا جنگلی گدھا ہے اور تو اے عتبہ! قسم اللہ کی، نہ کوئی ایسی پختہ تیری رائے ہے کہ میں اسے لائق اعتناء سمجھوں، اور نہ تو عقلمند ہے کہ میں تیری بات کا جواب دوں، نہ میرے پاس کوئی ایسی اچھی چیز ہے کہ تو اس کی آرزو کرے، نہ کوئی ایسی بری بات ہے کہ اس سے بچنا چاہیے۔ تیری اور تیرے ساتھیوں کی عقل برابر ہے، تو نے حضرت علی کو سب کے سامنے گالیاں دیں، تو اس پر حضرت علی کا کچھ نہیں بگڑا۔ اب تو قتل کی دھمکی دیتا ہے۔ سو تو نے لحیان کو کیوں نہ قتل کیا، جب تو نے اپنے گھر میں اپنے بستر میں سوتے ہوئے دیکھا۔ نصر بن حجاج نے تیرے بارے میں یہ شعر کہے تھے کیا تجھے ان سے شرم نہیں آتی۔

میں عتبہ کو آگاہ کرتا ہوں کہ لحیان نے اس کی بیوی میں خیانت کی ہے، اب کئی اور باتیں بھی ایسی ہیں کہ میں ان کے فحش ہونے کی وجہ سے ان کا تذکرہ کرنا نہیں چاہتا ان حالات میں کوئی شخص تیری تلوار سے کیسے ڈر سکتا ہے۔

اب تجھے حضرت علی سے دشمنی رکھنے پر کیسے ملامت کروں، کیونکہ انہوں نے تیرے ماموں ولید کو بدر کی لڑائی میں قتل کیا اور تیرے دادا کو حضرت حمزہ کے ساتھ مل کر قتل کیا اور تجھے تیرے بھائی حنظلہ سے جدا کر دیا۔

اور تو اے مغیرہ بن شعبہ! تیری تو کوئی حیثیت ہی نہیں کہ ایسی باتیں کرے،

تیری مثال تو اس مچھر کی ہے جس نے شہد کی مکھی سے کہا: تو مجھ سے چمٹ جا تو میں تجھے اڑا کر اونچا لے جاؤں، شہد کی مکھی نے جواب دیا کہ تجھے حضرت علی کا واقعہ معلوم ہے ، مجھے زیادہ پتہ ہے کہ کون زیادہ اڑ سکتا ہے اور قسم اللہ کی کہ ہمیں معلوم ہی نہیں تم کیوں ہمارے دشمن ہو۔ نہ ہم تمہاری عداوتوں کا علم ہونے پر غمگین ہیں اور نہ تمہاری بات ہمیں گراں گذری ہے کیونکہ بے شک زنا کے متعلق اللہ کی حد تجھ پر ثابت ہوئی اور حضرت عمرؓ نے تجھ سے ثابت شدہ بات کو ہٹایا، اللہ تعالیٰ ان سے پوچھنے والا ہے، تو نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تھا: کیا مرد اس عورت کو جس سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہے، دیکھ لے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے مغیرہ اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس کی نیت زنا کی نہ ہو۔ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات اس لیے فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ تو زانی ہے اور تمہارا اس بات پر فخر کرنا کہ اختیاراتِ حکومت تمہارے پاس ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب ہم کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو وہاں کے سرکشوں کو موقع دیتے ہیں کہ وہ اس بستی میں برائی پھیلائیں۔ اس طرح ان پر بات ثابت ہو جاتی ہے تو ہم ان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

یہ کہہ کر حضرت امام حسن علیہ السلام اُٹھ کھڑے ہوئے، کپڑے جھاڑے اور واپس چل پڑے اس پر عمرو بن عاص کہنے لگا کہ اے معاویہ! تو نے میرے بارہ میں اس کی باتیں خود سُنی ہیں۔ اس نے میری ماں پر زنا کی تہمت لگائی ہے اس کے لیے تہمت کی حد کا مطالبہ کرتا ہوں۔

معاویہ نے کہا: اسے چھوڑ دے خدا تیرا بھلا نہ کرے، میں نے تمہیں گالیاں دینے سے روکا تھا لیکن تم نے بات نہ مانی لیکن جب وہ کھڑے ہوئے تو

گویا میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا۔

(الحسن والحسین ص ۶۳ تا ۶۷ از رشید مصری)

حضرت امام حسن علیہ السلام کی اس گفتگو سے ابوسفیان، معاویہ اور عمرو بن عاص کی دینی وایمانی حالت کا اچھی طرح پتہ چل جاتا ہے۔ اس پر مزید تبصرہ کرنے کی گنجائش باقی نہ ہے۔

معاویہ کی شخصی حکومت کا قیام

معاویہ کی حکومت شخصی تھی، اس میں خلافتِ راشدہ کی طرح مہاجرین و انصار کی مجلس شوریٰ نہ تھی، بلکہ عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ اور زیادہ نطفہ ناتحقیق معاویہ کے خاص مشیر تھے۔ ان مشیروں کے کہنے پر معاویہ امور حکومت طے کرتا تھا۔ اب تو صلحِ امام حسن علیہ السلام کے بعد حکومت پوری طرح معاویہ کے ہاتھ میں آ گئی تھی۔ اس لیے معاویہ نے ظلم وجور جو اس سے قبل بھی کرتا تھا، میں مزید اضافہ کر دیا۔ معاویہ کے گورنر جو جی میں آتا کر گذرتے تھے۔ معاویہ کی آمرانہ شخصی بادشاہت کی وجہ سے اسلام ہمیشہ کے لیے بدنام ہو گیا۔ اسلام ظلم کو مٹا کر عدل وانصاف عام کرنے آیا تھا لیکن معاویہ کے سبب آج تک دنیائے اسلام اور اُمت مسلمہ ظلم وجور کا شکار اور فتنہ وفساد کا مرکز بنی ہوئی ہے، خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاویہ کے دورِ حکومت کو ''ملک عضوض'' یعنی کاٹ کھانے والی بادشاہت کے نام سے موسوم کیا ہے اور اسی حدیث کی روشنی میں علماء نے بھی معاویہ کے دور حکومت کو ''ظلم و بیداد'' کی حکومت کا عنوان دیا ہے۔ چنانچہ ''نبراس'' میں ہے کہ بادشاہ کی صفت سے بادشاہت کو موصوف کیا ہے اور ''فَشَبَّه الظَّالِمَ بِالسِّبَاعِ '' ظالم بادشاہ کو درندوں سے تشبیہ دی ہے، اس لیے کہ عضوض (کاٹ کھانا) درندوں کا وصف ہے مزید تفصیل کے لیے

مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کریں۔

الخصائص الکبریٰ از سیوطی ج ۲ ص ۱۱٦

ازالۃ الخفاء فارسی جلد اول ص ۳۰۔ ص ۹٦۔ ص ۱۳٦

التفہیمات الالٰہیہ ج ۲ ص ۲۰۱

تحفہ اثناء عشریہ فارسی ص ۱۸۱

مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۲۲۵

اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۸۷

السیف المسلول ص ۴۷۴

تطہیر الجنان ص ۱۵

تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۰۱۔

البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۱۹۔ ج ٦ ص ۲۲۰

شرح شفاء ج ۱ ص ۲۴۰

مجمع البحار ج ۳ ص ٦۱۳

شرح عقائد ص ۵۹

شرح مواقف ص ۷۴۰

مسایرہ ص ۱٦۰

تحذیر العبقری جلد اول ص ۲۳۳

بغیۃ الروائد ص ۱۰۹

مصباح الدجیٰ ص ۲۰۲

التفسیرات الاحمدیہ ص ۱۹۳

شرح الاشباہ والنظائر ص ۵۷۶

مذکورہ بالا کتب میں محققین نے معاویہ کی شخصی اور جابرانہ حکومت کو کاٹ کھانے والی بادشاہت سے موسوم کر کے اس کی مذمت کی ہے لیکن امام الہند مولانا ابو الکلام آزاد نے اس بحث کو درجہ ء کمال تک پہنچا کر ہر قسم کے نزاع کو ختم کر دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

''امر بالمعروف کے سدِ باب کا پہلا دن''

''ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر قیامت کے دن دنیا کے ظالموں کی صفوف عام فساق وفجار سے الگ قرار دی جائیں گی تو ان میں سب سے پہلی صف یقیناً بنی امیہ کی ہو گی۔ انہیں ظالموں نے اسلام کی روحِ حریت کو غارتِ ظلم واستبداد کیا۔ اس کے عین عروج اور نشوونما کے وقت اس کی قوتِ نمو کو اپنے اغراض شخصی کے لیے کچل ڈالا۔ ان کا اقتدار وتسلط فی الحقیقت امر بالمعروف کے سد باب کا پہلا دن تھا۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے اسلام کی جمہوریت کو غارت کر کے اس کی جگہ شخصی حکومت کی بنیاد ڈالی جو یقیناً اعتقادِ قرآنی کی رو سے کفر جلی ہے بلکہ سب سے بڑا ظلم یہ کیا کہ اظہارِ حق اور امر بالمعروف کی قوت کو تلوار کے زور سے دبا دینا چاہا اور مسلمانوں کی حق گوئی کے ترقی کناں ولولے کو مضمحل کر دیا۔ الخ''

(صدائے حق ص ۶۱)

امام حسن علیہ السلام کی شہادت

امام حسن علیہ السلام کی صلح کے بعد بھی معاویہ خفیہ تدبیر اور اعلانیہ ہر طرح امام علیہ السلام کی مخالفت پر کمر بستہ رہتا تھا چنانچہ غالباً ۴۴ھ میں موقع پا کر آپ کی

بیوی جعدہ بنت الاشعث بن قیس کو رشوت کا لالچ دیا کہ میں تجھے اتنے ہزار نقد درہم دوں گا اور اپنے بیٹے یزید پلید سے تیرا نکاح کرا دوں گا اس لالچ کے دام کو اپنی سیاست کے کام میں لاتے ہوئے معاویہ زہر دلوانے میں کامیاب ہو گیا اور اس طرح سبطِ رسول سیاستِ معاویہ کا شکار ہو کر شہادت کے عالی مرتبہ پر فائز ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

امام حسن علیہ السلام کی شہادت زہر خورانی سے ہوئی۔ درج ذیل کتب میں اس کی تصریح موجود ہے۔

المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۷۳

الصواعق المحرقہ ص ۱۴۰

المعارف ابن قتیبہ ص ۹۲

حیٰوۃ الحیوان ج ۱ ص ۸۴

منہاج السنہ ص ۲۴۷

اُسد الغابہ جلد ۲ ص ۱۱۵

تاریخ کامل لابن اثیر ج ۳ ص ۲۲۸

البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۴۳

تہذیب التہذیب ۲ ص ۳۰۰

تقریب التہذیب ص ۷۰

الاستعیاب ج ۱ ص ۱۱۴

تاریخ الخلفاء ص ۱۴۷

تاریخ ابن خلدون مترجم ج ۲ ص ۱۸۲

تہذیب ابن عساکر ص ۲۲۶

تاریخ ابوالفداء ج ۱ ص ۱۸۳

تاریخ اخبار الاول وآثار الدول، مصباح الدجیٰ ص ۷۷

کشف الاستار ص ۲۵

مشجر الاولیاء ص ۸۷

رحمۃ للعالمین ص ۱۱۲

بہشتی زیور

جب حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت کی خبر شام میں پہنچی تو قصر معاویہ نعرۂ تکبیر سے گونج اُٹھا اور پھر تمام اہلِ شام نے خوشی کے نعرے لگائے۔ معاویہ کی بیوی فاختہ بنت قرظہ نے معاویہ سے پوچھا کہ کونسی ایسی خوشی ہے جو نعروں کا سبب بنی، تو معاویہ نے جواب دیا کہ امام حسن فوت ہو گئے ہیں۔ اس نے کہا کہ فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے بیٹے کی موت پر خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ معاویہ نے کہا کہ میرے دل نے استراحت پائی

(حیٰوۃ الحیوان ج ۱ ص ۸۳)

ایک روایت میں ہے کہ مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ، عمرو بن اسود اور اسدی قبیلہ کا ایک شخص معاویہ کے دربار میں گئے۔ معاویہ نے مقدام بن معدیکرب کو مخاطب کر کے کہا، تجھے کچھ علم ہے کہ حسن بن علیؑ وفات پا گئے ہیں۔ حضرت مقدامؓ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

معاویہ نے کہا کہ آیا تو بھی اسے مصیبت جانتا ہے کہ انا للہ پڑھ رہا ہے۔

حضرت مقدام نے کہا! میں کیوں نہ مصیبت جانوں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی گود میں اُٹھایا اور فرمایا کہ یہ (حسن) مجھ سے ہے اور حسین علی سے ہے۔ پس اسدی قبیلہ کے شخص نے کہا: وہ ایک چنگاری تھی اللہ نے اسے بُجھا دیا (مقصد یہ ہے کہ وہ ایک فتنہ تھا جو مٹ گیا)

(ابوداؤد ج ۲ ص ۲۱۲) (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۳۲۲)

رجل اسدی کا نام معاویہ نے اور راوی نے مخفی رکھا ہے، ذہبی نے سیر الاعلام النبلا میں لکھا ہے کہ اسدی شقی نے معاویہ کے کہنے پر اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔ معاویہ کا مقصد یہ تھا کہ مقدام کو اسدی کے ذریعہ اپنے جواب سے آگاہ کروں۔ لہٰذا اسدی کا قول معاویہ کے قلبی جذبات کا مکروہ عکس ہے۔ بہرحال معاویہ اور رجل اسدی جو بھی ہو اور ایسی رائے ظاہر کرے یا اتفاق و رضامندی بتائے، وہ ہزار ہا لعنت کا مستحق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ترین نواسے اور جوانانِ جنت کے سردار کو آگ کی چنگاری سے تشبیہہ دینا پرلے درجے کی گمراہی اور اسلام کو فتنہ قرار دینا ہے۔ پھر ایسی مقدس ہستی کو شہید کروا کے، زہر دلوا کر خوشی کے شادیانے بجانا اور مسرّت کے نعرے بلند کرنا، سیاست و کردارِ معاویہ ہی ہے جو خود فتنہ ہے لیکن اس کے برعکس پروپیگنڈہ کیا گیا کہ حکومتِ معاویہ کے مخالف شر پسند اور فتنہ گر ہیں۔ دنیا کی اکثر حکومتیں بالخصوص مسلم حکمران آج تک منطقِ معاویہ پر سختی سے کاربند ہیں اور مسلمانوں کے مقدر کو سیاہ کیے ہوئے ہیں یہ مقدر کی تاریکی اسی وقت چھٹ سکتی ہے جب اس سیاست کے حاملین کے خلاف مسلسل اور مسلح جہاد کیا جائے۔

ابو حنیفہ دینوری لکھتے ہیں کہ حضرت حسن کی وفات کی خبر معاویہ کے عاملِ مدینہ مروان نے ان تک پہنچائی۔ معاویہ نے حضرت ابن عباسؓ کو بلایا جو شام

آئے ہوئے تھے، پس معاویہ نے ان سے اظہار ہمدردی کیا اور امام حسن کی وفات پر معاویہ کے اس تمسخرانہ اور مسرّت بھرے لہجہ کو ابن عباسؓ نے بھانپ لیا اور کہا: آپ ان کی موت پر خوش نہ ہوں، خدا کی قسم! آپ بھی ان کے بعد زیادہ دیر زندہ نہ رہیں گے۔

(الاخبار الطوال ص ۲۲۸)

علامہ مسعودی کا بیان

علامہ مسعودی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''مروج الذہب'' میں لکھا ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ نے آپ کو زہر دیا۔ اس میں معاویہ کی سازش تھی کہ اگر تو نے کسی حیلہ سے جناب امام حسن کو قتل کیا تو میں تجھ کو ایک لاکھ درہم بھیجوں گا اور یزید سے تیرا نکاح کر دوں گا۔ پس اس فریب کے ذریعہ جعدہ کو آمادہ کیا کہ وہ جناب امام حسن کو زہر دے جب امام حسن رحلت فرما گئے تو معاویہ نے اسے مال تو ارسال کر دیا اور کہلا بھیجا کہ مجھے یزید کی زندگی پیاری ہے، اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا تو میں تیرا نکاح اس سے کر دیتا۔

(مروج الذہب ج ۳ ص ۵)

''استعیاب'' میں ابن عبد البرؒ نے لکھا ہے کہ ایک گروہ کا قول ہے کہ یہ زہر دینا معاویہ کی سازش سے تھا۔ نظام الدین اولیاء کے خلیفہ امیر خورد نے ''سیر الاولیاء'' میں قطعاً زہر دلوانے کا الزام معاویہ پر لگایا ہے۔ بہر حال راقم السطور علی وجہ البصیرۃ کہتا ہے کہ امام حسن کو زہر معاویہ ہی نے دلوائی ہے۔ یہ بھی سیاستِ معاویہ کا ایک تاریک پہلو اور گھناؤنا حصہ ہے۔

صلح میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ معاویہ کے بعد امام حسن خلیفہ ہوں گے مگر بڑی

مشکل سے حکومت بنوامیہ کے ہاتھ آئی تھی جسے حاصل کرنے کے لیے انہوں نے بڑی محنت کی تھی۔ اب وہ اپنے خاندان سے حکومت کب نکلنے دیتے تھے اور میرے دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ یزید پلید ۲۷ھ کو پیدا ہوا اور امام حسن علیہ السلام تقریباً ۴۴ھ میں شہید ہوئے تو اس وقت یزید سترہ برس کا تھا اور یہ بات قرین عقل ہے کہ ستر برس کا نوخیز اور عیاش نوجوان اتنی گہری بصیرت نہیں رکھتا، جیسا کہ بعض مؤرخین نے امام حسن کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ زہر یزید نے دلوائی تھی بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ یزید تو کھیل کود، شراب نوشی اور چیتے سدھانے میں جوانی گزارتا رہا۔ استخلاف تک ان سیاسی امور کی طرف اس کی مطلقاً توجہ نہ تھی۔ یہ کام معاویہ جیسے گھاگ سیاستدان ہی کا ہوسکتا ہے۔ چنانچہ معاویہ اپنے بیٹے یزید پلید کو اپنے بعد بادشاہ بنانے کی خاطر امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوانے کے جرم عظیم کا مرتکب ہوا۔ اس دعویٰ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ معاویہ کی سیاست و سازش سے امام حسن علیہ السلام اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اطہر میں دفن نہ ہو سکے اور بنوامیہ کا کوئی شخص آپ کے جنازہ پر حاضر نہ ہوا۔ معاویہ نے یہاں بھی امام حسن علیہ السلام سے غدر کیا کہ صلح نامہ میں طے شدہ شرائط میں سے کسی کی بھی پابندی معاویہ نے نہیں کی، لہٰذا ایک بار پھر "لوا الغدر عنداستہ" کا مصداق بن گیا۔

پسند اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا

سَبّ وشتم

تاریخ اسلام معاویہ کو ناصبیت کا بانی قرار دیتی ہے، چنانچہ معاویہ کے دور حکومت میں اس فرقہ نے خوب زور پکڑا اور ناصبیت کی تبلیغ واشاعت کا بڑی شدت

سے اہتمام کیا گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو برملا سب وشتم کیا جانے لگا اور معاویہ کے حکم سے اس کے تمام چیلے چانٹے اور نمک خوار کتے باقاعدگی سے حضرت علی المرتضیٰ کو بھونکتے تھے۔ اور حضرت علی پر لعن طعن کے بارے میں خاص اہتمام کیا جاتا تھا اور دین فروش مُلاّ خطبہء جمعہ میں نام لے کر داماد رسول پر بھونکتے تھے، چنانچہ یاقوت عموی نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ عہدِ معاویہ نیز بنوامیہ کے تمام دورِ حکومت میں ''سجستان'' نامی شہر کو چھوڑ کر معاویہ کی عملداری اور بنوامیہ کی سلطنت کی آخری حدود تک باقاعدگی کے ساتھ حضرت علی پر لعن طعن کیا جاتا تھا۔

امام سیوطی نے لکھا ہے کہ معاویہ کی (ظالمانہ) سلطنت میں ستر ہزار دس منبروں پر حیدر کرار اور ان سے محبت کرنے والوں پر لعنت کی جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں کتب حدیث سے بعض روایات اور مشاہیر علماء و مؤرخین کی آراء کو اختصار سے پیش کیا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

ایک مرد حضرت سہلؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ دیکھو فلاں شخص یعنی امیر مدینہ حضرت علی کو منبر کے پاس نازیبا الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ سہل نے دریافت کیا کہ اس نے کیا کہا کہنے لگا کہ وہ انہیں ابوتراب کہتا ہے۔ پس وہ ہنسے اور فرمایا کہ ابوتراب تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام رکھا ہے الخ۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۵)

ابوتراب جناب علی المرتضیٰ کی کنیت تھی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیار سے حضرت علی کو عطا کی تھی لیکن نواصب اس کو توہین وتعریض کے لیے استعمال کرتے تھے اور حضرت علی کو اس کے ذریعہ استہزاء تمسخر کا نشانہ بناتے تھے، چنانچہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اور انور شاہ کشمیری نے فیض الباری ج ۴ ص ۶۷ پر اس

کی وضاحت کی ہے۔

قاضی ابو یوسف اپنی مجلس میں ایک شخص کی جانب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند کے مقابلے میں کدو کو ناپسند کرنے پر کفر وارتداد کا حکم جاری کرتے اور اس سے توبہ کا مطالبہ کرتے ہوئے عدم توبہ کی صورت میں اس کے قتل کا فیصلہ کرتے ہیں۔ یہ تو طبعی محبت و پسندیدگی کا معاملہ تھا۔ اہلِ بیت سے محبت فرائض ایمان میں سے ہے اور دین اسلام کا تقاضا ہے پھران لوگوں کا کیا حال ہے جو حضرت علی اور اہلِ بیت کے دیگر افراد سے بغض رکھتے اور ان کی توہین و تنقیص کے در پے ہیں اور جنہوں نے اس گمراہی کی بنیاد رکھی۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ حضرت علی اور دیگر اہلِ بیت کو کدو سے کمتر نہ سمجھیں اور فیصلہ کرتے ہوئے زمان، مکان اور انسان کی بجائے کردار کی بلندی و پستی کی طرف نگاہ رکھیں۔

نواصب مومنین محبینِ علی کو بطور تعریض ترابی کہتے تھے۔ اس سلسلے کا ایک لطیفہ مذکور ہے کہ حضرت صعصعہ بن صوحان ایک مرتبہ معاویہ کے پاس تشریف لے گئے۔ معاویہ کی مجلس میں بہت سے لوگ موجود تھے۔ عمرو بن عاص بھی ان کے پاس چارپائی (تخت) پر بیٹھا ہوا تھا تو معاویہ نے عمرو بن عاص کو کہا کہ ان کو گنجائش کر کے جگہ دیں باوجودیکہ ان میں ترابیہ بھی ہے۔ اس پر حضرت صعصعہ بن صوحان نے کہا: میں اللہ کی قسم ترابی ہوں تراب یعنی مٹی سے پیدا کیا گیا ہوں، اسی میں لوٹ جاؤں گا اور پھر اسی مٹی سے اٹھایا جاؤں گا۔ اور تو اے معاویہ آگ کی چنگاریوں میں سے ایک چنگاری ہے۔

(العقد الفرید ج ۴ ص ۳۶۶)

سنن ابی داؤد میں حضرت رباح سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں کوفہ کی

مسجد میں مغیرہ بن شعبہ کے پاس بیٹھا تھا اور اس کے ساتھ ابھی اہلِ کوفہ موجود تھے کہ حضرت سعید بن زیدؓ تشریف لائے، پس ایک آدمی جسے قیس بن علقمہ کہتے ہیں آیا اور گالیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ حضرت سعیدؓ نے پوچھا کہ یہ کس کو گالیاں نکال رہا ہے؟ تو مغیرہ نے کہا کہ علیؓ کو الخ۔

(سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۸۳) (بذل المجہود ج ۵ ص ۲۰۲)

ابوداؤد کی اس روایت کو امام احمد نے بھی مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۷ میں درج کیا ہے:

قطبہ بن مالک کہتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ نے حضرت علی کے متعلق کچھ نامناسب باتیں کیں تو حضرت زید بن ارقمؓ کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اے مغیرہ! تو یقیناً جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبِ اموات سے منع فرمایا ہے پھر تو علی کو کیوں سب کرتا ہے حالانکہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔

(مسند امام احمد ج ۴ ص ۳۶۹) (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۵۳)

معاویہ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو حکم دیا کہ وہ حضرت علی پر سب وشتم کریں، لیکن حضرت سعد نے انکار فرما دیا۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۸) (سنن ابن ماجہ، البدایہ والنہایہ)

صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث وتاریخ کی یہ روایت اس امر کی آئینہ دار ہے کہ سبِ علی کو معاویہ دیگر امور مملکت کی نسبت کہیں زیادہ قابل ولائق اہتمام جانتا تھا۔ یہ واقعہ ۵۰ھ یا ۵۱ ہجری کا ہے اس کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ معاویہ کو کبھی نہیں ملے اور ۵۵ھ میں وفات پائی۔ ۵۰ یا ۵۱ سن ہجری میں اگر سبِ علی کو اتنی اہمیت حاصل تھی تو معاویہ کی زندگی کے باقی سالوں میں اس ملعون بدعت کے سرعت سے پھیلنے کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں ہے۔

ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ معاویہ اس کے اَتباع بکثرت حضرت علی پر سب کرتے تھے

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۳ ص ۴۰۸ وج ۴ ص ۴۳۷)

علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ اہلِ حمص حضرت علی کی تنقیص کرتے تھے۔

(میزان الاعتدال ج ا ص ۲۴۰)

مولانا عبدالحیٰ فرنگی محلی لکھتے ہیں کہ بنوامیہ کے حکمران جمعہ کے دوسرے خطبہ میں حضرت علی پر زبان طعن دراز کرتے تھے۔

(نفع المفتی والمسائل ص ۴۲)

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ معاویہ جب حج کو آیا تو حضرت سعد بن ابی وقاص کو ہاتھ سے پکڑا اور دار الندوہ میں لے جا کر اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اور پھر حضرت علی المرتضیٰ کے حق میں بدگوئی اور سب وشتم کرنے لگا۔ حضرت سعدؓ نے اپنی چادر جھٹکی اور وہاں سے نکل گئے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۴۱)

ابن کثیر نے آگے چل کر لکھا ہے کہ جب مغیرہ بن شعبہ کوفہ کا والی تھا تو وہ خطبے میں حضرت عثمانؓ کی مدح اور حضرت علیؓ کی تنقیص کرتا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۵۰)

معاویہ کا گورنر بسر بن ابی ارطاۃ بصرے میں منبر پر خطبے کے دوران حضرت علی پر سب وشتم کرتا تھا۔

(تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۲۸، تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰۷)

بطور نمونہ چند عبارتیں پیش کرنے کے بعد ان کتب کے نام لکھے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ معاویہ اور اس کے حواری جناب امیر المومنین علیہ السلام پر سب وشتم کرتے تھے۔

سیرت النبی ج ا ص ٦٧

تاریخ الاسلام ج ٢ ص ١٣

تاریخ المذاہب الاسلامیہ ج ا ص ٣٨

المختصر فی اخبار البشر ج ٢ ص ٩٨۔٩٩

جوامع السیرۃ ص ٣٦٦

الخلیفۃ الزاہد ص ٢٤٦

انساب الاشراف ج ا ص ٤٩٢

حکایت الاولیاء ص ١٢٤

روایات الطیب ص ٨٦

ارواح ثلاثہ ص ١١٧

حیات الصحابہ ج ٢ ص ٥٣١

مروج الذہب ج ٣ ص ٢٣

فتاویٰ عزیزی ج ا ص ١٢٣

فتح الباری ج ٧ ص ٧١

الصواعق المحرقہ ص ٧٣

لوامع الانوار البہتیہ ج ٢ ص ٣٣٩

نجات الرشید ص ١٥٨

الہلال ج ٢ ص ٣٦٢

اسلام اور مذاہب عالم ص ٢٥٤

الامام زید ص ٩٩

منہاج السنۃ ج ۴ ص ۱۰۹

مجموعہ فتاویٰ ج ۴ ص ۴۸۸

الانباء فی تاریخ الخلفاء ص ۵۱

ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۳۱۶

تفسیر مظہری ج ۵ ص ۲۷۱

التعلیق الفصیح ج ۲ ص ۴۳

مسلمانوں کا عروج وزوال ص ۵۴

سیرۃ النعمان ص ۳۶

ہدیۃ الشیعۃ

بدایۃ الشیعہ

یہاں یہ بات یادرکھنے کے قابل ہے کہ ہمارانظریہ نہایت قوی ہے کہ معاویہ حضرت علی اور خاندانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اپنے آباء واجداد کی ذلت وخواری کا بدلہ لینا چاہتا تھا حضرت علی کی اطاعت سے انکار کرکے اور جنگ کرکے معاویہ نے بغضِ علی کا اظہار اور سب وشتم کی رسمِ بد کو مرتے دم تک جاری رکھ کر معاویہ نے اپنے بغض علی کے جذبہ کو نہایت رسوخ اور پختگی سے ثابت کردیا۔ قصاص دم عثمان فقط ایک بہانہ تھا ورنہ درحقیقت قتلِ عثمان اور خونِ عثمان سے معاویہ کے ہاتھ رنگین ہیں۔

امام حسن اور معاویہ کی مصالحت کے وقت یہ شرط بطور خاص رکھی گئی تھی کہ امام حسن کے سامنے جب وہ سن رہے ہوں تو حضرت علی کو سب وشتم نہ کیا جائے۔
(طبری ج ۴ ص ۱۲۴)

علامہ ذہبی نے بھی لکھا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کو لکھا کہ وہ حضرت علی پر امام حسن کی موجودگی میں سب وشتم نہ کریں۔

(العبر ج ۱ ص ۴۸)

معاویہ نے اس وقت تو یہ شرط منظور کر لی لیکن فوراً بعد ہی غداری کی اور کسی ایک شرط کو بھی ایفاء نہیں کیا اور تمام بلاد میں حکم جاری کر دیا کہ ہر اجتماع میں حضرت علی پر لعن طعن کیا جائے تب سے یہ ملعون بدعت وہاں تک پھیل گئی جہاں تک بنوامیہ کی حکومت تھی اور بنوامیہ کی حکومت کے خاتمہ تک یہ بے حیائی حکومت کی باقاعدہ سرپرستی میں جاری رہی۔ جب بنوامیہ اپنے انجام بہ کو پہنچے تو بظاہر یہ رسمِ قبیح ختم ہوگئی لیکن اپنا اثر بد اکثر قلوب میں چھوڑ گئی، جو ہنوز باقی ہے۔

مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي

ابوعبداللہ الجد لی کہتے ہیں کہ میں اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو منبروں پر سب کے سامنے سب وشتم کیا جاتا ہے۔ ابوعبداللہ کہتے ہیں: میں نے کہا: سبحان اللہ، معاذ اللہ، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

تو فرمانے لگیں کہ کیا تمہارے ہاں علی بن ابی طالب پر سب نہیں کیا جاتا اور فرمایا میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس سے محبت کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جس نے علی کو بُرا کہا اس نے مجھ کو بُرا کہا۔

(مسند امام احمد ج ۶ ص ۳۲۲) (المعجم الصغیر للطبرانی ص ۱۶۹) (خصائص مرتضوی ص ۱۵۴)
(مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۲۱) (الریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۱۹)
(شرح شفاء ج ۲ ص ۴۰۵۔ ۵۰۳۔ ۵۵۵) (العقد الفرید جز خامس ص ۱۰۵)

(البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۸۸)(الصواعق المحرقہ ص ۴۷)(الامام زید ص ۹۹)

اگرچہ بعض نام نہاد محققین معاویہ کے سوء کردار کو ظاہر کرنے والی روایات کو نشانہ ءنقد وجرح بنا کر انہیں نا قابل اعتماد بنانے کی کوشش میں ہمیشہ مصروف رہے ہیں اوراس کے برعکس حضرت علی اور دیگر افراد اہلِ بیت کے حسنِ کردار پر مبنی روایات کے ساتھ بھی ان لوگوں کا یہی طریق رہا ہے تاہم اس روایت پر کسی قابلِ ذکر شخصیت نے جرح نہیں کی بلکہ منصف مزاج اور اعتدال پسند علماء نے اس روایت کو ہر لحاظ سے صحیح اور قابلِ اعتماد سمجھا ہے انہیں میں حاکم ، ذہبی ، ھیثمی خطیب طبری اور علامہ مناوی ہیں۔

احمد بن عبدر بہ نے لکھا ہے کہ حضرت اُم سلمہ نے معاویہ کولکھا کہ تم اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر برسرِ منبر لعنت کرتے ہو وہ اس طرح کہ تم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور اس سے محبت کرنے والوں پر لعنت کرتے ہو اور میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ اور اس کا رسول حضرت علی سے محبت کرتے ہیں مگر معاویہ نے اس کلام کی طرف بالکل توجہ نہ دی۔

(العقد الفرید ج ۵ ص ۱۰۸)

مولانا ابو الکلام آزاد نے لکھا ہے کہ سب وشتم اور لعن وتبرے کا تخم انہوں (بنوامیہ) نے بویا۔ مقدس مساجد اسلام میں جو صرف اللہ کی عبادت وطاعتِ الٰہی وذکر واشغال مقدسہ کے لیے بنائی گئی تھیں۔ اپنے اغراض نفسانیہ منکرہ سیاسیہ سے اہلِ بیت نبوت اور حضرت امیر علیہ السلام پر اعلانیہ لعنت بھیجتے تھے۔ خطیب منبر پر چڑھتے تو تحمید وتقدیس وصلوٰۃ وتسلیم کے بعد آخر میں حضرت علی علیہ السلام پر لعنت بھیجتے اور پھر شمشیر ظلم سے لوگوں کی زبانوں کو لرزاں وترساں رکھتے تھے کہ کسی کو اس صریح فسق عظیم ومعصیۃ کبریٰ وہتک شریعہ الٰہیہ کے خلاف لب کشائی کی جرأت

نہیں ہوتی تھی۔

(الہلال ج ۲)

یہ ساری کاروائی معاویہ کے حکم سے ہوتی تھی۔جس سے بالبداہت معلوم ہوجاتا ہے کہ معاویہ کا یہ فعل حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ شدید بغض وعناد اور عداوت کا نتیجہ ہے اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں علی سے عداوت ایمان واسلام سے عداوت کی وجہ سے ہے۔

اب ہم حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ بغض وعداوت رکھنے والوں کے بارے میں شرعی حکم تلاش کرتے ہیں تاکہ صحیح صورت حال سامنے آسکے اور قارئین کرام آسانی سے کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں اور جناب صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیوں کے آئینہ میں معاویہ کی اصلی صورت نظر آجائے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو پھاڑا اور نسمہ (جان) کو پیدا کیا، تحقیق مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے کہ مجھ سے محبت نہیں رکھے گا مگر مومن اور مجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔

(صحیح مسلم ج۱ ص ۶۰)

ایک اور حدیث میں ہے کہ علی کی محبت ایمان کی علامت ہے اور بغضِ علی نفاق کی علامت ہے۔

(فتاویٰ عزیزی۔۔۔خصائص نسائی۔۔۔)

مذکورہ احادیث سے معاویہ کی اصلیت تو واضح طور پر نظر آجاتی ہے علماء کرام نے ان احادیث سے عمومی اصول اخذ کرتے ہوئے دشمنان علی کو اسلام کا دشمن قرار دیا ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ لڑنے والا حضرت علی المرتضیٰ کا جو بغض وعداوت سے لڑتا ہے، کافر ہے بالاجماع اہلسنّت کے نزدیک اور یہی مذہب

ان کا خارجیوں کے حق میں ہے اور اہل نہروان کے حق میں۔

(ہدیہ مجیدیہ ص ۸۱۳)

معاویہ اور اہلِ شام کا مسئلہ کھٹکا پیدا کر رہا تھا لہٰذا خاص اہتمام و احتیاط سے ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ہاں اہلِ شام کے گروہ سے بالیقین ہم کو کوئی شخص معلوم ہو کہ عداوت و بغضِ حضرت امیر سے رکھتا تھا یہاں تک کہ نسبت کفر کی آنجناب کے ساتھ مع لعن و گالی کے کرتا تھا، اس کو بے شک ہم کافر جانیں گے۔

چند سطور کے بعد پھر لکھتے ہیں:

الحاصل اہلسنت کا اجماع اس پر ہے کہ جو شخص حضرت امیر کو نسبت کفر کی کرے یا ان کے بہشتی ہونے کا منکر ہو یا منکر ان کی لیاقت و خلافت کا باعتبار اوصاف دین کے جیسے علم عدالت اور تقویٰ اور پرہیز گاری کافر ہے۔

(ہدیہ مجیدیہ ص ۸۱۴)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اہل سنت کا اجماعی مسلک بیان کیا ہے کہ جو شخص حضرت علی سے عداوت رکھتا ہو، سب و شتم کرتا ہو، آپ کی طرف کفر کی نسبت کرتا ہو وہ شخص اہلِ سنت کے ہاں بالاتفاق کافر ہے۔ اور یہ امر بھی بالکل بدیہی بن چکا ہے اور ہمیشہ سے ایسے ہی تھا کہ معاویہ اور اس کے حامی جناب علی المرتضیٰ پر شدید عداوت کی بناء پر لعن طعن کی بارش کرتے تھے اور حضرت علی کے بہشتی ہونے کے منکر تھے اور خلافت کے معاملہ میں جو سلوک آپ کے ساتھ معاویہ اور اس کے معاونین نے کیا اور جن اوصافِ بد کی تہمت تراشی آپ کے خلاف کی وہ محتاجِ بیان نہیں۔ معاویہ اور اس کے ساتھیوں کا شرعی حکم عیاں ہو چکا ہے، تبصرہ کی ضرورت نہیں۔

فرمانِ خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ..الخ الآیۃ

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت کی لعنت ہے۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے بڑھ کر کیا اذیت دی جائے گی کہ ان کے محب و محبوب کو اللہ ہی کے گھروں یعنی مساجد میں اور مقام رسول یعنی منبر پر سے تقریباً ایک صدی تک لعن طعن کا نشانہ بنائے رکھا۔

استلحاقِ زیاد

استلحاق زیاد بھی معاویہ کی بے دینی کی سیاست کا بہت بڑا مظہر ہے، اس سیاست سے شریعت کے ایک مسلّم قاعدے کی سنگین خلاف ورزی کی گئی ہے لہٰذا سیاست معاویہ کے اس پہلو پر تبصرہ کرنا ضروری ہے۔

معاویہ نے زیاد کے نسب کو اپنے باپ ابوسفیان کے ساتھ لاحق کیا اس لیے اس قضیہ کو استلحاق زیاد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کتابوں میں زیاد کا تذکرہ مندرجہ ذیل القابات سے ملتا ہے۔ زیاد بن ابیہ، زیاد بن عبید، زیاد بن غیر انتساب الی ابیہ، زیاد صاحب البصرۃ، زیاد بن ابی سفیان۔

زیاد ہ نطفہء ناتحقیق کی نسبت ابوسفیان کی طرف ۴۴ھ میں معاویہ کے اس اعلان کے بعد ہوئی کہ زیاد میرا بھائی ہے اور ابوسفیان کا بیٹا اور باقاعدہ منادی کرائی گئی کہ اس کے بعد زیاد کو زیاد بن ابی سفیان کہا جائے۔ زیاد اس پیوند کاری سے پہلے زیاد بن عبید کے نام سے مشہور تھا۔

(الاستعیاب تحت الاصابہ ج ا ص ۵۴۸)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قضیہ استلحاق کی حقیقت طشت از بام کرنے کے لیے سمیہ ام زیاد اور ابوسفیان کی سرگذشت بیان کردی جائے تا کہ معاویہ کی سیاست کا

شرم وحیا کا پہلو بھی روشن ہو کر سامنے آجائے۔

مؤرخین کی تصریح کے مطابق سمیہ ام زیاد ایک باندی تھی جو فارسی دہقان نے حارث بن کلدہ طبیب کو علاج کے صلہ میں دی تھی۔ حارث بن کلدہ ثقفی طائف کا باشندہ تھا اور طبیب عرب کے نام سے مشہور تھا اور اس باندی سے ملک یمین ہونے کی بناء پر ہمبستری بھی کرتا تھا۔ سمیہ کے بطن سے حارث کے دو بچے پیدا ہوئے، نفیع اور نافع، نفیع بعد میں ابوبکرہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ نافع کے متعلق حارث بن کلدہ نے اعتراف کر لیا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ یہ اس روز کی بات ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا تھا اور اعلان فرمایا تھا کہ جو حصار سے اتر آئے، آزاد ہے، نفیع طائف کے قلعہ سے اترے اور دربار رسالت میں حاضر ہو گئے اور حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعلان کے مطابق آزاد ہو گئے۔ اور ابوبکرہ کی کنیت سے شہرت پائی، ابوبکرہ کی حریت تو اس طرح ثابت ہوئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے دورانِ محاصرہ قلعہ سے اتر آنے اور ایمان لانے کی شرط پر آزاد فرمایا تھا، جیسا کہ آپ نے اس کا اعلان فرمایا تھا اور ابوبکرہ کے دوسرے بھائی نافع کو اسی دن حارث نے کہا کہ تیرا جو بھائی قلعہ سے اتر گیا ہے وہ غلام ہے اور تو میرا بیٹا ہے۔ نفیع اور نافع دونوں اس طرح آزادی کی نعمت سے مستفیض ہوئے۔ نفیع اور نافع کی پیدائش کے بعد حارث بن کلدہ نے سمیہ کا نکاح اپنے ایک رومی غلام عبید نامی سے کر دیا تھا۔ زیاد اسی کے فراش پر پیدا ہوا اور شکل وصورت میں عبید سے مشابہ تھا اور اسی سے منسوب تھا چنانچہ گذر چکا ہے کہ وہ زیاد بن عبید کے نام سے مشہور تھا۔ یہ زیاد مردود ۱ھ میں پیدا ہوا۔

جب یہ غلام تھا تو اسے آزادی کیسے حاصل ہوئی؟ عام مورخین اس کا تذکرہ

نہیں کرتے بظاہر اس کی آزادی کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔

پہلی صورت:۔ باندی کا بیٹا باندی کے مالک کا مملوک ہوتا ہے، زیاد بھی حارث کا مملوک تھا پہلی وجہ زیاد کی آزادی کی یہ ہوسکتی ہے کہ حارث نے خود اسے آزاد کر دیا ہو۔

دوسری صورت:۔ حارث نے اسے مکاتب کیا ہو، یعنی حارث نے زیادہ کو کہا ہو کہ تو مجھے مخصوص رقم ادا کر دے تو آزاد ہے اور زیاد مال کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا ہو۔

تیسری صورت:۔ زیاد چونکہ سمیہ کا بیٹا تھا اور سمیہ والدہ نافع ہونے کی وجہ سے ام الولد ہو گئی تھی اور ام الولد کا بیٹا بھی ام الولد کے حکم میں ہوتا ہے تب زیاد کی آزادی کی تیسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ حارث کی وفات کے بعد زیاد اور اس کی والدہ بلا معاوضہ آزاد ہو جائیں۔

بہر حال زیاد کی آزادی کی جونسی صورت بھی ہو۔ ابن عساکر کی وہ روایت قطعاً غلط ہے جس میں آتا ہے کہ زیاد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا تھا کہ میں نے اپنے پہلے وظیفہ سے اپنی والدہ کو خرید کر کے آزاد کیا ہے اور دوسرے وظیفہ سے اپنے ربیب عبید کو خرید کر آزاد کیا ہے کیونکہ سمیہ جب حارث کی ام الولد ہو گئی تو اس کی بیع و شراء شرعاً ناجائز ہو گئی۔ پھر زیاد کا یہ کہنا کسی طرح بھی درست نہیں ہوسکتا کہ اس نے اپنی ماں کو خریدا ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت اس خیال کے پیشِ نظر گھڑ لی گئی ہے کہ عبید زیاد کا باپ نہیں بلکہ ربیب تھا اس طرح استلحاق زیاد کا قضیہ آسان اور ممکن ہو جائے گا۔

ابوسفیان اور زیاد کی نسبت کی کہانی

ابوسفیان کی آمد و رفت عموماً طائف میں ہوتی تھی۔ فتح مکہ سے قبل ایک بار اپنی بعض ضروریات کے لیے وہ طائف میں وارد ہوا تو یہاں کے شراب فروش ابومریم السلولی کے ہاں مہمان ہوئے اور جی بھر کر شراب نوشی کی اور اپنے اندر جنسی قربت کے تقاضے کو شدت سے محسوس کیا اور آمادۂ زنا ہوا تب اپنے میزبان سے خواہش کا اظہار کیا تو اس نے کہا کہ آیا سمیہ عبید کی بیوی سے رغبت ہے، سمیہ اس وقت بہت مشہور زانیہ عورت تھی۔ ابوسفیان نے کہا کہ اس کی بدبو اور بھدے پن کے باوجود اسے ہی لے آؤ، پس ابوسفیان نے اس کے ساتھ زنا کیا۔

(تہذیب ابن عساکر ج ۵ ص ۴۰۹) (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ ص ۲۷۹)

ابوسفیان کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ سمیہ کو وہ اچھی طرح جانتا تھا اور ابو سفیان کے زنا کا یہ پہلا موقعہ نہ تھا بلکہ وہ اپنے ہم پیشہ فجار و مترفین سرداروں کی مانند پوری طرح اس بے حیائی میں دھنسا ہوا تھا۔

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ وہ ایک قسم کا نکاح تھا جو جاہلیت میں رواج پذیر تھا لیکن ابن خلدون کا یہ بیان احکام شریعت کو پس پشت ڈال کر جاہلیت کے رواج کو ترجیح دینے اور کتمان حق کے مترادف ہے اس لیے کہ شریعت اسلامیہ نے جاہلیت کے دور میں مروج بعض انواع نکاح کو معتبر نہیں ٹھہرایا بلکہ مسترد کر دیا۔ لہٰذا ابن خلدون کے اس قول کو بدعات معاویہ و سیئات بنوامیہ پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش ہی کہا جا سکتا ہے۔

جب کوئی شخص کسی غیر معروف النسب بچہ کو اپنا بیٹا کہہ دے تو وہ اس کا بیٹا ہو جاتا ہے اور اس سے یہ دریافت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی کہ یہ بچہ تیرا بیٹا کس

طرح بن گیا ہے اور کسی کو یہ سراغ لگانے کا حق نہیں ہے کہ یہ نکاح کی پیداوار ہے یا زنا کی مگر اس صورت میں بچہ کا نسب معترف کے ساتھ لاحق ہونے کے لیے چار شرائط ہیں:

(۱) وہ بچہ اتنی عمر کا ہو کہ معترف کا بیٹا بن سکے یعنی اس جیسا اُس جیسے سے پیدا ہو سکے۔

(۲) وہ بچہ معروف النسب نہ ہو یعنی اس کی دعوت سے پہلے اس کا نسب کسی دوسرے سے ثابت نہ ہو چکا ہو۔

(۳) غیر معروف النسب بچہ کی دعوت دو اشخاص بیک وقت رکھنے والے نہ ہوں، اگر دو اشخاص بیک وقت مدعی ہوئے تو جو ان میں زیادہ حقدار ہوگا بچہ اس کا ہوگا اگر دونوں مدعی ایک مرتبہ پر ہوں اور برہان اولویت بھی کسی کے پاس نہیں تو بچہ دونوں کا سمجھا جائے گا یعنی وہ دونوں کی میراث میں ایک مستقل بیٹے کا حصہ لے گا اور وہ دونوں مل کر ایک باپ کی میراث کے حق دار ہوں گے۔

(۴) دِعوت کرنے والا اپنے ساتھ نسب کا الحاق کر سکتا ہے، کسی دوسرے کے ساتھ الحاق نسب کا مجاز نہیں۔

استلحاقِ زیاد کے مسئلہ میں پہلی شرط کے بغیر تمام شرائط مفقود ہیں۔ دوسری شرط کے متعلق بتلایا جا چکا ہے کہ زیاد عبید کی منکوحہ بیوی کا بچہ ہے، لہٰذا اس کا نسب عبید کے ساتھ ثابت ہے، تیسری شرط بھی مفقود ہے کیونکہ اس میں زیاد کا حق مقدم ہے اور پہلے زیادہ کی نسبت عبید کی طرف ہو چکی ہے۔

مشہور ناصبی قاضی ابوبکر نے اس بارہ میں باطل اور فاسد تاویلات کی ہیں جو بالکل غلط اور سراسر خلاف واقعہ و حقیقت ہیں اور قاضی ابوبکر کا یہ قول کہ

یہاں ابوسفیان کا کوئی منازع نہیں تھا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ابوسفیان نے خود دعوت نہیں کی۔ادعاء معاویہ کا ہے اور یہ فیصلہ عبید کے خلاف ہوا۔

قاضی ابوبکر چونکہ متعصب ناصبی ہے اس لیے اُس کا یہ کہنا کہ اس میں کوئی منازع نہیں تھا اس امر کی دلیل ہے کہ معاویہ کا فیصلہ بھی قضاء اعلی الغائب کی نہایت بھونڈی اور بے ہنگم سی تصویر ہے کیونکہ اسے صحیح معنوں میں قضاء علی الغائب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ورنہ یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ عبید بوقت فیصلہ موجود اور حاضر عدالت تھا۔ مدعی نے اپنے ساتھ نسب کا الحاق نہیں کیا بلکہ اپنے والد کے ساتھ نسب ملحق کیا ہے، ابوسفیان نے کسی عدالت میں دعویٰ دائر کیا ہو، یہ بات کسی طرح بھی ثابت نہیں ہے۔ البتہ حافظ ابن کثیر دمشقی نے بعض گواہوں کے الفاظ نقل کیے ہیں کہ ابوسفیان نے اقرار کیا ہے کہ زیاد اس کا بیٹا ہے پھر یہ اقرار اتنا مخفی رہتا ہے کہ ۴۴ھ تک کسی کو پتہ نہیں چلتا۔ زیاد کی پیدائش کے ۳۵ برس بعد تک ابوسفیان زندہ رہا اور اواخر عہدِ خلافت حضرت عثمان میں فوت ہوا۔ مگر ابوسفیان سے زیادہ کا نسب محقق و معروف بین الناس نہ ہو سکا بلکہ زیاد بھی ابوسفیان کی پوری زندگی اور اس کے بعد بھی نو سال تک اپنے آپ کو غلام زادہ ہی سمجھتا رہا ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد جب ابوسفیان بظاہر اسلام لایا تو اس کی ذمہ داری تھی کہ اگر وہ زیادہ کو اپنا مولود ہی سمجھتا تھا تو اپنے قول و فعل سے اس کا اعلان کر دیتا کیونکہ نسب کے ساتھ نان و نفقہ، حجاب، مناکحت، میراث اور دیگر متعدد قانونی اور معاشرتی حقوق و فرائض وابستہ ہوتے ہیں۔ نسب کا کوئی اعلان کوئی شاعرانہ تشبیب یا دل لگی کا سامان تھوڑا ہی ہے کہ اسے اشاروں کنایوں یا غیر سنجیدہ پیرائے میں بیان کیا جائے، نہ یہ کوئی مخفی وصیت و ہدایت ہے جو چند آدمیوں کو وہ بھی بیشتر خاندان سے باہر کے آدمیوں کو چپکے سے بتا دی جائے تا کہ

سندر ہے اور بوقتِ ضرورت کام آ سکے۔ اب کیا ابوسفیان اور کم از کم معاویہ کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اس قضیہ نامرضیہ استلحاق زیاد کے مسئلہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کر دیتے یا کم از کم خلافتِ راشدہ ہی میں اس مسئلہ پر کوئی باقاعدہ عدالتی کاروائی ہوجاتی بلکہ یہ مسئلہ عہد معاویہ ہی میں خود معاویہ صاحب نے اپنی سیاست کو مستحکم کرنے کے لیے کھڑا کرتے ہیں اور پھر یہ ڈرامہ کسی قاضی کی عدالت میں پیش نہیں ہوتا بلکہ خود معاویہ ہی مدعی ہے اور خود قاضی بھی اور گواہ دوسرے شہروں سے تلاش کر کے لائے جاتے ہیں جو ابوسفیان اور زیاد کی والدہ سمیہ کے زنا پر شہادت دیتے ہیں اور اپنے حق میں فیصلہ کرلیا جاتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی استلحاق زیاد پر ان الفاظ کے ساتھ تبصرہ کرتے ہیں:

اسی سال یعنی ۴۳ھ میں امیر معاویہ نے زیاد بن سمیہ کو اپنا نائب بنایا اور یہی وہ پہلا عمل ہے جس کے ذریعے احکامات رسالت مآب کی خلاف ورزی کی گئی۔

(ماثبت بالسنۃ مترجم ص ۳۰)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثناء عشریہ میں اس مسئلہ پر خوب بحث کی ہے فرماتے ہیں:

یہ عامل مردود وحرامی زیاد ہے جو ملک فارس وشیراز کا صوبیدار تھا اور وہ بے حیا اپنے حرامی ہونے پر فخر کرتا تھا پکار پکار کر کہتا تھا اور اپنی ماں سمیہ نامی چھوکری پر زنا کی گواہی دیتا تھا۔

(تحفہ اثناء عشریہ)

استلحاق زیاد کے سلسلہ میں مولانا سعید احمد اکبر آبادی مدیر ماہنامہ "برہان" کا قول بھی قابل لحاظ ہے۔ امیر معاویہ زیاد کی قابلیتوں سے جو فائدہ اٹھانا چاہتے تھے زیاد کی بدنامی راہ میں سنگ گراں کا کام کرتی تھی۔ اس لیے انہوں (معاویہ) نے حکم

نبوی (الولد للفراش وللعاھر الحجر) یعنی بچہ کا نسب جائز نکاح سے ثابت ہوتی ہے، زانی کے لیے تو سنگساری ہے کا خیال نہ کرتے ہوئے اعلان عام کر دیا کہ آئندہ زیاد کو ابن ابیہ کی بجائے ابن ابی سفیان کہہ کر پکارا جائے۔

(مسلمانوں کا عروج وزوال ص ۴۷)

فقہاء سبعہ میں اول مرتبہ رکھنے والے اور تابعین میں بلند مقام کے مالک حق گو، حریت پسند مرد مومن سعید بن مسیب معاویہ کے اس خلاف شرع عمل کی شناخت اور دوررس نتائج بد کے پیش نظر معاویہ پر لعنت کرتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ترجمہ سعید بن مسیب)

آخر میں امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کا قول استلحاق کے بارے میں نقل کر کے سیاست معاویہ کے اس پہلو پر بحث کو ختم کیا جاتا ہے، ارقام فرماتے ہیں:

عام ناظرین کے لیے اس قدر لکھ دیتا ہوں کہ سمیہ جاہلیت کی ایک زانیہ فاحشہ عورت تھی، ابوسفیان اس کے پاس رہا کرتا تھا اور اسی سے زیادہ پیدا ہوا لیکن اغراض سیاسیہ سے اس کا پھر استلحاق کیا ورا اس کو اپنا بھائی بنا لیا اس کے لیے خاص مجلس شہادت منعقد ہوئی جس میں گواہوں کے اظہار لیے گئے، از انجملہ ایک گواہ ابو مریم الفجار بھی تھا جس نے ابوسفیان کے لیے سمیہ کو مہیا کیا تھا بالآخر ایسی شہادت سے زیادہ بھی شرما گیا، الخ۔

(مکالمات ابوالکلام آزاد ص ۱۴۹۔ ۱۵۰)(الہلال)

استخلاف یزید

یزید پلید کی نامزدگی تاریخ اسلام کا ایک الم ناک اور غم انگیز واقعہ ہے۔ اسلام نے قیصر و کسریٰ کی خاندانی اور شخصی حکومت کا خاتمہ کر کے ایک اصولی

اور جمہوری حکومت کی مثال دنیا میں قائم کی تھی جو خلافت راشدہ اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ جیسے مقدس ناموں سے یاد کی جاتی ہے لیکن معاویہ نے اپنی سیاست سے یزید کی ولی عہدی عمل میں لاکر اصولی اسلامی جمہوریت یا خلافت علیٰ منہاج النبوۃ پر قیصر یت وکسرویت کے دوبارہ فتح وغلبہ کا اعلان کر دیا۔ علامہ اقبال نے اسی حقیقت کو اپنی اس رُباعی میں اس طرح پیش کیا ہے:

عرب خود را بنور مصطفےٰ سوخت
چراغ مردہ مشرق برا فروخت
ولیکن آں خلافت راہ گم کرد
کہ اول مومناں را شاہی آموخت

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے شخصی سرداری قبائلی نظام کو ختم کر کے عدل وانصاف پر مبنی نظام قائم کیا اور قیصر وکسریٰ کی ملوکیت کو للکارا لیکن معاویہ کے اعتراف (اَنَا اَوّل الملوك) اور ترجمان حقیقت کی تعبیر کے مطابق معاویہ نے شخصی ملوکیت کا دوبارہ اجراء کر کے گمراہی اختیار کی۔ استخلاف یزید پلید کی تاریخِ تجویز کے بارے میں مورخین کے دوقول ملتے ہیں ۵۰ھ اور ۵۶ھ اول الذکر قول کو جلال الدین سیوطیؒ اور ثانی الذکر کو ابن جریر طبری اور ابن کثیر نے اختیار کیا ہے، ملاحظہ ہو

(تاریخ الخلفاء ص ۱۵۰) (تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۶۹)

(ابن اثیر ج ۳ ص ۴۲۳) (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۷۹)

ہمارے احاطہ علم میں کوئی تیسرا قول نہیں ہے، تاہم تاریخی حقائق کے پیش نظر متذکرہ دونوں قول غلط ہیں ۴۴ھ کے کسی مہینہ میں تجویز پیش ہوئی اور ۵۹ھ کے اواخر تک بجز چند زعماء مدینہ کے عامۃ الناس نے طوعاً وکرھاً بیعت کر لی۔ ولی

ہدی کی صحیح تاریخ معلوم کرنے کے لیے مندرجہ ذیل امور بنیادی ہیں۔

(۱) اس وقت مروان ملعون بن ملعون مدینہ کا عامل تھا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۵)

(۲) اس وقت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ بقید حیات تھے کیونکہ سب سے پہلے انہوں نے ہی استخلاف کے خلاف آواز اُٹھائی تھی۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۵)

قضیہ استخلاف یزید حضرت امام حسن کی شہادت کے بعد پیش آیا، یہ ایک تاریخی مسلّمہ ہے بعض مورخین نے لکھا ہے کہ استخلاف کی تحریک مغیرہ بن شعبہ نے پیش کی لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود معاویہ نے اسی لیے حکومت پر غاصبانہ قبضہ کیا تھا کہ وہ اسے خلافت کی بجائے موروثی بادشاہت میں تبدیل کردے اور اس نے اپنے ایک خطبہ میں اس جانب کھلا اشارہ کردیا تھا۔ معاویہ کی سیاست ملاحظہ فرمائیں کہ جب امیر المومنین علیہ السلام سے محاربت کرتا ہے تو دعویٰ ہے کہ اس جنگ کا مقصد مسئلہ خلافت مسلمانوں کی شوریٰ کے حوالہ کرنا ہے لیکن جب اقتدار پر قبضہ ہوجاتا ہے تو یہ بھلا دیا جاتا ہے کہ لڑائی کیوں کی تھی اور جب امام حسن سے مصالحت کا ارادہ کیا جاتا ہے تو یہ بات پیش کی جاتی ہے کہ میرے بعد آپ ولی عہد ہوں گے لیکن امام حسن کو زہر سے شہید کروا کے اپنے زانی اور شرابی بیٹے کو بطور خلیفہ مسلمانوں پر مسلّط کردیا جاتا ہے یہ بھی سیاست معاویہ ہی کے کرشمے ہیں۔ بہرحال صحیح بخاری میں روایت ہے کہ معاویہ نے مروان کو حجاز پر حاکم مقرر کر رکھا تھا۔ مروان نے خطبہ دیا اور یزید بن معاویہ کا تذکرہ کیا تاکہ معاویہ کے بعد یزید پلید کی ولی عہدی کی بیعت لی جائے۔ پس عبدالرحمٰن بن ابی بکر بول اُٹھے تو مروان نے کہا کہ اسے پکڑو۔ چنانچہ انہوں نے بھاگ کر اُم المومنین حضرت عائشہؓ کے گھر پناہ لی۔ لوگ (پولیس) انہیں پکڑنے پر

قادر نہ ہو سکے تو مروان نے کہا کہ یہ وہی ہے جس کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

والذی قال لوالدیہ اف لکما

توام المومنین نے پردے کے پیچھے سے فرمایا: ہمارے بارے میں قرآن میں کچھ نازل نہیں ہوا مگر یہ کہ اللہ نے میرا عذر نازل فرمایا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۵)

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس روایت کے متابع دو روایتیں بھی پیش کی ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ مروان بن حکم نے کہا کہ معاویہ چاہتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے اپنے بیٹے یزید کو نامزد کر دیں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر بول اٹھے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی سنت نہیں ہے، قیصر و کسریٰ کی سنت ہے۔

صحیح بخاری میں ہی دوسری روایت ہے کہ حضرت ابن عمر سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی زلفوں سے پانی لپک رہا تھا، میں نے عرض کیا کہ آپ لوگوں کا حال دیکھ رہی ہیں کہ میرا اس امر میں کوئی حصہ نہیں کیا گیا۔

آپ نے فرمایا: وہاں جاؤ وہ تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے اور میں اندیشہ کرتی ہوں کہ تیرے رک جانے سے انتشار پیدا نہ ہو جائے۔ پس انہوں نے نہ چھوڑا یہاں تک کہ حضرت عبداللہ وہاں سے چلے گئے، پس جب لوگ متفرق ہو گئے تو معاویہ نے خطبہ دیا اور فرمایا: جو شخص اس امر میں بولنا چاہے تو سر اٹھائے ہم ان سے اور ان کے باپ سے زیادہ خلافت کے حقدار ہیں۔ حبیب بن مسلمہ نے کہا، پس کیوں جواب نہ دیا آپ نے،

حضرت عبداللہ نے فرمایا: میں نے اپنا حبوہ کھولا اور ارادہ کیا کہ کہوں اس امر (خلافت) میں تجھ (معاویہ) سے زیادہ حقدار وہ شخص ہے جس نے تجھ سے اور تیرے باپ ابوسفیان سے اسلام کے لیے جنگ کی تھی پس میں تفریق اُمت اور خونریزی کے خوف سے خاموش ہو گیا اور جنت کی نعمتیں یاد کر کے ان پر قناعت کر گیا۔ حبیب نے کہا: آپ محفوظ ہو گئے اور بچ گئے۔

(صحیح بخاری ج ۲ کتاب المغازی باب غزوۃ خندق)

صحیح بخاری کی اس روایت میں عبداللہ بن کے الفاظ قابلِ غور ہیں کہ یزید تو الگ رہا خود معاویہ بھی حقدار خلافت نہیں ہے لیکن پھر معاویہ کی بھی سنیں جو یزید پلید کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ مستحق خلافت سمجھ بیٹھا ہے اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ معاویہ کی اس دھمکی آمیز تقریر کو سن کر خوف کے مارے خاموش ہو گئے ۔ بخاری کی یہ دونوں روایتیں بتا رہی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹا بھی استخلاف یزید کا مخالف تھا اس لیے مروان شیطان کی تقریر کے دوران بول پڑے اور اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بیٹا بھی شدید مخالف تھا۔

علامہ انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ روایت بخاری میں جب لوگ متفرق ہو گئے کہ جملہ میں راوی سے تسامح ہو گیا ہے اس لیے کہ جب وہ اسی لیے جمع ہوئے تھے تو پھر کہاں بھاگ گئے ۔ ممکن ہے شاہ صاحب کا مطلب یہ ہو کہ معاویہ نے خطبہ دیا اور یہ خطبہ نہایت تہدید آمیز تھا۔ لوگوں سے زبردستی بیعت یزید کا حصول چاہا تو اور لوگ دورانِ تقریر چلے گئے ہوں بہر حال معاویہ نے یزید پلید کو ولی عہد بنانے کے لیے تمام ناجائز حربے استعمال کیے چونکہ معاویہ کا یہ فعل نہ صرف اُمت مسلمہ بلکہ تمام انسانیت کے لیے تباہ کن تھا اور سرے سے ہی ناجائز تھا اس لیے ہم نے صرف "

ناجائز حربے'' کا لفظ استعمال کیا ہے اس سلسلہ میں کوئی حربہ جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ معاویہ نے انسانیت کی تباہی کی خاطر یعنی اپنی خاندانی ملوکیت کو مستحکم کرنے کی غرض سے تمام اسلامی اقدار کو پامال کر دیا۔ معاویہ کے حرام خور ونمک خوار (عوام مسلمین کے بیت المال میں سے) لوگوں کو رشوت کے طور پر روپیہ پیسہ عہود و مناصب اور جاگیروں کا لالچ دے کر وفود کی صورت میں معاویہ کے پاس بھیجتے کہ ہم فلاں علاقہ سے فلاں قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے حاضرِ خدمت ہوئے ہیں کہ آپ اپنی زندگی میں یزید کو خلیفہ بنادیں۔

چنانچہ مولانا اکبر شاہ خان صاحب تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں: کہ اس دور کے عوام کے جذبات اور یزید کے کریکٹر کا اندازہ اس سے کیجئے کہ معاویہ نے اپنے عمال کے نام ایک عام حکم جاری کیا کہ لوگوں سے یزید کی خوبیاں بیان کرواور اپنے اپنے علاقوں کے بااثر لوگوں کا ایک وفد میرے پاس بھیجو کہ میں بیعتِ یزید کے متعلق لوگوں سے خود بھی گفتگو کروں، چنانچہ ہر صوبے سے جو وفد آیا۔ معاویہ نے ان سے الگ الگ گفتگو کی جس میں خلفاء کے فرائض، حقوق، حکام کی اطاعت اور عوام کے فرائض بیان کر کے یزید کی شجاعت، سخاوت، عقل و تدبیر اور انتظامی قابلیت کا تذکرہ کر کے خواہش کی کہ اس کی ولی عہدی پر بیعت کر لینی چاہیے۔

(تاریخ اسلام ج ۲ ص ۹۳)

مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ کوفہ سے چالیس خوشامد پسند آتے ہیں یا بھیجے جاتے ہیں کہ معاویہ سے درخواست کریں کہ آپ کے بیٹے یزید سے کوئی قابل اور ملکی سیاست کا ماہر نظر نہیں آتا۔

(شہید کربلا ص ۱۱)

یزید پلید کی نامزدگی کے لیے جہاں اور بہت سی بدعنوانیاں معاویہ صاحب

نے بطور سیاست کی ہیں وہاں بیت المال کے روپیہ پیسہ کو بھی ناجائز طور پر سیاسی رشوت کے لیے استعمال کیا۔ اور مختلف قبائل کے سرداروں وغیرہ کو سیاسی استحکام کے لیے بھاری رشوتیں دیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد'' الراشی المرتشی فی النار '' کو بھلا دیا گیا۔ چنانچہ مشہور لبنانی مؤلف عمر ابوالنصر نے لکھا ہے کہ معاویہ سردارانِ قبائل کو روپیہ پیسہ کے ذریعہ خریدنے کا اچھا ملکہ رکھتے ہیں۔

طبری لکھتا ہے کہ معاویہ نے تمیم کے ایک مشہور سردار ابومنازل کو ایک موقع پر ستر ہزار درہم دیئے۔ ابومنازل نے یہ دیکھ کر معاویہ سے کہا، آپ نے مجھے دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں تھوڑی رقم دے کر قبیلہ تمیم میں ذلیل کر دیا۔ کیا میں صحیح النسب نہیں، کیا میں بلحاظ عمر دوسرے لوگوں سے ممتاز نہیں۔ کیا میں اپنے قبیلے میں معزز ترین فرد نہیں؟

معاویہ نے کہا: بے شک۔

ابومنازل نے کہا: پھر آپ نے دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں مجھے تھوڑی رقم کیوں دی؟

معاویہ نے کہا: میں نے یہ رقم دے کر ان لوگوں کا دین خرید لیا ہے لیکن چونکہ تم دیندار ہو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت اچھی رائے رکھتے ہو اس لیے میں نے تمہیں تمہارے دین ہی کے سپرد کر دیا ہے۔

ابومنازل نے جواب دیا: آپ مجھ سے بھی میرا دین خرید لیں۔

معاویہ نے اسے بھی ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دے دیا۔

(الحسین ص ۲۸۔۲۹)

معاویہ کی دین و ایمان کی خریداری کی سیاست کے پہلو کو مندرجہ ذیل

روایات مزید روشن کر دیتی ہیں۔

(۱) معاویہ نے حضرت ابن عمر کو بیعتِ یزید پر آمادہ کرنے کے لیے ایک لاکھ درہم بھیجے تھے مگر انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ پھر تو میرا دین بڑا سستا ہو گیا۔ اس واقعہ کو اکثر مورخین و محدثین نے نقل کیا ہے، مثلاً۔

(طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۸۲۔ ترجمہ عبداللہ بن عمرؓ)

(۲) اسی طرح امام محی الدین النوویؒ نے تہذیب الاسماء واللغات میں سیاست معاویہ کے اس پہلو کا تذکرہ یوں کیا ہے کہ جب انہوں (عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ) نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تو ان کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے گئے تاکہ انہیں بیعت یزید پر مائل کیا جائے، مگر انہوں نے درہم واپس کر دیئے اور فرمایا کہ دنیا کے عوض میں دین نہیں بیچ سکتا۔

(تہذیب الاسماء واللغات ترجمہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق)

معاویہ صاحب کی اس سیاست کو دوسرے مؤرخین نے زیادہ تصریح کے ساتھ نقل کیا ہے مثلاً حافظ ابن کثیر دمشقی نے سیاست معاویہ کے اس پہلو پر یوں روشنی ڈالی ہے کہ معاویہ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی طرف ایک لاکھ درہم اس وقت بھیجے جب انہوں نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا حضرت عبدالرحمٰن نے انہیں ٹھکرا دیا اور لینے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا میں اپنے دین کو دنیا کے عوض فروخت کر دوں۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۸۹)

معاویہ نے یزید کو ولی عہد تسلیم کروانے کی خاطر رشوت ستانی کا جو بازار گرم کیا۔ اس رخ کو تو خوب روشن کر دیا گیا ہے۔ دوسرا رُخ وعید و تہدید آمیز سیاست کا ہے، اس پہلو پر بھی طائرانہ نگاہ ڈال لیتے ہیں چنانچہ ابن قتیبہ اور احمد بن عبد ربہ اندلسی

نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ لوگ معاویہ کے ہاں جمع ہوئے اور خطیبوں نے کھڑے ہوکر بیعت یزید کے بارے میں اظہار خیال کیا۔ ایک قوم نے ناپسندیدگی ظاہر کی، پس ایک مرد کھڑا ہوا، اس کا نام یزید ابن المقنع تھا اور اس نے بالشت بھر تلوار نیام سے باہر کی، پھر بولا، امیر المومنین یہ ہیں اور معاویہ کی طرف اشارہ کیا اور اگر یہ ہلاک ہوجائیں تو یہ ہے اور پھر یزید کی طرف اشارہ کیا اور جو کوئی انکار کرے پس اس کا علاج یہ ہے اور تلوار کی طرف اشارہ کیا سو معاویہ نے کہا: تو سید الخطباء ہے۔

(عیون الاخبار ج ۲ ص ۲۱۰۔ العقد الفرید ج۔ ص)

اس دھمکی آمیز سیاست کی ایک جھلک گذشتہ صفحات میں بروایت بخاری ابن عمر کے حوالہ سے دکھائی گئی ہے جس میں معاویہ نے کہا تھا کہ جو خلافت کے امر میں بات کرنا چاہتا ہے وہ ذرا اپنا سر اوپر اٹھا کے دیکھے۔ اسی ضمن میں ایک اور واقعہ پیش خدمت ہے۔

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے اموی دور میں قضاۃ پر والیوں کے اثر کے عنوان سے عابس نامی ایک شخص کی جہالت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عابس مصر کا قاضی تھا اور عہدۂ قضا پر فائز ہونے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ معاویہ نے مصر کے والی مسلمہ کو لکھا کہ یزید (کربلائی) کے لیے لوگوں سے بیعت لیں اور تو کسی طرف سے انکار نہیں ہوا لیکن ایک مشہور صحابی عبداللہ بن عمرو بن عاص، جو عمرو بن عاص کے مشہور صاحبزادے ہیں اور علم و فضل اور علو سیرت میں لوگوں نے انہیں باپ پر ترجیح دی ہے، انہوں نے بیعت یزید سے انکار کیا۔ مسلمہ نے ان کے انکار پر اعلان کیا کہ عبداللہ کو درست کرنے کے لیے کون آمادہ ہے پس یہی عابس بن سعید کھڑے ہوئے اور بولے میں اس کام کو انجام دیتا ہوں۔

عبداللہ بن عمرو اس زمانے میں اپنے والد کے مشہور قصر واقع نسطاط میں قیام فرما تھے۔ عابس پولیس کے نوجوان لے کر پہنچا اور ان کے مکان کو گھیر لیا اور کہلا بھیجا کہ بیعتِ یزید کے متعلق آپ کا کیا ارادہ ہے؟ انہیں پھر بھی انکار پر اصرار رہا۔ عابس نے اس کے بعد کیا کیا؟

مورخین لکھتے ہیں ہ اس نے آگ اور لکڑی جمع کی تا کہ ان کے قصر کو آگ لگا دے۔ عبداللہ بن عمرو نے اس کے سامنے اپنے آپ کو مجبور پایا بیچارے باہر نکلے اور جو کچھ اس نے کہنے کو کہا، دہرا دیا۔ اَن پڑھ عابس کا یہی سب سے بڑا کارنامہ تھا کہ ایک مایہ ناز صحابی کو آگ میں جلا دینے کی دھمکی دے کر حکومت میں سرخروئی حاصل کی اور اس سرخروئی کا صلہ یہ تھا کہ غریب مسلمانوں کی منڈیاں، جانیں اور ان کے مال و جائیداد، حکومت نے قرآن و حدیث اور فرائض سے بالکل جاہل اس شخص کے سپرد کر دیئے۔

(امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص ۵۱)

سیاست معاویہ کے زیر تبصرہ پہلو کو علامہ شبلی نعمانی نے کلیاتِ شبلی میں منظوم طور پر یوں پیش کیا ہے:

نظامِ حکومتِ اسلام

جب ولی عہد ہوا تختِ حکومت کا یزید
عاملِ یثرب و بطحاء کو یہ پہونچے احکام
کہ ولی عہد کا بھی اب سے پڑھے نام ضرور
خطبہ پڑھتا ہے جو حریم نبوی میں امام
وقت آیا تو چڑھا پایہء منبر پہ خطیب

اورکہا یہ کہ یزید اب ہے امیر اسلام
یہ نئی بات نہیں کہ ابوبکرؓ و عمرؓ
جانشین کر گئے جب موت کا پہونچا پیغام
اٹھ کے فرزند ابوبکرؓ نے فوراً یہ کہا
سربسر کذب ہے یہ اے خلف نسل لئام
جھوٹ ہے یہ کہ یہ سنتِ بوبکر وعمر
ہاں مگر قیصر و کسریٰ کی ہے یہ سنت عام
اپنے بیٹے کو بنایا تھا خلیفہ کس نے
ایسی بدعت کا نہیں مذہب اسلام میں نام
یہ طریقہ متوارث ہے تو کفار میں ہے
ورنہ اسلام ہے اک مجلس شوریٰ کا نظام
شانِ اسلام ہے شخصیتِ ذاتی سے بعید
شرع میں سلطنت خاص ہے ممنوع و حرام
اس سے بھی قطع نظر نسلِ عرب ہیں ہم لوگ
وہ کوئی اور ہیں ہوتے ہیں جو شاہوں کے غلام

(کلیاتِ شبلی مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ ص ۴۶)

استخلافِ یزید کی بحث میں اپنے علم وفہم کا جو نچوڑ مولانا سید لعل شاہ صاحب بخاری مدظلہم نے اپنی کتاب مستطاب ''استخلافِ یزید'' میں تحریر کیا ہے وہ من وعن درج کر کے اس بحث کو ختم کیا جاتا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''ہمارے مطالعہ کا حاصل یہ ہے کہ معاویہ ۴۱ھ میں مسند خلافت پر متمکن

ہو کر عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہیں اور ۴۹ھ میں عصبیت مضر کی پشت پناہی میں اپنے بیٹے کو نامزد کر دیتے ہیں اور تادم زیست اس سے زیادہ کسی مسئلہ کو اہم نہیں سمجھا۔ جلیل القدر صحابہ پہلے ہی سیاست سے دست کش ہو چکے تھے۔ کچھ صحابہ اشارت فتنہ اور تفریق اُمت کے اندیشہ سے خاموش ہو گئے۔ بعض کی آواز سفک دِما اور خونریزی کے خوف سے حلقوم میں اٹک کر رہ گئی۔ کچھ روسا مناصب کی وجہ سے مجبور تھے۔ بعض کی زبانیں نقرئی مہروں سے داغ دی گئیں بعض کو ذہن دوزی لقمہ ہائے چرب سے کر دی گئی اور بعض کو حرص و آز نے ایسا اندھا کر دیا کہ ملک کے طول و عرض میں رواں دواں اور استحکام ولایتِ یزید کے لیے کوشاں تھے۔ مناسب وعہود کی خاطر وفود کے وفود دمشق بھیجے جاتے ہیں۔ آخر ان کی سعی نامشکور بارآور ہوتی ہے اور یزید بن معاویہ جس کے ہاتھوں اُمت کی تباہی مقدر ہو چکی تھی پوری اُمت پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح صادق المصدوق پیغمبر کی پیشگوئی سچی ہو جاتی ہے کہ (یهلك الناس هٰذا الصبی من قریش) لوگوں کو قریش کا یہ قبیلہ ہلاک کر دے گا اور بالآخر لوگوں کے سامنے وہ منظر آ ہی گیا جسے بیان کرتے ہوئے زبان نبوت مرتعش ہو گئی تھی۔ آپ نے فرمایا: لواعتزل الناس عنہم۔ کاش لوگ ان سے جدا ہو جاتے۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۴ بحوالہ استخلاف یزید ص ۳۱۶)

حضرت حجر بن عدی کا بہیمانہ قتل

معاویہ صاحب کی وہ سیاست اور سیاہ کاریاں جن کے متعلق حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک بھی ہلاکت کے لیے کافی ہے، میں سے ایک حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قتل ہے، جو معاویہ صاحب نے ناحق خون کر دیا ہے۔

جنگ صفین کے مقتولین کا خون بھی یوں تو معاویہ کے سر پر ہے لیکن حضرت حجر کا قتل بغیر جنگ کے جبراً ہوا ہے، لہٰذا یہ زیادہ کربناک ہے، یوں معاویہ فرمان باری تعالیٰ:

من قتل مومنا متعمداً فجزاءہ جھنم خالداً فیھا وغضب اللہ علیه ولعنه ..الخ الآیة۔

کا صحیح مصداق بنا ہے۔اب اگر قرآن کے فیصلے کے بعد معاویہ کے پجاری اسے رضی اللہ پڑھیں تو یہ خدائے بزرگ و برتر اور اس کے کلام سے مقابلہ ہے، ان کے کہنے سے معاویہ اللہ کا پسندیدہ بندہ نہیں بن سکتا۔

حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتے تھے اور روٗسائے کوفہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ بہت سے محدثین نے لکھا ہے کہ حضرت حجر بن عدی اپنے بھائی ہانی بن عدی کے ساتھ وفد کی صورت میں خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اس وجہ سے صحابی تھے۔ حافظ ابن کثیر نے ابن عساکر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت حجر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، نیز حافظ ابن عبدالبر استعیاب میں لکھتے ہیں کہ حجر صاحب فضیلت صحابہ میں شامل تھے۔ پھر وہ امام احمد کے حوالہ سے یحییٰ بن سلیمان کا قول نقل کرتے ہیں کہ حجر بن عدی مستجاب الدعوات اور افاضل اصحاب النبی میں تھے، نیز حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں امام حاکم کے حوالہ سے ان کی صحابیت ثابت کی اور پھر ان سے ایک حدیث بھی پیش کی۔

اسد الغابہ میں حضرت حجر الخیر کے لقب سے حضرت حجر بن عدی کا تذکرہ کیا گیا ہے، امام حاکم نے مستدرک میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے حجر بن عدی کے مناقب جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب میں سے درویش صفت اور زاہد منش انسان تھے۔ (المستدرک ج ۳ ص ۴۶۸)

امام ذہبی کی تلخیص مستدرک میں بھی یہی عنوانِ باب موجود ہے، حضرت حجر کوفہ میں رہائش پذیر تھے اور کوفہ محبانِ علی کا مرکز تھا۔ اس مقام کی اہمیت کی طرف نگاہ کرتے ہوئے معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو یہاں کا گورنر مقرر کر رکھا تھا۔ مغیرہ بن شعبہ بھی معاویہ کی ہدایت پر خطبہء جمعہ میں حضرت علی المرتضیٰ پر سب وشتم کرتا تھا۔ بعض اوقات حضرت حجر مغیرہ بن شعبہ کو اس کاروائی پر ٹوکتے بھی تھے۔ مغیرہ کے بعد معاویہ نے زیادہ کو یہاں کا گورنر بنا دیا۔ زیاد نیا نیا ابوسفیان کا بیٹا بنا تھا۔ چناچہ اس کے اندر سے عداوتِ اہل بیت معاویہ کی میعت کے اثر سے بہت زیادہ ابھر کر سامنے آئی۔ زیاد حضرت علی المرتضیٰ پر بہت زیادہ سب وشتم کرتا تھا اور اسی سب وشتم میں نماز کو اپنے اوقات سے بہت دیر بعد پڑھتا اور بسا اوقات جمعہ کے قضا ہونے کا بھی اندیشہ ہو جاتا ہے، زیاد کی طرف سے نماز جمعہ کو بہت زیادہ مؤخر کرنے پر حضرت حجر زیاد کو ٹوکتے۔ زیاد سے حضرت حجر کا یہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر گوارا نہ ہوا اور معاویہ کو لکھ بھیجا کہ حجر بن عدی اور ان کے ساتھی سنگین سزا کے مستحق ہیں اور اگر انہیں بروقت سزا نہ دی گئی تو بنوامیہ کی حکومت کو بڑا خطرہ ہے۔ معاویہ زیاد کا مشورہ بھلا کیسے قبول نہ کرتا۔ معاملہ سب علی کا تھا اگر اس کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والوں سے اغماض برتا جاتا تو عوام بھی یہ تاثر لے سکتے تھے کہ حکومت وقت اس مسئلہ میں صریح غلطی پر ہے اور نرم پالیسی سے فائدہ اٹھا کر لوگ حکومت منکرہ عاضہ کے خلاف علم جہاد بلند کر سکتے تھے۔ چنانچہ معاویہ نے زیادہ کو لکھا کہ انہیں فوری طور پر گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو تو زیاد نے حضرت حجر اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کروا کے ایک کاغذ جعلی شہادتیں ثبت کروا کے معاویہ کے پاس بھجوا دیا۔ معاویہ نے حکم دیا کہ ان کو دمشق میں نہ لایا جائے بلکہ مرج عذرا میں مقید رکھا جائے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب حضرت حجر کو اس مقام کا نام معلوم ہوا تو انہوں نے کہا: خدا کی قسم میں پہلا مسلمان ہوں جس کو اس دیہات کے کتوں نے بھونکا تھا اور میں پہلا مسلمان ہوں جس کے نعرۂ تکبیر سے مرج عذرا کی وادیاں گونج اُٹھی تھیں۔ معاویہ نے اپنے بعض مشیروں سے مشورہ طلب کیا، بعض نے ان کے قتل کا مشورہ دیا اور بعض نے کہا کہ انہیں متفرق شہروں میں پھیلا دیا جائے، مگر زیاد نے لکھا کہ اگر عراق کی حکومت درکار ہے تو انہیں قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ معاویہ نے اسلام کے اصولوں کو حسبِ سابق پس پشت ڈالکر خدا اور رسول کے احکامات کو بالکل نظر انداز کر کے قیامت کے خوف سے بے خطر ہو کر ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ ان میں سے بعض افراد کو سفارش پر رہا کر دیا گیا اور صرف چھ اشخاص کو قتل کیا گیا۔ ان مقتولین پر معاویہ نے دو باتیں پیش کیں، حضرت علی سے اظہار برات اور ان پر لعنت اور حضرت عثمان سے محبت جس کو یہ منظور ہو اسے چھوڑ دیا جائے گا وگرنہ اس کی گردن اڑا دی جائے گی مگر ان حضرات نے موت کو سامنے دیکھ کر بھی معاویہ کی حمایت نہ کی اور باطل کے سامنے سر نہ جھکایا۔

حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ نے وصیت فرمائی کہ میرا خون نہ دھونا اور نہ میرے کپڑے اتارنا۔ میں اسی حال میں معاویہ سے قیامت کے دن ملاقات کروں گا۔ وصیت کے بعد جلاد نے وار کیا اور ایک کشتۂ ستم خاک وخون میں تڑپنے لگا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت حجر کے قتل پر رسول اللہ کی وعید شدید

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس واقعہ ہائلہ کی پیشین گوئی فرمائی تھی، علی بن ابی طالب نے فرمایا: اے اہلِ عراق! تم میں سے سات افراد عذرا کے مقام پر عنقریب قتل کیے جائیں گے ان کا قتل اصحاب اخدود کی طرح (ظالمانہ) ہوگا۔ سو حجر بن عدی اور ان کے ساتھی قتل کیے گئے۔ بیہقی نے کہا: علی ایسی بات نہیں کر سکتے، سوا س کے کہ انہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات سنی ہو۔

جب معاویہ حضرت حجر کے قتل کے بعد مدینہ منورہ آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حجر بن عدیؓ کے قتل پر معاویہ سے عتاب آمیز لہجہ میں گفتگو فرماتے ہوئے معاویہ کو یہ حدیث سنائی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مقام عذرا میں کچھ لوگ قتل کیے جائیں گے ان کی خاطر اللہ تعالیٰ اور اہل سماء (آسمان والے مراد فرشتے) غضب ناک ہوں گے۔

(البدایہ والنہایہ ج ٦ ص ٢٥٦۔٢٥٧)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے تاثرات

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کی گرفتاری کا علم ہوا تو انہوں نے فوراً حضرت عبدالرحمٰن بن الحارث کو یہ پیغام دے کر معاویہ کے پاس بھیجا کہ انہیں فوری طور پر رہا کیا جائے اور ان کے معاملہ میں اے معاویہ اللہ سے ڈرو۔

(البدایہ والنہایہ ج ٨ ص ٥٤، الاصابہ ص ٣٥٥)

لیکن اُم المومنین کا پیغام پہنچنے سے قبل حجر بن عدی اور ان کے بعض ساتھی

جام شہادت نوش فرما چکے تھے۔ حضرت ربیع بن ربیعہ بن عوف کو جب حجر بن عدی کے قتل کی خبر پہنچی تو سخت متاسف ہوئے اور حزن وملال کا یہ عالم تھا کہ دنیا سے طبیعت اُچاٹ ہوگئی، یہاں تک کہ جمعہ کی نماز کے بعد لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ میں دعا مانگتا ہوں آپ آمین کہیں، پھر دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی اور گر پڑے اور اسی روز فوت ہو گئے۔

(ابن خلدون ج ۲ ص ۱۴) (تجرید اسماء صحابہ ج ۱ ص ۱۸۹)

امام محمد بن سیرین جب ان دو رکعتوں کے متعلق سوال کیا جاتا ہے جو بوقت قتل مقتول پڑھتا ہے تو جواب میں ارشاد فرماتے کہ یہ دو رکعتیں حضرت حبیبؓ اور حضرت حجرؓ نے پڑھی تھیں اور وہ صاحب فضیلت تھے۔

(الاستعیاب تحت الاصابہ ج ۱ ص ۳۵۷)

حضرت عبداللہ بن عمر بازار میں تھے، جب انہیں حضرت حجر کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے اپنی چادر ڈھیلی کی اور روتے ہوئے بازار واپس آ گئے۔

حضرت حسن بصریؒ قتل حجرؓ کو قاتل معاویہ کے لیے دنیا وآخرت میں مہلک اور سانحہ عظیمہ خیال کرتے تھے۔

متاخرین کی آراء

امام ذہبیؒ اپنی تصنیف، العبر فی خبر من غیر میں رقمطراز ہیں کہ اسی سال حجر بن عدی اور ان کے رفقاء معاویہ کے حکم سے عذرا کے مقام پر قتل ہوئے۔ حجر صحابی ہیں جو ایک وفد کی صورت آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ ایک عبادت گذار بزرگ تھے جنہوں نے جہاد میں بھی شرکت کی۔

(العبر ج ۱ ص ۵۷)

استاذ عبدالوہاب النجار جنہوں نے تاریخ الکامل لابن الاثیر کے مطبوعہ نسخہ کی تصحیح وتہذیب کی ہے وہ اس کتاب کی جلد سوم ص ۳۲۱ کے حاشیہ پر فرماتے ہیں کہ حضرت حجر اور ان کے ساتھی جو سیاسی اغراض کے باعث قتل ہوئے وہ اپنے قول وعمل میں معاویہ کی نسبت زیادہ برسر حق تھے وہ اپنے دین کے معاملہ میں مداہنت کی بجائے صراحت سے کام لیتے تھے جس پر ان کا خون بہایا گیا۔

مولانا مناظر احسن گیلانی نے لکھا ہے کہ حضرت حجر بن عدی کی جلالت شان کا اندازہ اسی سے کیجئے کہ کوفہ سے شام گرفتار کر کے بھیجے گئے اور یہ خبر مدینہ پہنچی تو عائشہ صدیقہ نے اسی وقت معاویہ کے پاس قاصد دوڑایا کہ حجر کو قتل نہ کرنا لیکن قاصد اس وقت پہنچا جب وہ شہید ہو چکے تھے۔

(تدوین حدیث ص ۴۲۳)

مولانا قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی نے بھی تاریخ ملت جلد سوم ص ۲۲ تا ۲۶ پر حضرت حجر کے قتل کو افسوس ناک قرار دیتے ہوئے کم وبیس یہی تفصیلات بیان کی ہیں، اور مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی نے تاریخ اسلام حصہ دوم ص ۱۳۰ و سیر الصحابہ ج ہفتم ص ۴۴ میں ان افسوسناک حالات وواقعات کا تذکرہ کیا ہے۔مولانا سید سلیمان ندوی نے سیرت عائشہؓ ص ۱۵۰۔۱۵۱ میں معاویہ کی اس ظالمانہ کاروائی کو افسوس ناک قرار دیا ہے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے خلافت وملوکیت میں حضرت حجر کی شہادت پر تبصرہ فرمایا ہے اور جسٹس (سابق) وفاقی شرعی عدالت مولانا ملک غلام علی صاحب نے خلافت وملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ کتاب میں ص ۲۵۲ تا ص ۳۲۲ خوب وضاحت سے حضرت حجر بن عدی کے قتل پر معاویہ کی ظالمانہ کاروائیوں کو بے نقاب کیا ہے، نیز مولانا سید لعل شاہ صاحب بخاری مدظلہ نے

''استخلاف یزید ص ۱۵۶ تا ۱۵۷ نہایت شرح وبسط سے اس موضوع پر کلام کیا ہے اور سیاست معاویہ کے اس پہلو کو بے نقاب کیا ہے۔

حضرت عمرو بن الحمق کا وحشیانہ قتل

حضرت حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قتل خالص تخریب کاری اور دہشت گردی اور مکاری کی سیاست پر مبنی تھا۔ حضرت حجر بن عدی حضرت علی المرتضیٰ کے طرفدار تھے۔ جنگ صفین میں بھی امیر المومنین کے ساتھ تھے اور معاویہ کو خاص دشمن اسلام سمجھتے تھے۔ ادھر معاویہ اینڈ کو بھی اہل بیت اور محبانِ اہلبیت کے سخت دشمن تھے۔ جس کے بارہ میں معلوم ہو جاتا کہ فلاں شخص محب آل رسول ہے فوری طور پر اس کے خلاف شدید کاروائی کا منصوبہ تیار ہو جاتا تھا اور اس پر عملدرآمد میں کوئی تاخیر نہ کی جاتی تھی۔

حضرت حجر کے قتل میں معاویہ نے جس طرح اسلامی قوانین کا مذاق اُڑایا، اس کی مثال شاید ہی دنیا میں مل سکے، بہرحال یہ معاویہ کی بنیادی سیاسی پالیسی تھی کہ محب آلِ رسول کا دنیا سے خاتمہ کرایا جائے۔ چنانچہ حضرت حجر کی شہادت کے بعد معاویہ حضرت عمرو بن الحمق کی طرف متوجہ ہوا۔ آنجناب بھی حضرت حجر کے ساتھیوں میں سے تھے یعنی حضرت علی المرتضیٰ سے محبت کرتے تھے۔ معاویہ کے پیشہ ور اور اجرتی قاتلوں نے انہیں موصل میں شہید کیا اور ان کا سر کاٹ کر معاویہ کے پاس پہنچایا گیا۔ معاویہ نے عمرو بن الحمق کا سر شہروں میں گھمایا اور سولی پر لٹکایا۔ حضرت عمرو بن الحمق بھی صحابی رسول ہیں آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو دُعا دی۔ اے اللہ! اسے جوانی سے تمتع بخش،

پس اسی (۸۰) سال گذر جانے کے بعد بھی ان کا کوئی بال سفید نہیں ہوا۔
(مجمع الزوائد ج۹ ص۴۰۶)

کتب تاریخ میں مذکور ہے کہ اسلام میں پہلا سر، جو نیزے پر اٹھا کر شہر شہر پھرایا گیا وہ عمرو بن الحمق کا سر ہے۔ بعد ازاں بحکم معاویہ عمرو بن الحمق کا سر اس کی بیوی کی گود میں ڈالدیا گیا۔

(استعیاب ج۲ ص۵۲۴ تحت الاصابہ)

(اصابہ ج۸ ص۲۹۴)

(تہذیب التہذیب ص۲۴)

(تاریخ الصغیر ص۵۶)

(اسد الغابہ ج۴ ص۲۱۸)

(البدایہ والنہایہ ج۸ ص۴۸)

(طبقات ابن سعد ج۶ ص۲۵)

(المعارف ص۱۲۷)

(تذہیب الکمال ص۲۸۸)

(منتخب کنز العمال ص۲۴۹ برحاشیہ مسند کتاب المحبر ص۴۹۰)

(الاصابہ ص۵۳۳)

حضرت عمرو بن الحمق فرماتے ہیں کہ میں ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا: اے عمرو میں تمہیں جنت کی نشانی نہ بتلاؤں کہ کھانا کھاتی ہو، پانی پیتی ہو اور بازاروں میں چلتی ہو۔

میں نے کہا: ہاں یارسول اللہ، میرا ماں باپ آپ پر قربان ہو۔

آپ نے فرمایا: اوراس کی قوم جنت کی علامت ہےاورآپ نے حضرت علی کی طرف اشارہ کیااور پھر فرمایا: اے عمرو! میں تجھے آگ کی نشانی نہ بتلاؤں کہ کھانا کھاتی ہے، پانی پیتی اور بازاروں میں چلتی ہے۔

میں نے کہا: ہاں یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔

آپ نے فرمایا: یہ اور اس کی قوم آگ کی نشانی ہے اور آپ نے ایک مرد(معاویہ مراد ہے) کی طرف اشارہ کیا جب فتنہ واقع ہواتو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بات یاد کی اور آگ سے بھاگ کر جنت کی نشانی کی طرف آ گیااور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خیال تھا کہ بنی امیہ اس کے بعد مجھے قتل کرنے والے ہیں۔

(مجمع الزوائد ج۹ ص ۴۰۵-۴۰۶)

بیت المال کا ناجائز استعمال

معاویہ صاحب نے جہاں خدا و رسول کی دیگر صریح نافرمانیاں کی ہیں۔ وہاں بیت المال جمع ہونے والی رقوم ودیگر اموال میں زبردست خرد برد کی ہے اور ذاتی بے دینی کی سیاست کے استحکام و غلبہ کے لیے بیت المال کے بے دریغ و بیدردانہ خرچ کیا، خصوصاً حضرت علی کی اسلامی حکومت کو ختم کرنے، جو درحقیقت اسلام کو نابود کرنے کے مترادف ہے اور اپنے بیٹے یزید پلید کی ولی عہدی کی تحریک میں بیت المال کا روپیہ پانی کی طرح بہایا ہے نیز مالِ غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صریح خلاف ورزی کی ہے جس کا تھوڑا سا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

سنن ابی داؤد میں عبدالرحمٰن بن عبدرب الکعبہ سے مروی ہے، وہ عبداللہ بن

عمرو سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشا دفرمایا کہ جو شخص کسی امام کی بیعت کرے، پس اسے اپنے ہاتھ کا صفقہ اور اپنے دل کا ثمرہ عطا کر دے، پس اسے چاہیے کہ اس امام کی حسب استطاعت اطاعت کرے۔ پس اگر کوئی دوسرا شخص اس کا منازع کھڑا ہو تو اس کی گردن اڑا دو۔

عبدالرحمٰن بن عبدرب الکعبہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے دریافت کیا کہ آیا آپ نے یہ حدیث خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنی ہے؟

انہوں نے فرمایا: ہاں میرے دونوں کانوں نے سنی ہے اور میرے دل نے محفوظ کر لی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو کو کہا کہ تیرا چچازاد بھائی معاویہ تو ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم اپنے مال باطل طریقہ سے کھائیں اور اپنی جانوں کو ناحق قتل کریں، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ایمان والو، نہ کھاؤ اپنے مال باطل طریق پر مگر یہ کہ تجارت ہو رضامندی سے اور نہ قتل کرو اپنی جانوں کو، اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ رحم کرنے والا ہے۔

شارح مسلم امام نووی نے اس حدیث کی تاویل کی ہے لیکن وہ صحیح نہیں ہے ،مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے بھی اس تاویل کو غلط ٹھہرایا ہے۔ بہر حال اس روایت کا مضمون صاف بتا رہا ہے کہ اس میں پہلے امام اور دوسرے مدعی ومنازع کا ذکر جس انداز سے ہے اس کا اطلاق حضرت علی اور معاویہ پر ہی ہے اور معاویہ نے امام برحق امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف جو منازعت ومحاربت کی روش اختیار کی ۔لوگوں کی جان و مال پر خود یا اپنے لشکر یا عاملوں کے ذریعے ظلم وتعدی کی اور اس

کے لیے جو ذرائع اور وسائل استعمال کیے یہ سب کارروائیاں قطعاً ناجائز تھیں جن کی ذمہ داری معاویہ پر عائد ہوتی ہے۔

امام نووی نے اسی حدیث کی شرح میں یہ بھی لکھا ہے کہ خلیفہ اول کی موجودگی میں دوسرے کی اس سے منازعت حرام ہے اور دوسرا لائق قتل ہے تو یہ وصف معاویہ میں موجود ہے کیونکہ وہ امیر المومنین سے نزاع کر رہا ہے حالانکہ ان کی بیعت منعقد ہو چکی ہے، پس راوی عبدالرحمٰن کی رائے یہ ہوئی کہ معاویہ نے حضرت علی کے خلاف نزاع، جدال وقتال میں اپنے فوجیوں اور پیروکاروں پر جو کچھ خرچ کیا وہ اکل المال بالباطل اور قتل نفس ہے، لہٰذا معاویہ واجب القتل ہے۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت حکم کے پاس معاویہ کا خط زیاد کی وساطت سے آیا کہ وہ غنیمت میں سے معاویہ کے لیے سونا چاندی الگ کر لیں جو معاویہ کے بیت المال کے لیے ہوگا۔ حضرت حکم نے جواب دیا کہ اللہ کی کتاب امیر المومنین کی کتاب (خط) پر مقدم ہے۔ کیا انہوں نے نہیں سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں پھر حضرت حکم نے سارا مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ انہیں قید کر دیا گیا حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۴۷)

تاریخ الکامل کے علاوہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں جہاں حضرت حکم بن عمرو کے حالات بیان کیے ہیں وہیں لکھا ہے کہ زیاد نے حضرت حکم کو لکھا کہ معاویہ نے تحریر کیا ہے کہ ان کے لیے سونا اور چاندی الگ کر لیا جائے اور لوگوں میں اسے تقسیم نہ کیا جائے۔

امام حاکم نے بھی المستدرک ج ۳ ص ۴۴۲ میں یہ واقعہ نقل کیا ہے اور یہی پوری روایت امام ذہبی نے مستدرک کی تلخیص میں بھی درست خیال کرتے ہوئے درج کی ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی بیت المال میں آنے والی زکوۃ کی رقوم مالِ غنیمت میں ملنے والے متاع واسباب خصوصاً سونا چاندی خود معاویہ صاحب اپنی ذات کے لیے خرد برد کر لیتے تھے اور بچا کھچا مال باقی مسلمانوں میں تقسیم کرتے تھے۔ کتب تاریخ کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المال سے مسروقہ سونا چاندی اپنے لاڈلے بیٹے یزید کو دیا جاتا جسے وہ حسب منشاء استعمال میں لاتا۔

حافظ ابو عبید القاسم بن سلامؒ المتوفی ۲۲۴ھ نہایت ہی صاحب تحقیق محدث ہیں اور ان کی کتاب الاموال اسلامی مخارج ومحاصل پر ایک مستند دستاویز شمار ہوتی ہے اس میں ایک مستقل باب ہے ''دفع الصدقة الى الامر واختلاف العلماء فی ذالك '' اس باب کی متعدد روایات اس مسئلہ پر کافی روشنی ڈالتی ہیں اور پتہ چلتا ہے کہ معاویہ کے عہدِ حکومت بلکہ عہد ولایت سے ہی بیت المال کے مصارف میں خرد برد کیا جاتا تھا اور بیت المال کو ذاتی خزانہ سمجھ لیا گیا تھا۔ اور صحابہ کرام کو شبہ پیدا ہو گیا تھا کہ ایسے حالات میں جبکہ معاویہ صاحب بیت المال کو ذاتی استعمال میں لائیں۔ عوام کے حقوق ادا نہ کریں، لوگوں کو سیاسی رشوتیں دیں تو کیا ہم مال زکوۃ بیت المال میں جمع کرا سکتے ہیں یا نہیں؟ چنانچہ ابو صالح سے مروی ہے کہ میں نے سعد بن ابی وقاصؓ اور ابو ہریرہ ابوسعید خدری اور ابن عمر سے دریافت کیا کہ یہ بادشاہ (معاویہ) جو کچھ کر رہا ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں، آیا میں ان کو زکوۃ دے سکتا ہوں، پس انہوں نے کہا: دے سکتے ہو۔

(کتاب الاموال ص ۷۵۱)(روایت نمبر ۱۷۸۹)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ میں یہ مسئلہ مختلف فیہ تھا۔ بعض لوگ وہ بھی تھے جو زکوٰۃ بیت المال میں جمع کرانے سے دریغ کرتے تھے اور بعض کا مشورہ تھا کہ زکوٰۃ بہر حال بیت المال میں ہی جمع کرانی چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عمر لوگوں کو مشورہ دیتے تھے کہ سلطان کا ظلم وجور، مسلمانوں کے اموال میں اسراف اور بے محل تصرف اس امر کے لیے مانع نہیں ہے کہ انہیں زکوٰۃ دی جائے۔

(حاشیہ کتاب الاموال ص ۷۵۱)

لیکن بعد میں انہوں نے اپنے قول سے رجوع کرلیا اور کہا کہ زکوٰۃ کو اس کے مصارف پر خرچ کرو۔

(کتاب الاموال ص ۷۵۶ روایت ۱۷۱۰)

عبداللہ بن عمرؓ کے دونوں قول بیت المال کے استعمال میں بے قاعدگیوں کی صحیح نشاندہی کرتے ہیں۔ معاویہ اگرچہ سردار و تاجر قریش ابوسفیان کا بیٹا تھا، تاہم اتنا مالدار نہ تھا کہ دمشق میں ''سبز محل'' تعمیر کراتا۔ شاہی دربار سجاتا اور ایک شخص کو لاکھوں درہم یزید کی ولی عہدی کے لیے بطور سیاسی رشوت دیتا جبکہ یہ روایت بھی موجود ہے کہ فاطمہ بنت قیس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشورہ لیا کہ میں معاویہ سے نکاح کرلوں؟ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انہ صعلوک، یعنی وہ تو بالکل نادار ہے ممکن ہے فتح مکہ کے وقت اور اس کے بعد ابوسفیان کی مالی پوزیشن کمزور

ہوگئی ہو چونکہ وہ سارا سرمایہ اسلام کے خلاف صرف کرچکا تھا تمام تجارتی منافع اسلام کے خلاف جنگوں پر خرچ کرکے اپنی معیشت تباہ کرلی ہو۔ شاید معاویہ اسی خسارہ کو اپنے عہد میں اسلامی بیت المال سے پورا کرنے کا تہیہ کیا ہوئے تھے۔

معاویہ اور اسلام

اسلام ایک مکمل ضابطہء حیات اور نظام حکومت ہے۔ اس کے تمام حکام کا منتہیٰ ومقصود عدل وانصاف پر مبنی ایک نظام حکومت قائم کرنا اور پھر ان تربیتی احکام کے ذریعہ اس حکومت کو ہمیشہ کے لیے تحفظ واستحکام فراہم کرنا ہے۔ گویا یہ عبادی احکام اور سیاسی احکام باہم مربوط اور لازم وملزوم ہیں۔ معاویہ نے اسلامی نظام حکومت کو مٹا کر جس نظام کو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری زندگی کی محنت کے بعد قائم کیا تھا۔ خاندانی وشخصی بادشاہت کا اسلام کے متضاد ومنافی نظام نافذ کیا چونکہ اسلامی نظام حکومت تک رسائی کے لیے اسلامی عبادات کے احکام تربیتی وسائل ہیں، لہٰذا معاویہ کی دست برد سے یہ بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ معاویہ نے دین سے مراد صرف عبادات کو باور کرایا اور عوام میں یہی تاثر عام کیا کہ سیاست دین سے جدا ہے۔ اس طرح معاویہ پہلا شخص ہے جس نے دین وسیاست کو جدا کیا اور آج تک عرب بادشاہ اور دیگر اسلامی ممالک کے مطلق العنان آمر حکمران معاویہ کی طے شدہ پالیسی پر گامزن ہیں اور عوام کو یہی تعلیم دے رہے ہیں کہ

عبادات کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں، عہد حاضر میں جب ایرانی مسلمانوں نے حج کے سالانہ بین الاقوامی اسلامی اجتماع کو اس کے حقیقی مقاصد کے لیے استعمال کرنا شروع کیا ہے اور اس کے نتیجے میں امت مسلمہ میں بیداری کی لہر دوڑ گئی ہے۔ دوست، دشمن اور اپنے پرائے کی پہچان ہونے لگی ہے تو موجودہ عرب بادشاہوں اور ان کے حامی دیگر آمروں نے پورے زور شور سے معاویہ کی پالیسی کا پرچار کیا ہے اور کر رہے ہیں ان ظالموں کا مقصد یہ ہے کہ امت مسلمہ کو متحد نہ ہونے دیا جائے اور نہ ان میں

سلامی سیاست کا شعور پیدا ہونے دیا جائے تا کہ ان کی حکومتیں قائم رہیں ۔ مسلمان عوام اس تفرقہ کی وجہ سے کمزور ہیں اور پوری امت اسرائیل، امریکہ، روس اور انڈیا کے ہاتھوں ستائی جارہی ہے لیکن اس سارے ظلم وستم کا گناہ مسلمانوں کے اتحاد کی راہ میں رکاوٹ بننے والے ظالم آمروں پر جاتا ہے جنہوں نے مسلمان عوام کی قسمتوں کو اسرائیل، روس اور امریکہ کے ہاتھ میں دے رکھا ہے اور وہ اپنے مفادات کو محفوظ رکھتے ہوئے مسلمانوں کے مقدر سے کھیل رہے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمانِ مبارک کے مطابق ارکانِ اسلام پانچ ہیں۔ کلمہ شہادت توحید ورسالت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔

زکوٰۃ کے بارے میں تو آپ معاویہ صاحب کی سیاست ملاحظہ فرما چکے ہیں چونکہ نظامِ سیاست نظام معیشت سے مل کر چل سکتا ہے لہٰذا معاویہ نے اسلامی نظام مالیات میں اپنے غصب وخیانت کے ذریعہ خلل اندازی کی نتیجۃً نظام سیاست اس کی خواہش کے مطابق بن گیا اب اسلامی نظام حیات کے بنیادی اعتقادی اصول کلمہ توحید ورسالت کے بارے میں معاویہ کے خیالات وافکار پیش خدمت ہیں، ملاحظہ فرمائیں اور سیاست معاویہ کی داد دیں۔

مغیرہ بن شعبہ کے لڑکے مطرف بیان کرتے ہیں کہ میرے والد ایک رات بعد از عشاء گھر واپس آئے تو بڑے مغموم نظر آرہے تھے۔ میں نے والد صاحب سے اس کی وجہ پوچھی تو کہا: اے بیٹے! میں دنیا کے سب سے بڑے کافر اور سب سے بڑے خبیث کے پاس سے ہوکر آرہا ہوں، میں نے کہا: کیا ہوا اور کیا ماجرا ہے؟

کہنے لگے: میں نے معاویہ کو کہا کہ اب تم بوڑھے ہورہے ہو۔ اس لیے بہتر

یہی ہے کہ عدل و انصاف کرو یہ بہت اچھا ہوتا اور اگر بنو ہاشم کی طرف کچھ التفات کرتے تو بہتر ہوتا اب تو ان سے کوئی خطرہ باقی نہیں رہا سو ان سے صلہ رحمی کرو، ثواب بھی ملے گا اور تمہارا نام بھی ہوگا۔

تو معاویہ کہنے لگا: بڑا افسوس ہے بنو تیم کا بادشاہ ہوا جو کچھ اس نے کیا سو کیا، وہ مر گیا اور کوئی کہنے والا فقط یہی کہتا ہے کہ ابوبکر پھر بنو عدی کا شخص حکمران ہوا۔ اس نے خوب عدل کیا اور مستعدی ظاہر کی۔ پھر اس کی وفات ہوگئی تو کوئی کہنے والا اتنا ہی کہتا ہے کہ عمر (تھا) پھر ہمارے برتر خاندان کا آدمی حکمران ہوا اس کے ساتھ جو کچھ ہوا آپ کو معلوم ہی ہے اور ابن ابی کبشہ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک بگاڑ کر کفار مکہ اور ابوسفیان اس کنیت سے تعریض کے طور پر پکارتے تھے) کا نام دن میں پانچ مرتبہ چیخ چیخ کر (اذان میں) پکارا جاتا ہے ''اشھد ان محمد ارسول اللہ'' اس کے ساتھ نام باقی رہنے کی کونسی صورت ہوسکتی ہے۔ اللہ کی قسم! ہم اس کو دفن کر کے چھوڑیں گے۔''

(الاخبار الموفقیات ص ۵۷۶) (مروج الذہب ج ۴ ص ۴۱)

معاویہ صاحب کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قلبی دشمنی کا اندازہ اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے۔ محمد رسول اللہ کے الفاظ دن میں پانچ مرتبہ سن کر معاویہ کے دل میں جو درد اٹھتا تھا، بالآخر معاویہ نے اس مرض کا اظہار اپنے قریبی راز دار دوست و مشیر کے سامنے کر ہی دیا جب ہی تو وہ معاویہ کو دنیا کا سب سے بڑا کافر اور سب سے بڑا خبیث قرار دے رہا ہے۔ محمد رسول اللہ کلمہ طیبہ کا لازمی جز ہے۔ صرف لا الٰہ الا اللہ کہنے سے تو کوئی مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک ساتھ رسالتِ محمدی کا اقرار باللسان و تصدیق بالقلب نہ کرے۔ معاویہ کے اقرار زبانی کی حیثیت اور تصدیق قلبی

کی صورت اس روایت سے پوری طرح واضح ہوگئی ہے۔ ابوسفیان کی ساری زندگی اسی کلمہ کے خلاف سازشوں میں گذری اور معاویہ نے بھی کلمہ کو نقصان پہنچانے کے لیے نفاق کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہو کر کلمہء طیبہ کے معتقد مسلمانوں پر جو ظلم وستم انتقامانہ خیال سے ڈھائے ہیں وہ
گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ ہی چکے ہیں۔

معاویہ اور نماز

اسلام میں کلمہء شہادت کے بعد پہلا اہم رکن نماز کو ہی قرار دیا گیا ہے اور قرآن مجید میں اللہ جل شانہٗ وتقدس نے کئی بار نماز کا حکم دیا ہے اور وقت پر نماز پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہے:

ان الصلوٰة کانت علی المومنین کتاباً موقوتاً

یعنی نماز وقت پر ادا کرنا فرض ہے۔

اور فرمایا:

فویل للمصلین. الذین ھم عن صلاتھم ساھون

بربادی اور ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں۔ ساھون کی تفسیر میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ سہو سے مراد نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کرنا ہے

(الدر المنثور) (مصنف ابن ابی شیبہ)

اسی طرح تعدیل ارکان کو ضروری قرار دیا ہے یعنی نماز کو نہایت سکون اور وقار سے ادا کیا جائے۔ جماعت کے ساتھ نماز کی ادئیگی کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے نیز جلدی اور لاپرواہی سے نماز پڑھنے پر شدید وعید آئی ہے۔ صحیح بخاری میں ایک

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کوفرمایا تھا کہ پھرنماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی اور بعض روایات میں ایسے شخص کو سارق الصلوٰۃ (نماز چور) کہا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ چوری کے لحاظ سے سب سے بُرا انسان وہ ہے جس نے نماز میں سے چوری کی۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ نماز میں سے چوری کس طرح ہوتی ہے؟

تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کے رکوع وسجود اور قومہ کو پوری طرح ادا نہ کرنا نماز میں سے چوری ہے۔

(مسند امام احمد ج ۵ ص ۳۱۰، ج ۳ ص ۵۶)(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۵)

حضرت عبداللہ بن صامت سے روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیرا کیا حال ہوگا جب تجھ پر ایسے لوگ امیر (بادشاہ) ہوں گے جو نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کردیں گے یافرمایا: اپنے وقت سے فوت کردیں گے۔

ابوذرؓ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا، پس آپ کیا حکومت دیتے ہیں؟ فرمایا: نماز اپنے وقت پر پڑھ لے، پھر جب ان کے ساتھ بھی نماز پالے تو پڑھ لینا کیونکہ وہ تمہارے لیے نفل ہوجائے گی۔

یہ حدیث عبداللہ بن صامت عن ابی ذر مختلف سندات کے ساتھ بتغیر الفاظ مروی ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۰-۲۳۱)(مسند امام احمد ج ۵ ص ۱۵۹-۱۶۸-۱۶۹)
(سنن نسائی ابواب الصلوٰۃ)(جامع ترمذی ج ۱ ابواب الصلوٰۃ)(سنن ابن ماجہ)
(سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۱۲۴)(الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۴۲)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان روایات کے ذریعہ جوخبر دی تھی وہ

آپ کے فرمان کے مطابق ابوذر کی زندگی میں ہی واقع ہوگئی۔ آپ نے حضرت عثمانؓ کے اموی گورنروں کو اسی مذموم فعل کا ارتکاب کرتے ہوئے پایا۔ حضرت عثمان کے دور میں حضرت ابوذر نے جو صدائے احتجاج بلند کی ان کے اسباب میں سے ایک سبب بنو امیہ کے گورنروں کا نماز سے لاپرواہی اور مؤخر کرکے پڑھنا تھا۔ یہ مذموم حرکت معاویہ کے عہد حکومت میں بھی جاری رہی بلکہ اس میں زبردست اضافہ ہوگیا۔ چنانچہ بخاری کی ایک روایت میں وارد ہے کہ حضرت انس مدینہ منورہ آئے تو فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہدِ مبارک کی کسی معروف چیز کو یہاں نہیں پاتا کہا گیا: نماز، فرمایا: نماز کے ساتھ تم نے جو سلوک کیا، کیا وہ معروف ہے؟

(صحیح بخاری ص ۹۰)

زھری سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت انس کے پاس گیا تو وہ رو رہے تھے میں نے پوچھا: رونے کا سبب کیا ہے؟ فرمایا: میں یہاں نماز کے سوا کسی چیز کو معروف نہیں پاتا تھا اور وہ نماز بھی اب ضائع کر دی گئی ہے۔

(صحیح بخاری ص ۹۱)

بخاری کی مؤخر الذکر روایت کی جائے وقوع دمشق ہے اور یہ واقعہ غالباً معاویہ کے دور بادشاہت کا ہے۔ معاویہ کے زمانہء ملوکیت میں ابن زیاد اور عقبہ بن عامر گورنر مصر، زیادہ گورنر کوفہ کی نسبت نمازوں کو مؤخر کرکے پڑھنے کے متعدد واقعات درج ہیں۔ معاویہ صاحب شعوری طور پر اس پالیسی کو اپنائے ہوئے تھے جس طرح دیگر اسلامی احکام کو اپنی خواہشات نفسانیہ کی بھینٹ چڑھایا گیا اسی طرح نماز کو بھی تمسخر کا نشانہ بنا کر اپنے مقاصد حقیقی سے دور کر دیا گیا۔ اسلامی نظام حکومت کی بنیاد نماز کا تربیتی وسیلہ اور مسلمانوں کا پنجگانہ وروزانہ کا فوائد وثمرات کا حامل اجتماع ہے جو محلہ اور گاؤں کی سطح پر منعقد ہوتا ہے۔ معاویہ نے جان بوجھ کر اس بنیادی تربیتی

نظام پروار کیا تا کہ مسلمان تربیت یافتہ ہوکر اس کی ملوکیت کے لیے خطرہ نہ بن سکیں۔ یہ بھی معاویہ کی سیاست کا جز ولاینفک ہے۔

معاویہ اور نمازِ جمعہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو خدا کی یاد (نماز جمعہ) کے لیے جلدی کرو اور خرید وفروخت بند کردو۔ (سورۃ جمعہ)

نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے بہت سے آداب ہیں اور بہت سی شرائط ہیں اور نماز جمعہ کی بڑی فضیلت بیان کی گئی، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل ہے اور نماز جمعہ چھوڑ دینے پر شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں چنانچہ حضور نبی کریم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص بغیر مجبوری کے جمعہ کی نماز ترک کر دیتا ہے وہ لوح محفوظ میں منافق لکھ دیا جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ باب الجمعہ ص ۱۲۱)

لیکن معاویہ نے خدا اور رسول کے احکام کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے جنگ صفین کے ایام میں دمشق سے اسلام کے خلاف جنگ کی خاطر روانہ ہوتے ہوئے بدھ کے دن نماز جمعہ پڑھی اور اپنے ماننے والوں کو کہا کہ سفر کے دوران جمعہ پڑھنا دشوار ہوگا لہٰذا بدھ کو ہی اس فریضہ
سے فراغت حاصل کر کے خلیفۃ المسلمین وامیر المومنین سے بے فکری سے جنگ کے لیے میدان میں پہنچ جائیں گے۔

(مروج الذہب ج ۳ ص ۴۱)

انما النسی زیادۃٌ فی الکفر کے مشابہ معاویہ نے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ یوم جمعہ کو اپنے باطل مقاصد کے تحت بدھ کے ساتھ تبدیل کر لیا۔ معاویہ کو مجتہد کہنے والے بتائیں کہ یہ معاویہ کے اجتہاد کی کونسی قسم ہے؟ کیا خدا اور رسول اور قرآن کے احکام کی تحریف نہیں ہے؟

نماز وتر اور معاویہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز وتر کو طاق اس لیے مقرر فرمایا کہ طاق مبارک عدد ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ اللہ طاق ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے اس لیے اہلِ قرآن (مسلمانو) تم نماز طاق (وتر) پڑھا کرو۔
(سنن ابی داؤد ج ۱ ص)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وتر کی تین رکعتیں ہی پڑھنا ثابت ہے اور تمام صحابہ کرام بھی وتر کی تین رکعتیں ہی سنت طریقہ پر پڑھتے تھے آج مذاہب اربعہ میں وتر کی تین رکعتیں ہی رائج ہیں لیکن معاویہ صاحب وتر کی صرف ایک رکعت سنت نبوی اور تعامل صحابہ سے انحراف کر کے پڑھتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ معاویہ ایک وتر کیوں پڑھتا ہے؟ تو فرمایا: من این تریٰ اخذھا الحمار۔ تمہیں کچھ معلوم ہے کہ اس گدھے نے یہ بات کہاں سے لی ہے؟
(شرح معانی الآثار باب الوتر ج ۱ ص ۱۷۱)

محمد بن اسماعیل بخاری نے معاویہ کا دفاع کرتے ہوئے اس کا مرتبہ بڑھانے کی جو ناکام کوشش کی تھی، حنفی، سُنّی، محدث، فقیہہ و مجتہد نے اس دفاعی حصار کو پاش پاش کر دیا اور معاویہ کو درجہء اجتہاد سے اتار کر درجہء حماقت پر کھڑا کر دیا۔

نماز میں بسم اللہ بآوازِ بلند پڑھنا

علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ دار قطنی وحاکم وبیہقی نے حضرت ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

(درمنثور ج ا ص ۸ کتاب الام۔ ج ا ص ۹۳۔ ۹۴)
(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۹۲) (مسند امام شافعی ج ا ص ۸۰۔ ۸۱)

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ بے شک علی کا مذہب تمام نمازوں میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا تھا۔

(تفسیر کبیر ج ا ص ۱۰۴) (سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۴۸)

لیکن معاویہ صاحب نے برسر اقتدار آکر بلند آواز سے بسم اللہ کہنے پر پابندی لگادی اس لیے کہ یہ علی کا مذہب تھا جو درحقیقت نبی کا مذہب تھا اور معاویہ آثار علی کی آڑ لے کر آثار اسلام کو محو کرنے کے در پے تھا یہ بھی اسلام کے خلاف دین ابو سفیانی رائج کرنے کے لیے معاویہ کی سیاست ہے۔

معاویہ اور نماز عیدین

عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں مسلمانوں کے تربیتی اجتماع ہیں اور اس لحاظ سے خوشی کے دن ہیں ان دونوں میں دو دو رکعت نماز مع تکبیراتِ زائدہ بطور شکریہ پڑھنا واجب ہے مگر یہ اذان واقامت کے بغیر ادا کی جاتی ہیں یہی سنت طریقہ ہے اور آج بھی مسلمانوں کے تمام فرقے اسی طرح نماز عیدین ادا کرتے ہیں مگر معاویہ صاحب نے نماز عید کے لیے اذان کا رواج شروع کیا۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ

اول جس نے اذان نکالی عید میں معاویہ ہیں۔

(بذل المجہود ج ۲ ص ۲۰۵) (مؤطا امام مالک کتاب العیدین ج ۱ ص ۲۱۲)

(التمہید لابن عبدالبر ج ۱۰ ص ۲۴۳۔ ۲۴۴) (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۱)

یعنی معاویہ صاحب نے ایک نئی بدعت ایجاد کی بلکہ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ بدعات کا موجد ہی معاویہ ہے اور انشاء اللہ "بدعات کے اجراء" کے عنوان سے ایک مستقل باب آگے آرہا ہے جس میں تفصیل سے معاویہ کی بدعات گنائی گئی ہیں۔

معاویہ اور حج

حج اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے ایک اہم پانچواں رکن ہے اور مسلمانوں کے لیے عظیم الشان سالانہ اقتصادی، تمدنی، عسکری اور سیاسی اجتماع ہونے کے باعث بہت اہم ہے۔ معاویہ نے اس عظیم الشان اجتماع کو اپنے باطل مقاصد کے لیے استعمال کیا اور اسے حقیقی روح اور جائز مقاصد سے دور ہٹادیا۔ معاویہ نے حج جیسے اہم بنیادی رکن میں باقی ارکانِ اسلام کی طرح اپنی طرف سے تبدیلی کی جو مذموم کوشش ہے۔ سیاست معاویہ ارکانِ اسلام کو منہدم کرنے کا دوسرا نام ہے۔ معاویہ بظاہر اسلام میں اسی لیے داخل ہوا تھا کہ اسلام میں داخل ہوکر کسی طرح اقتدار حاصل کیا جائے اور پھر اپنی جبر وظلم کی حکومت کے بل بوتے پر قرآنی احکام اور سنتِ نبویہ کو مٹادیا جائے اور اس کی جگہ اپنے آباء واجداد کا دین (کفر) دوبارہ نافذ کردیا جائے۔ معاویہ کسی حد تک اپنے اس ناپاک منصوبے میں کامیاب ہوگیا۔ اور بقول اپنے پوتے معاویہ بن یزید اپنی سیئات کی گٹھڑی اٹھائے ہوئے قبر میں چلا گیا۔

ابوالشعثاء سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ معاویہ رکنوں کا بوسہ لیتا تھا

توان سے ابن عباس نے فرمایا کہ ہم لوگ ان دونوں کو بوسہ نہیں دیتے۔ معاویہ نے کہا کہ خانہ کعبہ کی کوئی چیز چھوڑنے کی نہیں۔

(صحیح بخاری ج اول کتاب مناسک الحج)

ابن عباس کا عمل سنت کے اتباع میں تھا اور معاویہ نے جان بوجھ کر سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برعکس اپنا مذہب ایجاد کر کے اسلامی احکامات کو محو کرنے کی کوشش کی اس کا سبب اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ معاویہ اسلام اور پیغمبر اسلام پر ایمان نہ رکھتا تھا۔

سعید بن جبیر سے روایت ہے انہوں نے کہا میں عرفات میں ابن عباس کے ساتھ تھا تو انہوں نے کہا: کیا بات ہے میں لوگوں کی تلبیہ کی آواز نہیں سُن رہا۔ میں نے کہا: معاویہ سے ڈرتے ہیں۔ پس ابن عباسؓ اپنے خیمے سے نکلے اور کہا: لبیك اللهم لبيك لبيك۔ انہوں (معاویہ وانصار) نے بغضِ علی کی وجہ سے سُنت چھوڑ دی ہے۔

(سنن نسائی ج ۲ کتاب الحج باب التلبیہ بعرفتہ ص ۴۴)

معاویہ لوگوں کو یہی باور کراتا تھا کہ جن احکام کی میں ممانعت کر رہا ہوں، یہ علی کا طریقہ ہیں اس لیے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سُنّت بنا کر پابندی لگاتا تو لوگ معاویہ کی حقیقت سے واقف ہوجاتے اور اسی وقت مخالفت کا اظہار کرتے۔ علی کی سنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ تھا لیکن اکثر لوگ اس بات سے غافل تھے، لہٰذا معاویہ نے اسی عنوان ''سنت علی'' کے ذریعہ اسلام کو مٹانا مناسب سمجھا۔

معاویہ اور قُرآن

جنگِ صفین میں شکست کی ذلت سے بچنے اور امۃ مسلمہ میں تفریق ڈال کر اسلامی نظام حکومت کو ختم کر کے بادشاہی نظام جو اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے، نافذ کرنے کی غرض سے قرآن مجید کو معاویہ نے نیزوں پر بلند کرایا۔ اس طرح سوچے سمجھے منصوبے کے تحت قرآن کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دیا۔ اس طرح قرآن کی توہین و بے حرمتی کی لیکن ہنوز معاویہ مجتہد ہے اور حیلہء اسقاط میں اگر کسی مومن میت کی خیر خواہی کے لیے آداب ملحوظ رکھتے ہوئے قرآن کو پھرایا جائے تو یہ بدعت ہے۔ نواصب نے اسلام کی نورانی صورت بگاڑنے میں غیر مسلموں سے بھی زیادہ کردار ادا کیا۔

دوسری طرف معاویہ نے قرآنی احکام کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے شراب نوشی کے مکروہ فعل کو اختیار کر رکھا تھا۔ بیت المال میں بھی اپنی من مانی کی اور قرآنی احکام کو نظر انداز کر دیا۔ حکم بن عمرو غفاری کا واقعہ جو گذشتہ صفحات میں درج ہے اس پر دلیل ہے۔

ملا علی قاریؒ نے معاویہ کی بغاوت کو شرارت اور ظلم قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ معاویہ نے خلیفہء برحق کی اطاعت سے سرتابی کر کے قرآن وسُنّت کو بالکل نظر انداز کر دیا۔

عبدالرحمٰن بن عبد رب الکعبہ روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص بیت اللہ میں بیٹھے ہوئے حدیث سنا رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کی بیعت کرے تو اس کی اطاعت کرے، اگر کوئی دوسرا شخص

امامت کا دعویٰ کر بیٹھے تو اس ثانی الذکر کی گردن اُڑا دو (اس لیے کہ اتحاد امت کو توڑنے والا ہے اسے فارق الجماعۃ کہہ سکتے ہیں) عبدالرحمٰن نے عبداللہ کو کہا کہ تیرا عم زاد ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم آپس میں اپنے مال باطل طریقہ پر کھائیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کو قتل کریں، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ایمان والو! مت کھاؤ اپنے اموال آپس میں باطل طریقہ پر مگر یہ کہ رضامندی سے تجارتی لین دین ہو اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو یقیناً تم پر اللہ مہربان ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ میری بات (معاویہ کی قرآنی احکام سے صریح روگردانی) پر کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا: اللہ کی اطاعت میں معاویہ کی اطاعت کرو اور اللہ کی نافرمانی میں معاویہ کی اطاعت نہ کرو۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۶)

یہ حدیث معمولی لفظی اختلاف کے ساتھ سنن ابی داؤد کتاب الفتن میں بھی مروی ہے جو گذشتہ صفحات میں درج کی گئی ہے۔ بہرحال صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ خود قرآن سے منحرف تھا اور دوسروں کو قرآن سے انحراف کا حکم دیتا تھا۔ یہ امر عبدالرحمٰن بن عبدرب الکعبہ کی رائے اور عبداللہ بن عمرو کے اتفاق سے معلوم ہوا کہ معاویہ کے نزدیک قرآن کی کوئی اہمیت نہ تھی اور اس کا سبب بھی معاویہ کے نفاق کے سوا کچھ نہیں۔

معاویہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، امام الانبیاء خاتم النبیین ہمارے عقیدہ کے مطابق باعثِ تخلیق کائنات ہیں۔ آپ ہی سب سے زیادہ لائق تکریم ہیں بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ آپ کی محبت مسلمان ہونے

کے لیے پہلی شرط ہے، جوشخص آپ کی رسالت پر ایمان نہیں لائے گا تو وہ مسلمان بھی نہیں ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: بلاشبہ نبی تو اہلِ ایمان کے لیے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ (الاحزاب پ ۲۱)

خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جب تک میں ہر شخص کو اس کے ماں باپ سے بھی زیادہ پیارا اور محبوب نہ ہو جاؤں، اس وقت تک وہ مومن نہیں بن سکتا اور جو کچھ میں لایا ہوں اس کی پیروی لازمی ہے مگر معاویہ صاحب کو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت سے دشمنی تھی جب ہی تو معاویہ نے کہا تھا کہ دن میں پانچ اوقات ''اشھد ان محمد رسول اللہ'' کی آواز نے ہمیں (معاویہ اینڈ کو) کو غارت کر دیا ہے۔

(الاخبار الموفقیات ص ۵۷۷) (مروج الذہب ج ۴ ص ۴۱)

یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ چند صفحات قبل گزر چکا ہے لہٰذا یہاں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ اب ایک اور واقعہ نقل کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو جائے گا کہ معاویہ کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتنی محبت تھی۔

ایک روز معاویہ کے دربار میں کعب بن اشرف کے قتل کا تذکرہ ہوا تو ابن یامین یہودی نے جو اس محفل میں موجود تھا، بول اٹھا کہ ابن اشرف کے ساتھ غداری کی گئی اور اسے غدر سے قتل کیا گیا۔ محمد بن مسلمہؓ جو صحابی ہیں اور جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اسے قتل کیا تھا، اس مجلس میں وہ بھی موجود تھے۔ بول اٹھے اے معاویہ! تیرے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف غدر کی نسبت کی جاتی ہے پھر بھی تو خاموش ہے اور اس پر نکیر نہیں کرتا۔ اللہ کی قسم! مجھے اور تجھے ایک مکان کا چھت اپنے سائے میں کبھی جمع نہیں کرے گا اور یہ شخص جب کبھی مجھے تنہائی

میں مل گیا تو میں اسے قتل کر دوں گا۔

(الصارم المسلول ص ۲۰۴)(دلائل النبوۃ از بیہقی)

اس واقعہ سے معاویہ کی قلبی کیفیات کا پتہ چل جاتا ہے کہ معاویہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کتنا قلبی لگاؤ یا بغض تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو فرمایا تھا کہ تم میرے بعد ترجیحی سلوک دیکھو گے پس صبر کرنا، یہاں تک کہ حوض کوثر پر میری ملاقات کرو یہ حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(صحیح بخاری ص ۵۰۹۔۱۰۴۵)(صحیح مسلم ج ۲ ص)

۲۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(مسند امام احمد ج ۵ ص ۳۰۴)

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(صحیح بخاری ص ۳۲۰۔۴۴۵۔۴۴۸۔۱۱۰۸)

۴۔ حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(صحیح بخاری ص ۵۳۵۔۶۲۰۔۱۰۴۵)

۵۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(صحیح بخاری ص ۵۳۵۔۶۲۰۔۱۰۴۵)

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب جامع المناقب)

۷۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(الخصائص الکبریٰ للسیوطی ص ۱۵۰)(مستدرک حاکم ج ۷ ص ۹۵)

۸۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(مسند امام احمد ج ۳ ص ۵۷۔ ج ۲ ص ۸۴)

۹۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
(حیات الصحابہ ج ۱ ص بحوالہ کنز العمال)

۱۰۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
(حیات الصحابہ ج ۱ ص ۳۸۹)

اس حدیث کا اولین مصداق معاویہ بن ابی سفیان ہے جیسا کہ احادیث مرویہ میں اس کی تصریح موجود ہے اور عبادہ بن صامت ؓ ابوایوب انصاری اور دیگر صحابہ نے معاویہ پر نکیر و ملامت کی اور معاویہ کو اس بارے میں احادیث سنائیں تو معاویہ نے بے دریغ کہا کہ پھر صبر ہی کرو۔ یعنی معاویہ کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وتکریم بالکل نہیں تھی اور نہ ہی آپ کے ارشادات کا کچھ لحاظ، صحابہ کرام معاویہ کو ترجیحی سلوک روا رکھنے والوں کی مذمت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سناتے ہیں تو اس پر بالکل اثر نہیں ہوتا بلکہ کہتا ہے کہ ایسا ہے تو ایسا ہی سہی، میں ہرگز باز آنے والا نہیں ہوں۔

لَا اَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ

اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: اے ایمان لانے والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور حکم سننے کے بعد سرتابی نہ کرو۔
(سورۃ انفال آیت ۲۰)

اسی سورۃ میں دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے: اے ایمان لانے والو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے۔

اللہ جل شانہ کے یہ احکامات قرآن مجید میں صاف مذکور ہیں اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احکامات کی بجا آوری کا حکم دیا گیا ہے لیکن معاویہ نے اس فرمانِ خداوندی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حکم عدولی کا ارتکاب کیا۔ چنانچہ ایک دفعہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کچھ لکھوانے کے لیے معاویہ کو طلب کیا۔ ابن عباس جو بلانے گئے تھے نے معاویہ کو اطلاع دی اور معاویہ نے کہا کہ آتا ہوں کھانا کھالوں۔ ابن عباس نے واپس دربارِ نبوی میں اطلاع دی۔ کچھ وقفہ کے بعد پھر بلانے گئے پھر وہی جواب ملا۔ تیسری بار گئے تب بھی یہی جواب تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بددعا دی۔

لَا اَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ۔ اللہ اس (معاویہ) کا پیٹ کبھی نہ بھرے۔

چنانچہ بعض کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ معاویہ کھانا کھاتے کھاتے تھک جاتا تھا مگر اس کی بھوک نہیں مٹتی تھی اور دنیاوی حرص و طمع بھی بہت زیادہ ہوگئی تھی اس حدیث کو امام نسائی نے جامع دمشق میں نواصب کے اجتماع میں بیان کیا تھا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بستان المحدثین مترجم ص ۱۸۹ پر امام نسائی کی وفات کے ضمن میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے سیر اعلام النبلا، مسند ابی داؤد طیالسی، صحیح مسلم جلد دوم اور البدایہ والنہایہ ج ۸ دیکھیں۔

معاویہ کا شوقِ رسالت

عمرو بن عاص مصر سے معاویہ کے پاس آیا درآنحالیکہ اس کے ساتھ بہت سے اہلِ مصر تھے۔ عمرو نے ان کو کہا کہ معاویہ پر خلیفہ ہونے کا سلام نہ کرنا وہ دل میں اس طرح تم سے زیادہ ڈرے گا اور جہاں تک ہو سکے اس کو حقیر جانو۔ جب وہ

پہنچے تو معاویہ نے اپنے دربانوں سے کہا: میرے خیال میں ابن نابغہ آرہا ہے اور اس نے لوگوں کی نگاہوں میں میری حیثیت کو حقیر بنا دیا ہے۔ سو خیال رکھنا جب وہ لوگ آئیں تو جتنا تم سے ہو سکے ان پر رعب طاری کرنا اور سختی کرنا۔ پس سب سے اول جو آدمی ان میں سے داخل ہوا وہ ابن خیاط تھا۔ اس نے معاویہ کو کہا: السلام علیک یا رسول اللہ اور اس کے بعد سب لوگوں نے اس کی پیروی میں یہی کہا

۔عمرو نے انہیں ملامت کیا اور کہا کہ میں نے تمہیں خلافت کے سلام سے منع کیا تھا لیکن تم نے تو رسالت کا سلام پیش کر دیا۔

(تاریخ طبری ج ۵ ص ۳۳۱) (کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۱) (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۲)

معاویہ نے اپنے نبی ہونے کا اقرار لوگوں سے سنا اور اس کو جائز قرار دیا اور کسی کو منع نہ کیا، تو معلوم ہوا کہ معاویہ اس پر راضی تھا اور نبوت کا دعویدار بھی تھا۔ ختم نبوت پر ایمان تو بعد کی بات ہے وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کو اپنے باپ ابوسفیان کی طرح بادشاہی کے حصول کا ذریعہ جانتا تھا اس کی حقیقت پر اسے کب ایمان تھا اسی لیے خود بادشاہ بن کر لوگوں سے سلامِ رسالت قبول کیا۔

آثارِ نبوت مٹانے کی کوشش

۵۰ھ میں معاویہ نے منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں حکم دیا کہ یہ مدینہ سے شام لے جایا جائے، یہ منبر رسول اور عصاء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں نہیں رہنے دی جائے گی، درآنحالیکہ یہ اہلِ مدینہ عثمان کے قاتل ہیں اور عصا منگوائی جو سعد القرظ کے پاس تھی منبر کو حرکت دی گئی تو سورج کو گرہن ہو گیا اور اندھیرا چھا گیا تب حضرت جابر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے معاویہ کو منع کیا کہ یہ فعل جائز نہیں ہے تاہم معاویہ نے منبر کی سیڑھیوں میں اضافہ کر کے اسے متغیر

کر دیا تا کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نشانی اپنی اصل حالت میں باقی

نہ رہے۔

(کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۴۶۳) (مروج الذہب ج ۳ ص ۳۵)

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۴۹) (فضائل حج از زکریا کاندھلوی)

یہ واقعہ سیر و تاریخ کی تمام کتب میں موجود ہے چونکہ معاویہ نے منبر کو منتقل

کرنے کی ناپاک سازش بدنیتی اور منافقت سے کی تھی اس لیے اللہ کے غضب آثار

ظاہر ہوئے۔

واقعہ معراج سے انکار

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو

راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے،

تا کہ دکھائیں اس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے وہی ہے سننے والا دیکھنے والا۔

(سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۱)

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ لفظ سبحان اس چیز کی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو جسم عنصر کے ساتھ حالت بیداری میں معراج کرائی گئی ورنہ خواب کوئی

ایسی چیز نہیں ہوتی جس پر اللہ تعالیٰ ''سبحان'' کا اطلاق کرتا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۱۴)

اُمت مسلمہ کا اتفاقی اور اجماعی عقیدہ ہے کہ امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جسمِ عنصری کے ساتھ حالتِ بیداری

میں معراج کرائی گئی اور علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی معراج کی حدیث پینتالیس صحابہ کرام سے مروی ہے۔

(زرقانی شرح مواہب ج ۱ ص ۳۵۵)

مگر معاویہ نے نصوص قطعیہ، احادیث متواترہ اور اُمت مسلمہ کے اس اتفاقی اور اجماعی عقیدہ کا انکار کیا ہے، چنانچہ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ معاویہ کو معراجِ جسمانی سے انکار تھا۔

(امام اعظم ص ۱۱۲)

ابن کثیر نے بھی معاویہ کے انکارِ معراج جسمانی کا حوالہ نقل کیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۱۴۲) (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۱۴)

مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی ملعون نے بھی معاویہ کے انکار کو اپنے حق میں کسی جگہ پیش کیا ہے۔

محرماتِ الٰہیہ اور معاویہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بعض چیزوں کو صراحت سے حرام قرار دے دیا ہے اگرچہ معاویہ کے ہر گوشہءِ زندگی میں سیئات کی تاریکی نے گھر کر رکھا تھا، لیکن چند اہم کبائر کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کا معاویہ مرتکب ہوتا تھا۔

شراب نوشی

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: پوچھتے ہیں کہ شراب اور جوئے کا کیا حکم ہے کہو ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے۔

(البقرہ آیت ۲۱۹)

دوسری جگہ ارشادِ خداوندی ہے: شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد اور نماز سے روک دے پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے۔

(سورۃ المائدہ آیت ۹۱)

عبداللہ بن بریدہ کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے ساتھ معاویہ کے گھر گیا۔ معاویہ فرش پر بیٹھے کھانا کھا رہا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد معاویہ نے شراب نوشی کی تو میرے باپ نے کہا: شراب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام قرار دیدی ہے۔ تو معاویہ نے کہا کہ مجھے دو چیزیں پسند ہیں قریش کا شباب اور شراب نوشی۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۷)

سودخوری

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: مگر جو لوگ سود کھاتے ہیں ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو اور اس حالت میں ان کے مبتلا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی تو آخر سود ہی جیسی چیز ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ لہٰذا جس شخص کو اس کے رب کی طرف سے یہ نصیحت پہنچے اور آئندہ کے لیے وہ سودخوری سے باز آجائے تو جو کچھ وہ پہلے کھا چکا سو کھا چکا۔ اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو اس حکم کے بعد پھر اسی حرکت کا اعادہ کرے وہ جہنمی ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔

(البقرہ آیت ۲۷۵)

دوسری جگہ ارشاد ہے: لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جائے کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔ اب بھی توبہ کرلو (سود چھوڑ دو) تو اپنا اصل سرمایہ لینے کے تم حقدار ہو نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

(البقرہ آیت ۲۷۹)

ابی المخارق سے مروی ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ذکر

کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو درہم ایک درہم کے معاوضہ میں لین دین کرنے سے منع فرمایا۔ تو فلاں شخص (معاویہ) نے کہا اگر نقد سودا ہو تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت عبادہ نے فرمایا: میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور تو کہتا ہے کہ مَیں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ مجھے اور تجھے ایک چھت کبھی بھی سائے میں نہیں رکھے گا۔

(سنن دارمی ص ۱۱۸)

دوسری روایت میں زیادہ تصریح ہے، چنانچہ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت نقیب انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی نے معاویہ کے ساتھ ارض روم میں جہاد کیا پس دیکھا لوگوں کو کہ وہ سونے کے ٹکڑوں کے بدلے دینار لیتے اور چاندی کے ٹکڑوں کو درہموں کے بدلے بیچتے ہیں تو فرمایا: اے لوگو! تم سود کھا رہے ہو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سونے کو سونے کے بدلے مت فروخت کرو مگر برابر سرابر دونوں طرف سے کوئی زیادتی نہ ہو اور نہ ادھار ہو۔ پس معاویہ نے کہا: اے ابو الولید میں اس میں سود نہیں سمجھتا۔ ادھار کی صورت میں۔

حضرت عبادہ نے فرمایا: میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سناتا ہوں اور تو مجھے اپنے رائے بتاتا ہے۔ اگر مجھے اللہ تعالیٰ یہاں سے نکالے تو میں اس سرزمین میں سکونت اختیار نہیں کروں گا جس پر تیری امارت ہوگی جب جہاد سے واپس ہوئے تو مدینہ منورہ تشریف لے گئے پس حضرت عمر نے فرمایا: اے ابو الولید تجھے کونسی چیز مدینہ لائی ہے یعنی جہاد سے واپس کیوں آ گئے ہو؟ تو حضرت عبادہ نے سارا قصہ سنایا تب حضرت عمر نے معاویہ کو لکھا کہ حضرت عبادہ کا

موقف حق ہے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۳)

یہ روایت ابوالاشعث الصمنانی سے بھی مروی ہے کہ جب حضرت عبادہ نے لوگوں کو حدیث سنائی تو لوگ رک گئے مگر معاویہ نے خطبہ دیا اور حضرت عبادہ کی تکذیب کی چنانچہ حضرت عبادہ واپس ہو گئے۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴)(سنن الکبریٰ بیہقی ج ۵ ص ۲۷۷)(مسند امام احمد ص ۳۱۹)

امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں روایت نقل فرمائی ہے کہ معاویہ نے ایک ہار چھ سو دینار میں خریدا۔ جس میں سونے کے ٹکڑے، زبرجد، موتی اور یاقوت تھے پس عبادہ بن صامت کھڑے ہو گئے۔ جب معاویہ منبر پر چڑھا یا جب ظہر کی نماز پڑھی پس کہا: خبردار معاویہ نے سود کا سودا کیا اور سود کھایا خبردار وہ (معاویہ) حلق تک آگ میں ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۳۸)

معاویہ شام کی امارت کے دوران بہت سے مناہی و منکرات کا مرتکب ہوتا تھا۔ معاویہ کے لیے شراب کی مشکیں بھری ہوئی جا رہی تھیں کہ عبادہ بن صامت نے انہیں پھاڑ دیا۔ معاویہ نے مرکز کو شکایت لکھ بھیجی کہ عبادہ نے اہلِ شام میں فساد بپا کر دیا ہے اسے واپس بلا لو یا میں شامی غنڈوں کو اس کے خلاف کاروائی کی اجازت (حکم) دیدیوں گا۔ چنانچہ مرکز کے حکم کے مطابق عبادہ مدینہ منورہ بلا لیے گئے دربار عثمانی میں پہنچے تو سب کے سب معاویہ کے افعالِ قبیحہ وشنیعہ پر تہمت کرتے ہوئے کہا کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مصداق معروف کو منکر اور منکر و معروف سمجھنے والے بدعتی امراء میں سے ایک معاویہ بھی ہے۔

(تہذیب ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۲)(مسند امام احمد ج ۵ ص ۳۲۵)
(مستدرک حاکم ج۔ ص ۳۵۷)(سیر اعلام النبلاء)

معاویہ اور سمگلنگ

معاویہ صاحب اپنے عہد حکومت میں سمگلنگ کے دھندا میں بھی ملوث تھے، چنانچہ ایک مرتبہ ہندوستان کے ہندوؤں کے لیے بت سمگل کیے سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ معاویہ نے سرزمین ہند میں پیتل کی مورتیاں بیچنے کے لیے بھیجیں وہ مورتیاں مسروق کے پاس سے گذاری گئیں تو دیکھ کر فرمایا: واللہ اگر میں جانتا کہ معاویہ مجھے قتل کردے گا تو میں ضرور ان بتون کو توڑ دیتا لیکن مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے عذاب دے گا اور آزمائش میں ڈالے گا۔ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ معاویہ کیسا شخص ہے۔ ایسا شخص ہے کہ جسے اس کے برے عمل اچھے دکھائے گئے ہیں یا ایسا شخص ہے جو آخرت سے مایوس ہو گیا ہے اور دنیا میں نفع اُٹھا رہا ہے۔

(المبسوط ج ۲۴ ص ۴۶)

محمود غزنوی نے تو ہندوؤں سے کثیر مال و زر بھی قبول نہ کیا اور سومنات کے بت پاش پاش کیے لیکن معاویہ کا اسلام یہی ہے کہ بت فروشی کر کے ہند کے ہندوؤں کی بت پرستی میں مدد کی جائے۔ مسروق کے مطابق معاویہ شیطانی فریب خوردہ یا آخرت کے منکرین میں سے ہے۔ جو بھی ہو اسلام سے لاتعلق ہو جاتا ہے۔ گذشتہ اوراق میں معاویہ کے کردار سے متعلق جتنے واقعات بیان کیے گئے ہیں ان میں سے ہر واقعہ معاویہ کے باطنی امر کی عکاسی کرتا ہے۔

معاویہ بانیٔ بدعات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرک کے بعد جس طرح بدعت اور اہلِ بدعت کی تردید فرمائی ہے شاید ہی کسی اور چیز کی ایسی تردید فرمائی ہو اور حقیقت بھی یہی

ہے کیونکہ بدعت سے دین کا اصلی حلیہ اور صحیح نقشہ بدل جاتا ہے اور اصل ونقل اور حق و باطل کی کوئی تمیز باقی نہیں رہتی۔ تمام بدعات کی بنیاد ملوکیت وآمریت اور جابرانہ طرز کا غیر اسلامی نظام ہے لہٰذا یہ تمام بدعات کی جڑ ہے اور یہ معاویہ کی آبیاری سے مضبوط وتن آور ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُسوۂ حسنہ اور سیرت طیبہ کے اتباع کا نام سنت ہے اور اس کی خلاف ورزی کا نام بدعت ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ متوفیٰ ۷۸ھ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جمعہ کے خطبہ میں جب ہزاروں کا مجمع سامنے ہوتا تھا پرزور بلند آواز سے یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ بہترین بیان اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین نمونہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت ہے اور وہ کام برے ہیں جو نئے نئے گھڑے جائیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(مسلم ج۱ ص۲۸۵)(مشکوٰۃ ج۱ ص۲۷)

امام نسائی کی اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

(سنن نسائی ج۱ ص۱۷۹)

جناب امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ مقام عَیر سے لے کر مقام ثور تک حرم ہے سو جس نے اس میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو نہ تو اس کی فرضی عبادت قبول کی جائے گی نہ نفلی۔

(مشکوٰۃ ج۱ ص۲۳۸۔ بخاری ج۲ ص۱۰۸۲۔ مسلم ج۱ ص۱۲۴)

اس حدیث میں حدود حرم کی قید محض تقبیح اور تشنیع کے لیے ہے یہ قید احترازی نہیں ہے کہ حرم مدینہ میں تو بدعت بری ہو اور خارج از حرم وہ بری نہ ہو جو امر بدعت شمار ہوگا وہ برا ہی ہوگا البتہ شرف مکان یا فضیلت زمان کی وجہ سے اس کی برائی اور قباحت میں اضافہ ہو جائے گا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے اور نہ نماز، نہ صدقہ قبول کرتا ہے اور نہ حج وعمرہ، نہ جہاد اور نہ کوئی فرضی عبادت قبول کرتا ہے اور نہ نفلی۔ بدعتی اسلام سے ایسے خارج ہو جاتا ہے جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔
(سنن ابن ماجہ ص ۶)

حضرت ابراہیم بن میسرہ متوفی ۱۳۲ھ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم و توقیر کی تو اس نے اسلام کو گرانے پر اس کی مدد اور اعانت کی۔
(رواہ البیہقی فی شعب الایمان مرسلاً مشکوٰۃ ج ۱ ص ۴۱)

بدعت کی حقیقت اور اس کی مذمت پر مشتمل احادیث کا ذکر ہو چکا۔ اب معاویہ کی بدعات ملاحظہ فرمائیں اور اقوالِ نبی علیہ السلام والتحیۃ (احادیث) کی روشنی میں معاویہ کی اصلی صورت دیکھ لیں۔

فریضہ ءحج اور حرم مکہ میں معاویہ نے سنت نبوی کو مٹانے اور بدعات کو رواج دینے کی جو روش اختیار کی اس کے باعث مقاصد دین اسلام فراموش کر دیئے گئے اور حج جیسے عالم اسلام کے مقدس اجتماع کو بے روح کر دیا گیا اور بدقسمتی سے آج تک معاویہ کی بنائی ہوئی حج پالیسی ہی مسلمان حکمرانوں کا معمول بنی ہوئی ہے بلکہ عہد حاضر کے غاصب سعودی حکمران حجاز مقدس پر ناجائز قبضہ جمائے ہوئے اس پالیسی پر

سختی سے کاربند ہیں اور دشمنان اسلام امریکہ وغیرہ کی خوشنودی کی خاطر امت مسلمہ کے اتحاد اور سیاسی بیداری کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ معاویہ کی مانند یہ سعودی غاصبین ملوک عرب جنہیں علامہ اقبال نے اسلام پر دھبہ لگانے والے قرار دیا ہے دین وسیاست کی جدائی کا نعرہ لگاتے ہیں اور راجیو گاندھی بھی اس نعرہ میں ان کا ہم نوا ہے جیسا کہ ۱۷ جولائی ۱۹۸۸ء کے روزنامہ جنگ راولپنڈی کے غالباً پہلے صفحہ کے آخری کالموں میں درج ہے۔

امام شافعیؒ نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ معاویہ مدینہ منورہ آیا نماز میں امامت کی اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ پڑھی اور نہ رکوع وسجود کی طرف جھکتے ہوئے تکبیر کہی۔ جب اس نے سلام کہا تو اسے مہاجرین وانصار نے آواز دی اے معاویہ: تو نے نماز میں سے چوری کی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہاں ہے؟ رکوع اور سجود کی طرف جاتے ہوئے تکبیر کہاں ہے؟ پھر معاویہ نے تسمیہ اور تکبیر کے ساتھ نماز کا اعادہ کیا۔

امام شافعی نے کہا کہ معاویہ زبردست قوت اور بڑی شوکت والا بادشاہ تھا، اگر تمام صحابہ انصار ومہاجرین کے ہاں بسم اللہ جہر کے ساتھ پڑھنا ایک معروف امر نہ ہوتا تو تسمیہ ترک کردینے کے سبب سے اس پر انکار کرنے کی قدرت نہ رکھتے۔

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۰۴) (کتاب الام ج ۱ ص ۹۳۔ ۹۴)
(مسند امام شافعی ج ۱ ص ۸۰۔۸۱) (المصنف عبدالرزاق بن ہمام ج ۲ ص ۹۲)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ نے حرم مدینہ طیبہ کے اندر نماز میں بدعت ایجاد کی۔ امراء بنوامیہ نے سنت تکبیرات کو مٹا کر بدعت (ترک سنت) کا رواج اتنا عام کردیا تھا کہ عکرمہ نے ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں حضرت ابوہریرہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ انہوں نے بائیس تکبیرات رفع وخفض کہیں۔ عکرمہ نے تعجب کیا اور ابن عباس کو کہا کہ یہ کیسی نماز ہے جس میں اتنی تکبیرات ہیں تو ابن عباسؓ نے کہا: تیری

ماں تجھ پر روئے یہ تو ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنت ہے۔
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۸)

معاویہ کی عبادات سے متعلق بدعات میں سے ایک بدعت عیدین کی نماز کے لیے اذان کہنا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں عیدین کی نماز کے لیے اذان و اقامت نہ تھی۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے لکھا ہے کہ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں صحیح سند سے ابن مسیب سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: سب سے پہلے جس شخص نے عید کے لیے اذان ایجاد کی وہ معاویہ ہے۔

(بذل المجہود ج ۲ ص ۲۰۵) (نیل الاوطار) (التمہید لابن عبدالبر ج ۱۰ ص ۲۴۳۔ ۲۴۴)

معاویہ کے عہدِ حکومت میں امراء بنوامیہ خطبہ عیدین قبل از عیدین پڑھا کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۱ میں مروان ملعون کا نماز عید سے پہلے خطبہ عید پڑھنا لکھا ہے جبکہ وہ اس وقت معاویہ کی طرف سے مدینہ کا امیر تھا۔

علامہ انور شاہ کشمیر نے لکھا ہے کہ مروان نے خطبہ کو نماز پر اس لیے مقدم کر دیا کہ وہ جناب علی المرتضیٰ کو گالیاں دیا کرتا تھا اور لوگ اس خطبہ (خبیثہ) کو چھوڑ کر اٹھ جاتے تھے۔ اس نے اس مذموم مقصد کے لیے خطبہ کو نماز پر مقدم کر دیا۔
(فیض الباری ج ۲ ص ۳۵۹)

مروان شیطان کا یہ کام معاویہ کے حکم سے تھا اور معاویہ نے ہی اس بدعت کی بنا ڈالی تھی۔

(خلیفۃ الزاہد حضرت عمر بن عبدالعزیز ص ۲۴۷)

شعبی سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جس نے بیٹھ کر منبر پر خطبہ دیا وہ معاویہ ہے جب اس کی چربی زیادہ ہوگئی تھی اور پیٹ بڑھ گیا تھا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۵۶ ۔) (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۰) (ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۲۹۹)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بد دعا ''لا اشبع اللہ بطنہ'' کے اثر سے معاویہ بہت زیادہ کھایا کرتا تھا، منہ تھک جاتا تھا لیکن پیٹ نہ بھرتا تھا۔ مالِ حرام کثرت سے تھا اس لیے کھا کھا کر موٹا ہو گیا تھا اور توند آگے بڑھ گئی تھی اس قسم کی روایات سنن الکبریٰ بیہقی ج ۳ ص ۱۹۷، مصنف عبدالرزاق ۳ ص ۱۸۷۔۱۸۸ اور مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۸۷ میں موجود ہیں۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ پہلا شخص جس نے نماز کی تکبیرات کو گھٹا دیا وہ معاویہ ہے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۵۳)

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ دیت کے معاملہ میں بھی معاویہ نے سنت کو تبدیل کر دیا۔ سنت جاری تھی کہ معاہد (ذمی) کی دیت مسلمان کی دیت کے مثل ہے۔ معاویہ پہلا شخص ہے جس نے اسے کم کر کے آدھا کر دیا اور آدھی دیت اپنے لیے رکھ لی۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۱)

صاحب التلویح والتوضیح نے لکھا ہے کہ سرخسی نے مبسوط میں بیان کیا ہے کہ ایک گواہ ایک قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا بدعت ہے اور سب سے پہلے اس بدعت (کے طریقہ) پر جس نے فیصلہ کیا وہ معاویہ ہے۔

(التوضیح والتلویح ج ۲ ص ۲۳۰) (مؤطا امام محمد والتعلیق الممجد ص ۳۶۳)

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ زہری سے مروی ہے کہ سنت یہی جاری تھی کہ نہ کافر مسلمان کا وارث ہو سکتا ہے اور نہ مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے

اور سب سے پہلے جس نے مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا وہ معاویہ ہے اس کے بعد بنو امیہ نے (معاویہ کے) فیصلہ کے مطابق فیصلے کیے حتیٰ کہ عمر بن عبدالعزیز آئے تو انہوں نے سنت لوٹا دی۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۱)

علامہ جلال الدین سیوطی نے نقل کیا ہے کہ معاویہ وہ پہلا شخص ہے جسے کہا گیا: السلام علیك یا امیر المومنین ورحمة الله وبرکاته الصلوٰة یرحمك الله۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۵۳)

یہ بدعت بھی معاویہ نے ایجاد کرائی تھی تا کہ نبی اور آلِ نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظمت وشان مسلمانوں کے دلوں سے محو ہو جائے اور ظالمین بنوامیہ کا تقدس ووقار عوام وخوشامدی خواص کے قلب وذہن پر نقش ہو جائے۔ یہ بھی اسلام کو مٹانے کی سیاست وسازش کا ایک حصہ ہے۔ آخرکار عمر بن عبدالعزیز نے اس بدعت کو ختم کیا۔ تاہم اس کے مجدد و محیی کبھی کبھار پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ موجودہ وقت میں بھی بعض نواصب ''معاویہ'' کے ساتھ صلوٰۃ وسلام لکھ رہے ہیں۔

(خلیفۃ الزاہد عمر بن عبدالعزیز ص ۲۵۱)

معاویہ کی انتہائی تباہ کن اور ہلاکت خیز بدعت یزید پلید کو اپنا ولی عہد بنانا تھا جس کا مفصل تذکرہ اس کتاب میں ''استخلاف یزید'' کے عنوان کے تحت گذر چکا ہے۔ علماء امت نے اسے شدید ترین بدعات میں شمار کیا ہے۔

(تاریخ اسلام نصف اول ص ۲۰ ۱۴ از شاہ معین الدین ندوی) (الامام زید ص ۹۶۔ از ابوزھرہ مصری)
(کلیات شبلی، الہلال ج ۲ ص۔ از امام الہند ابوالکلام آزاد)

معاویہ کی انتہائی ظالمانہ بدعات میں سے ایک بدعت یہ بھی ہے کہ اسلامی

خلافت کوشخصی اور موروثی بادشاہ میں تبدیل کر کے پوری انسانیت اور خاص کر امت مسلمہ کو ہمیشہ کے لیے آمریت کے شکنجہ میں جکڑ دیا ہے۔

مؤرخ یعقوبی نے معاویہ کی چند بدعات کو یکجا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں عمرو بن الحمق کو معاویہ کے سپاہیوں نے قتل کیا اور اس کے سر کو کاٹ کر مختلف شہروں میں پھرایا گیا، یہ وہ پہلا سر ہے جو اسلام میں نمائش کے لیے گردش کرایا گیا اور حضرت عمرو بن الحمق کی بیوی کو دمشق میں قید کر دیا تھا جب اس کا سر لایا گیا تو معاویہ نے وہ سر بھیجا اور اس کی بیوی کی گود میں ڈال دیا گیا اور معاویہ وہ پہلا شخص جس نے مردوں کے گناہوں (وہ بھی بقول معاویہ) کے عوض عورتوں کو قید کیا۔

(تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۳۲)

معاویہ وہ پہلا شخص ہے جس نے حفاظتی پولیس اور دربان اسلام میں رکھنے شروع کیے اور پردے لٹکائے اور اس کے سامنے نیزہ بردار چلتے تھے اور اس نے عطیات سے زکوٰۃ وصول کی بڑی بڑی مضبوط عمارتیں تعمیر کیں اور اس تعمیر کے لیے لوگوں سے زبردستی بیگار سے کام لیا۔ حضرت سعید بن مسیب کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ معاویہ کے ساتھ ایسا اور ایسا کرے (بددعا دی) وہ پہلا شخص ہے جس نے اس امر (خلافت اسلامیہ) کو ملوکیت میں تبدیل کر دیا۔ معاویہ خود کہا کرتا تھا میں پہلا بادشاہ ہوں۔

(تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۳۲)

زبیر بن بکار نے الموفقیات میں زہری کے بھتیجے سے روایت نقل کی ہے اس نے کہا میں نے زہری سے پوچھا پہلا شخص کون ہے جس نے بیعت میں قسم (حلف) لینا شروع کیا۔ زہری نے کہا وہ معاویہ ہے۔ لوگوں کو اللہ کی قسم دے کر بیعت لیتا تھا۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۵۳ ۔ ۱۵۴)

علامہ ابن عبدالبر نے بھی معاویہ کی چند ایک بدعات کا تذکرہ کیا ہے پیشِ خدمت ہے:

زبیر بن بکار نے کہا: وہ پہلا شخص معاویہ ہے جس نے دیوان خاتم قائم کیا اور پہلا شخص ہے جس نے نوروز اور مہرجان (مجوس کی دو عیدیں) میں تحفے بھیجنے کا حکم دیا۔ مسجدوں میں مقصورے بنوائے۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے مسلمانوں کو صبراً قتل کیا وہ پہلا شخص ہے جس کے سر پر باڈی گارڈ کھڑے ہوئے اور وہ پہلا شخص ہے جس کے سامنے عمدہ گھوڑوں کی گارڈ آف آنر پیش کی گئی۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے خواجہ (نامردوں) کو خدمت کے لیے رکھا۔

(الاستعیاب علیٰ ھامش الاصابہ ج ۳ ص ۴۰۰) (سیر اعلام النبلا ج ۳ ترجمہ معاویہ)

اسلام میں سب سے اول باغی معاویہ بن ابی سفیان ہے۔

(شرح مقاصد ج ۲ ص ۳۰۵)

عربی محقق انیس زکریا نصولی نے لکھا ہے کہ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ معاویہ نے ایسے دینار بنوائے تھے جن پر وہ (معاویہ) تلوار حمائل کیے کھڑے تھے اسی طرح درہم وغیرہ بھی ڈھلوائے تھے اس سلسلہ میں انہوں نے قیصر و کسریٰ وغیرہ کا اتباع کیا تھا کہ سکوں پر ان کی تصاویر ہوتی تھیں۔

(امیر معاویہ از انیس زکریا ص ۴۸)

شیخ محمد الخضری بھی لکھتے ہیں کہ معاویہ نے ایسے دینار بھی بنوائے تھے جن پر تصویریں تھیں جو تلوار اٹھائے ہوئے تھے۔

(محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ ج ۲ ص ۲۱۹)

ابن شہاب زہری سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے جنہوں نے سرکاری عطیات میں سے زکوٰۃ وصول کی وہ معاویہ ہے۔

(موطا امام مالک کتاب الزکوٰۃ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ سالانہ و ماہانہ عطایا پر کسی کو دیتے وقت ہی زکوٰۃ وصول کرنا بدعت ہے۔

(المصفیٰ ص ۲۰۷)

زیاد کو بھائی بنانا جسے "استلحاقِ زیاد" سے موسوم کیا جاتا ہے اور زیر نظر کتاب میں اسی کو عنوان دے کر مستقل بحث کی گئی ہے۔ایک قبیح بدعت ہے جس کے بانی ہونے کا شرف بھی معاویہ کو حاصل ہے نیز معاویہ کے عہدِ حکومت میں سب سے مذموم بدعت جو جاری کی گئی۔ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور دیگر افرادِ اہلِ بیت اطہار پر سب وشتم ہے۔ اس بدعت کا بانی بھی معاویہ ہی ہے اسی کے حصہ میں بانی بدعات ہونے کا شرف آیا ہے

مبتدعین کے بارے میں شرعی حکم آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں یہ تمام بدعات سیاست و کردارِ معاویہ کا ایک مستقل اور دائمی جزو ہیں۔

معاویہ صاحب کا شرم وحیا

حیاء بھی ایمان کا حصہ ہے اور جس میں حیا نہیں اس میں ایمان نہیں ، نیز فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے فرامین سے ایک عمدہ قول باقی و ماثور ہے وہ یہ ہے : إِذَا فَاتَكَ الْحَيَاءُ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ۔ جب تجھ میں سے حیا ہی ختم ہو جائے تو جو جی میں آئے کرتا جا۔

معاویہ میں حیا نہیں تھا اسی لیے تمام منکرات کا ارتکاب بے دریغ کیا ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے جس سے معاویہ کی انتہائی بے حیائی کی عکاسی ہوتی ہے ابن کثیر بحوالہ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ معاویہ کے آزاد کردہ غلام خدیج خصی نے روایت کیا کہ

معاویہ نے ایک گورے رنگ کی خوبصورت جاریہ (لونڈی) خریدی سو میں نے اس لونڈی کو معاویہ کے سامنے اس حال میں پیش کیا کہ وہ مادرزاد ننگی تھی اور معاویہ کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ سو معاویہ اس لونڈی کے متاع یعنی فرج کی طرف اس چھڑی سے اشارہ کرنے لگا اور کہتا تھا کہ یہ متاع (شرمگاہ) اگر میرے لیے ہوتا تو کیا ہی اچھا ہوتا ۔اس لونڈی کو یزید کے پاس لے جا۔ بعد ازاں معاویہ نے کہا: نہیں میرے لیے ربیعہ بن عمرو الجرشی کو بلالاؤ۔ اور وہ فقیہہ تھے جب ربیعہ معاویہ کے پاس گیا

تو معاویہ نے کہا: یہ لونڈی میرے پاس ننگی لائی گئی اور میں نے (شہوت سے) اس کا یہ اور یہ دیکھا اور میں نے ارادہ کیا کہ اسے یزید کے پاس بھیج دوں۔ ربیعہ نے کہا: یہ نہ کریں اے امیر المومنین یہ اس کے لائق نہیں ہے الخ۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۲)

ملوکیت و آمریت ایسی ہی بے لگام ہوتی ہے لہٰذا ہمیں سابق صدر پاکستان یحییٰ خان وغیرہ دیگر عرب وغیر عرب مسلمان سربراہانِ مملکت کو بلامت کرنے سے پہلے بانی ملوکیت معاویہ کی جڑ کاٹنی ہوگی جو ہمارے معاشرے کے بہت سے عوام و خواص کے دلوں میں جاگزیں ہے۔ بعدہٗ باقی شجرہ خبیثہ پر ضربِ کاری لگانی ہوگی۔ ہم احتجاج کرتے ہیں کہ بیرون ممالک سے آنے والے سربراہان ممالک کے استقبال کے لیے قوم کی بیٹیوں کو بنا سجا کر کیوں کھڑا کیا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ بند ہونا چاہیے لیکن دوسری جانب ہم معاویہ کے کردار کو سراہتے ہیں جس نے ننگا ناچ کرایا اور بے حیائی کا زبردست مظاہرہ خود کیا اور اپنے مولا کو دکھایا۔

علاوہ ازیں رقص و سرور کی محفلیں منعقد کراتا تھا اور رقاصاؤں کو خوب داد دیتا تھا جیسا کہ عمر بن بحر جاحظ نے کتاب التاج ص ۷۶ اور ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن نے

تاریخ اسلام ج ا ص ۵۴۶ پر اس جانب واضح اشارہ کیا ہے۔

معاویہ کی دبیلہ سے موت

مشکوۃ المصابیح سے ملحق "اسماء الرجال" کے جزو اور سیر اعلام النبلاء والبدایہ والنہایہ میں مذکور ہے کہ معاویہ کو آخر عمر میں لقوہ ہو گیا تھا۔ لقوہ ایک بیماری ہے جس سے منہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے یہ معاویہ کے اعمال کی مکافاۃ اور پاداش تھی۔ امیر المومنین علیہ السلام پر برسرِ منبر بھونکنے والوں کے منہ اسی قابل ہیں کہ وہ ٹیڑھے ہو جائیں۔ بہرحال اب ہم اس بیماری کا تذکرہ کرتے ہیں جس سے معاویہ کی موت واقع ہوئی، معاویہ کی حیثیت جاننے اور اس کے اسلام کو پہچاننے کے لیے ہم صحیح مسلم کی ایک روایت جو کتاب احکام المنافقین وصفاتہم میں درج ہے کی تحقیق و تفتیش کرتے ہیں اس سے معاویہ کی حقیقت اور اس کے کردار و سیاست منفیہ کا سبب معلوم ہو جائے گا۔

غزوۂ تبوک سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چند منافقین نے رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قتل کر دینے کا ناپاک منصوبہ بنایا اور اسے عملی جامہ پہنانے کی ناکام کوشش کی۔ نبی رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے صبح کے وقت تمام اصحاب لشکر کو جمع کر کے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ چند منافق تھے، میں ان کے ناموں کا اظہار و اعلان نہیں کرتا لیکن ان کے منافق ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ دبیلہ سے مریں گے تاہم اس واقعہ کے وقت حذیفہ بن یمان اور عمار بن یاسر آپ کے ساتھ تھے ان کو ان منافقین کے نام بتادیئے لیکن مخفی رکھنے کی ہدایت کی اس سانحہ کی مزید تفصیل ابن کثیر اور بیہقی نے پیش کی ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۰۔۲۱۔) (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۶۰)

مسلم نے روایت کیا کہ قیس بن عُباد نے عمار بن یاسر سے پوچھا کہ تم علی کی حمایت میں اتنی سرگرمی کیوں دکھار ہے ہو؟ تو اس کا جواب حضرت عمار نے یہ دیا تھا کہ مجھے حضرت حذیفہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بتایا تھا کہ میرے صحابہ میں بارہ منافق ہیں جو جہنم میں جائیں گے اور وہ دبیلہ سے مریں گے۔ یہ روایت مسلم نے کتاب احکام المنافقین وصفاتہم ج ۲ ص ۳۶۹ پر درج کی ہے، نیز مسند امام احمد ج ۵ ص ۳۹۰ وج ۴ ص ۳۲۰، مشکوٰۃ ص ۵۳۹۔ اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۵۹۵ ترجمان السنۃ ج ۴ ص ۴۹۶ پر منقول ہے۔

حضرت عمار سے حضرت علی کی حمایت کا سبب دریافت کیا تو جواب میں سائل کو جو روایت سنائی وہی روایت اور اس کا مصداق حضرت عمار کی حمایت علی میں سرگرمی کا باعث ہے اب ہم دیکھتے ہیں کہ علی کے محاربین میں سے کون ہے جو دبیلہ سے ہلاک ہوا، چنانچہ علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری سے روایت ہے، اس نے کہا کہ میں معاویہ پر داخل ہوا جب اسے پھوڑا نکلا سو معاویہ نے کہا اے بھتیجے ادھر آ اور دیکھ۔ کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سرایت کر چکا تھا۔

(سیر اعلام النبلاج ۳ ص ۱۶۰)

لغت عرب میں دبیلہ پھوڑے کو کہتے ہیں۔

(لسان العرب ج ۱۳ فصل الدال حرف اللام)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں منافقین والی روایت کی شرح اور ترجمہ کرتے ہوئے غزوۂ تبوک کے واقعہ سے اس حدیث کو منسلک کیا ہے اور دبیلہ کا معنیٰ پھوڑا ہی لکھا ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۵۹۵)

بعض کتب میں دبیلہ کی جگہ لفظ قرحۃ آیا ہے اور اس پھوڑا کو عام طور پر قرحہ ہی کہا جاتا ہے، اسی لیے تو صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ دبیلہ کیا ہے؟ اور علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۴۰۱ میں معاویہ کی وفات کا ذریعہ قرحۃ ہی بتایا ہے۔

ابن عساکر نے ابو بردہ ہی سے روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:
میں معاویہ کے پاس گیا اور اس کی پشت میں پھوڑا کی تکلیف تھی معالج اس کا علاج کر رہا تھا اور معاویہ بچوں کی طرح ہائے ہائے کر رہا تھا۔ میں نے کہا اے امیر المومنین آپ ہائے ہائے کیوں کرتے ہیں؟

معاویہ نے کہا اٹھ دیکھ تو سہی، تب میں کھڑا ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ بہت برا پھوڑا ہے معاویہ نے کہا: یہ وہ پھوڑا ہے جسے تم رافیہ کہتے ہو اور اہل عراق کہتے ہیں کہ یہ نقابتہ ہے اور یہ کہ اس پھوڑے سے میں ہلاک ہو جاؤں گا۔
(تہذیب ابن عساکر ج ۷ ص ۱۷۴)

اس روایت سے صراحتاً معلوم ہو گیا کہ معاویہ کی پشت پر پھوڑا نکلا تھا درآنحالیکہ فرمان رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں یہ الفاظ وارد ہیں۔
تکفیھم الدبیلة یظھر فی اکتافھم ۔ دبیلہ سے وہ ہلاک ہوں گے جو اُن کے کندھوں کے درمیان نکلے گا۔ اہل عراق میں یہ بات مشہور تھی کہ معاویہ کو دبیلہ نے پکڑ لیا ہے اور یہ اسی مرض سے ہلاک ہوگا۔ ظن غالب یہ ہے کہ اہلِ عراق کو اس بات کا علم کہ معاویہ دبیلہ سے مرنے والے منافقین میں سے ایک ہے حضرت علی اور حذیفہ کے اشارات کی وجہ سے ہوا ہوگا۔

ابن قتیبہ نے صاف لکھا ہے کہ معاویہ کی بیماری جس میں وہ ہلاک ہوا تھا

نقابات تھی اور یہی دبیلہ ہوتا ہے۔

(المعارف لابن قتیبہ ص ۱۵۳)

امام ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ معاویہ قرحہ سے مرا تھا۔

(تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۳۲)

زیر نظر تالیف میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ روایت کی روشنی میں یہ بات پایہء ثبوت تک پہنچ گئی کہ معاویہ کی وفات جناب صادق المصدوق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق دبیلہ ہی سے ہوئی لہٰذ معاویہ کا مقام خود بخود متعین ہو گیا اس پر مزید تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

ترجمانِ اجداد

سید مہر حسین بخاری غفرلہ

شب ہفتہ ۲ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ

۲۰ فروری ۱۹۸۸ء
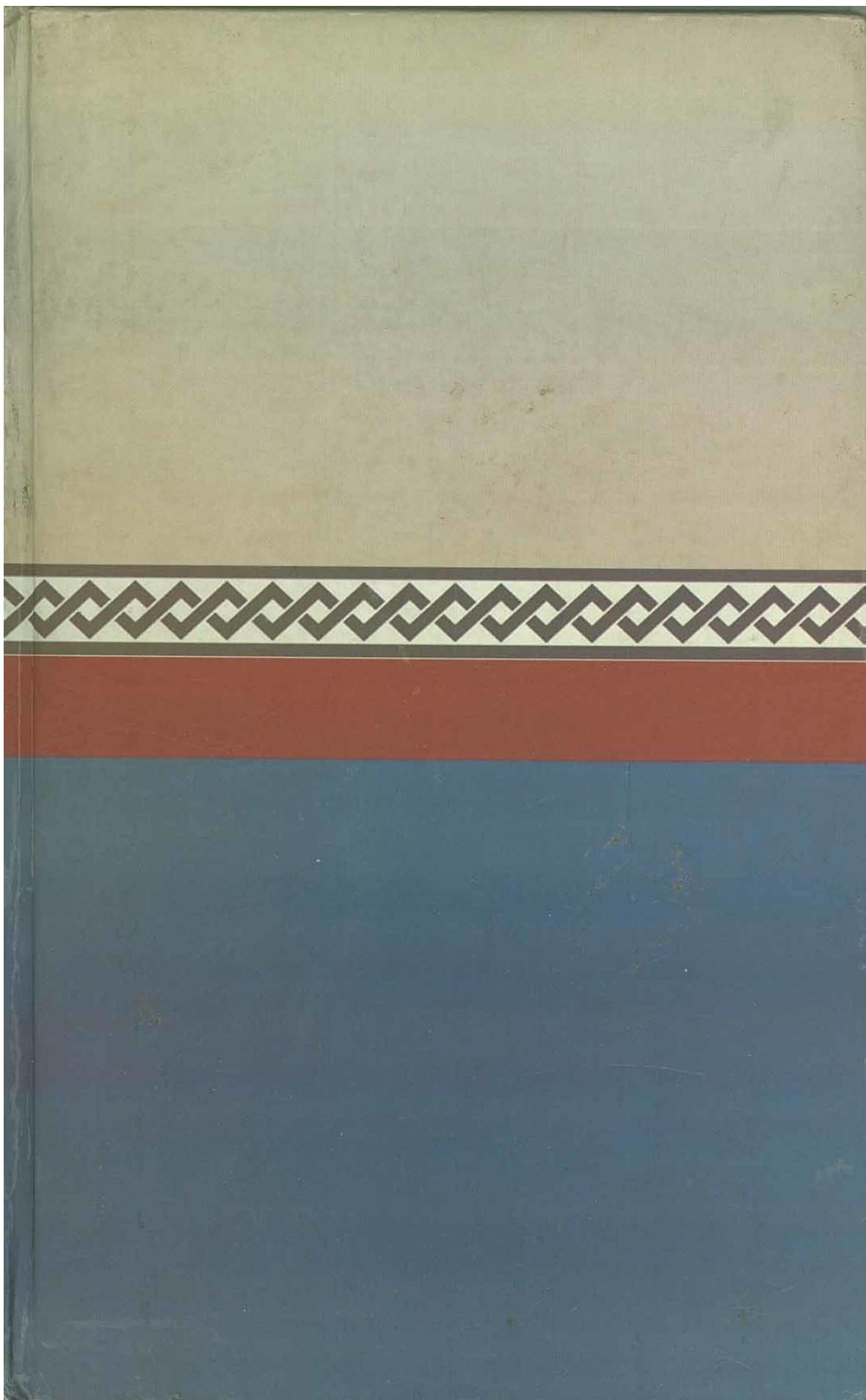
طالب دعا:

خاک در آلِ ابوطالبؑ

محمد یاسین گولڑوی

0318-5000229

PDF کو حاصل کرنے کیلیۓ اس نمبر پر رابطہ کریں